حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے
تربیتی ارشادات
www.islamicbookslibrary.wordpress.com
مؤلفین
مفتی ثناء اللہ محمود
مولانا محمود ابراہیم
بیت العلوم
۲۰- نابھہ روڈ، پرانی انارکلی لاہور۔ فون: ۷۳۵۲۴۸۳

مؤلفین
مفتی ثناء اللہ محمود
مولانا محمود ابراہیم

۲۰ - نابھہ روڈ ۔ پرانی انارکلی لاہور ۔ فون: ۷۳۵۲۴۸۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کتاب

حضور ﷺ کے تربیتی ارشادات

مؤلفین

مفتی ثناء اللہ محمود
مولانا محمود ابراہیم

باہتمام

مولانا محمد ناظم اشرف

طباعت باراول

جنوری ۲۰۱۰ء

ناشر

بیت العلوم

7352483
7235995
www.baitululoom com

فہرست

نمبر شمار	فہرست مضامین	صفحہ نمبر
	عرض مولفین	۱۱
۱	آئیڈیل صرف محمد ﷺ کی ذات ہے	۱۲
۲	علماء کا احترام کیجئے	۱۴
۳	مسلمان مسلمان کا بھائی ہے	۱۷
۴	تجسس مت کرو	۱۹
۵	''غیبت'' ایک عظیم گناہ	۲۲
۶	بیماری سے عبرت حاصل کرو	۲۶
۷	آداب مجلس	۲۷
۸	بہترین صدقہ حق گوئی سے کام لینا	۲۸
۹	دین کی حفاظت کے لئے ہجرت کرنا	۳۳
۱۰	دین کے معاملے میں خود پر سختی کرنے کی ممانعت	۳۴
۱۱	جگہ اور کشادگی	۳۷
۱۲	منافق کی پہچان	۳۸
۱۳	مسجد میں دوڑنے بھاگنے کی ممانعت	۴۱
۱۴	جمعہ کی اہمیت وفضیلت ۔ اجتماعیت	۴۲
۱۵	دنیا میں لوگوں کا حق اور مال ہڑپ کرنے کا انجام	۴۴
۱۶	دنیا میں حقوق ادا کرنے کا فائدہ	۴۵
۱۷	صبر وشکر سے کام لینے کی تحسین	۴۷
۱۸	انسان کے بڑے بڑے دشمن	۴۹
۱۹	بیک وقت تین طلاقیں ایک معاشرتی برائی	۵۰

عرض مولفین

زیر نظر کتاب ''رسول اکرم ﷺ کے تربیتی ارشادات'' رسول اکرم ﷺ کے ایسے ارشادات کا انتخاب کیا گیا ہے جن میں کسی نہ کسی معاشرتی پہلو پر کوئی ترغیب یا تربیت ملتی ہو۔ یوں تو رسول اکرم ﷺ کے ارشادات پر اس طرح کی کئی کتابیں تیار ہو سکتی ہیں اور آئندہ بھی ارادہ ہے کہ مزید تربیتی ارشادات پر اور کتب تیار کی جائیں گی۔

بے شمار معاشرتی واقتصادی پہلو ایسے ہیں جن سے بہت بے اعتنائی برتی جارہی ہے اس لئے عندیہ پیش آیا کہ اس موضوع پر رسول اکرم ﷺ کے ارشادات تلاش کر کے ان پر کچھ نہ کچھ کلام کیا جائے تا کہ اس کی اہمیت واضح ہو جائے۔ ہم نے یہ ارشادات مختلف کتب سے اخذ کئے تو جہاں مکمل حوالہ نہیں ملا ہم اس کی تخریج بھی نہیں کر سکے کہ کہیں تخریج کے پیچھے پڑ کر اصل مقصود سے بھی پیچھے رہ جائیں۔ لیکن انشاء اللہ تعالیٰ اس کے اصل حوالے ضرور آپ تک پہنچیں گے۔

کتاب کا اصل مقصود رسول اکرم ﷺ کے ارشادات میں موجود ترغیب اور تربیت کو قارئین تک پہنچانا ہے اور اسی مقصود کو سامنے رکھ کر اس کتاب کو ترتیب دیا ہے اس کتاب کی تیاری میں مولانا محمود ابراہیم فاضل جامعہ اشرف المدارس کا کام بہت وافر مقدار میں موجود ہے موصوف اس سے پہلے بھی چند ایک کام کر چکے ہیں جو انشاء اللہ طباعت کے مراحل سے گذر کر عنقریب قارئین کے ہاتھوں میں ہوں گے۔

انشاء اللہ یہ کتاب منتخب شدہ پہلوؤں پر ایک بہترین کتاب ثابت ہوگی جب قاری ایک معاشرتی پہلو پر رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی پڑھے گا تو عمل کرنے اور اصلاح کرنے کا داعیہ پیدا ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ کتاب سے جو ہمارا مقصود ہے اس کو پورا فرمائے۔ اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت بخشے اور اس سے ہدایت کا کام لیکر ہماری اصلاح بھی فرمادے۔

قارئین سے درخواست ہے کتاب کے مطالعہ کے ساتھ مولفین ناشر اور ان کے والدین واہل خانہ واخوان کے لئے بھی دعائے خیر فرمادیں یہ قارئین کی جانب سے مولفین اور ناشر کا شکریہ ہوگا۔

مفتی ثناء اللہ محمود

مولانا محمد ابراہیم

یکم جون 2008ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آئیڈیل صرف محمد ﷺ کی ذات ہے

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تم میں سے کوئی اسوقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک اس کی تمام خواہشات اس دین کے مطابق نہ ہو جائیں جو میں لے کر آیا ہوں'' (الحدیث)

اسلام کے معنی بندگی اور اطاعت کے ہیں۔ اسلام اللہ تعالیٰ کی بھرپور اطاعت کا نام ہے اور یہ اطاعت محدود نہیں بلکہ تمام شعبہ ہائے زندگی میں ظاہر و باطن خلوت وجلوت میں کرنی ہے کیونکہ زندگی کے تمام شعبے جائز ناجائز اور حلال وحرام کے مسائل سے بھرے ہیں لہٰذا کوئی شعبہ اطاعت خداوندی سے خالی نہیں جا سکتا۔

اطاعت خداوندی کیسے کرنی ہے؟ کس انداز سے کرنی ہے؟ کس پیمانے پر کرنی ہے یہ سب تفصیل کسی نہ کسی عملی نمونے کی محتاج ہے لہٰذا عملی شکل کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اپنے محبوب سرور کائنات حضرت محمد ﷺ کا انتخاب فرمایا۔ اور قرآن کریم میں پہلے تو جا بجا اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ساتھ رسول ﷺ کی اطاعت کا حکم دیا اور پھر اعلان فرمایا کہ ''جس نے رسول کی اطاعت کی ہے اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرلی'' (پ۵، رکوع نمبر۶)

اور پھر رسول اکرم ﷺ کے اسوہ اور سیرت کو نمونہ عمل قرار دیکر اس پر عمل کرنیوالوں اور اسی کو آئیڈیل ماننے والوں کی صفت بھی بتائی کہ۔ رسول اکرم ﷺ کی سیرت ان لوگوں کے لئے عملی نمونہ ہے جو اللہ اور یوم آخرت کی امید رکھتے ہیں یعنی اس پر ایمان رکھتے ہیں کہ بالآخر قیامت آنی ہے اور روز حشر میں رب تعالیٰ سے ملاقات ہوگی۔ اور حساب کتاب ہوگا۔

قرآن کریم کی بے شمار آیات میں سے کم از کم دس آیات اور ان کا ترجمہ پیش کرتے ہیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں مسلمانوں کے لئے آئیڈل شخصیت کون ہے اور کسی کی پیروی رب تعالیٰ کی پوری پیروی ہے۔

(۱) لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ

يَرْجُو اللّٰهَ وَ الْيَوْمَ الْاٰخِرَ (الاحزاب آیت نمبر ۲۱)

''بیشک تمہارے لئے اللہ کے رسول کی زندگی میں بہترین نمونہ عمل ہے ہر اس شخص کے لئے جو اللہ اور یوم آخرت کی امید رکھتا ہے''

(۲) قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ. (آل عمران آیت نمبر ۳۱)

''کہہ دیجئے اے محمد! اگر تم لوگ اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہوں کو معاف فرمائے گا''

(۳) مَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَ مَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا. (الحشر آیت نمبر ۷)

''اور رسول تم کو جو کچھ دیں اسے اختیار کرلو اور جس سے روکیں اس سے باز آجاؤ''

(۴) وَمَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ. (النساء آیت نمبر ۸۰)

''اور جس شخص نے رسول کی اطاعت کی تو بیشک اس نے اللہ کی اطاعت کرلی''

(۵) اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْهُ.

''اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اس سے ڈرو''

(۶) فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ. (النساء آیت نمبر ۵۹)

''تو اگر تم کسی چیز میں اختلاف کر بیٹھو تو اسے اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹاؤ اگر تم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو''

(۷) فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا. (النساء آیت نمبر ۶۵)

''پس بیشک تیرے رب کی قسم یہ لوگ اس وقت تک مومن نہیں
ہو سکتے جب تک کہ اپنے اختلافات میں آپ کی ذات کو حکم (فیصلہ
کرنے والا) نہ بنائیں اور پھر آپ کے فیصلہ پر اپنے دل میں کوئی
ملال محسوس نہ کریں اور آپ کی بات بالکل مان لیں''

(۸) اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗ اُمَّهٰتُهُمْ. (الاحزاب آیت نمبر ۶)

''یہ نبی مومنوں کے ان کی جانوں سے زیادہ قریب (ولی) ہیں اور
نبی کی بیویاں مومنوں کی مائیں ہیں''

(۹) وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ. (الاحزاب آیت نمبر ۳۴)

''اے (ازواج مطہرات) سبق لو اس سے جو تمہارے گھروں
آیات اور حکمت کی باتیں (سنت) تلاوت کی جاتی ہیں''

(۱۰) فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖ اَنْ يُّصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۝

''جو لوگ اللہ کے رسول کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں انہیں ڈرنا
چاہئے کہ کہیں کوئی فتنہ آن نہ پہنچے یا کسی عذاب میں مبتلا ہو جائیں''

مذکورہ دس آیات اور ان کا ترجمہ واضح بتا رہے ہیں حکم ماننے، نمونہ عمل دیکھنے اور اللہ کو
راضی کرنے کے لئے رسول اکرم ﷺ کی ذات کو اپنا مرکز اور آئیڈیل بنانا ضروری ہے۔

علماء کا احترام کیجئے

ارشاد نبوی ﷺ ہے: ''علماء انبیاء کے وارث ہیں'' ایک اور ارشاد فرمایا: ''عالم کی فضیلت
عابد (محض) پر ایسی ہے جیسی چاند کی فضیلت ستاروں پر'' ایک اور ارشاد ہے: ''عالم کے لئے
زمین اور آسمانوں کی مخلوقات حتی کہ پانی کی مچھلیاں تک استغفار کرتی ہیں'' (ابوداؤد، ترمذی)

رسول اکرم ﷺ مذکورہ ارشادات میں علماء کی فضیلت اور اہمیت بیان فرما رہے ہیں کہ
اللہ تعالیٰ نے علماء کرام کو اتنے بڑے مراتب اور فضائل عطا فرمائے ہیں اور رسول اکرم ﷺ
کے دیگر ارشادات سے اپنے سے بڑے اور معزز لوگوں کا احترام کرنے کی تلقین ملتی ہے وہ
سب اس حکم کی غماز ہے کہ ''علماء کا احترام کیا جائے''

ارشاد نبوی ﷺ ہے:

''من لم يرحم صغيرنا و لم يوقر كبيرنا فليس منا''

''جو شخص ہمارے (امت کے) چھوٹوں پر شفقت نہ کرے اور
ہمارے بڑوں کا احترام نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں''

یہ ارشاد اس بات کو واضح بتا رہا ہے کہ امت میں جو لوگ عمر میں یا مرتبہ میں بڑے ہیں
ان کی توقیر کی جائے اور ان کا احترام کیا جائے۔ احترام نہ کرنے والا امت مسلمہ کا فرد
کہلانے کا حقدار نہیں۔

علماء کرام لوگوں کو نیکی کی ترغیب دیتے ہیں اور بھلائی کی طرف بلاتے اور نیکیاں اور
بھلائیاں سکھاتے ہیں لہٰذا ان کی حیثیت معلم خیر کی ہے اسی طرح وہ قرآن کریم کی تعلیم
دیتے اور اس کے علوم پر لوگوں کو آگاہی دیتے ہیں۔ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

''تم میں بہترین شخص وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے'' (الحدیث)

اسی طرح فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اس کے فرشتے، اہل ارض و سما حتی کہ چیونٹیاں اپنے
بلوں میں اور مچھلیاں پانی میں لوگوں کو بھلائی کی تعلیم دینے والے پر درود (رحمت کی دعا)
بھیجتی ہیں'' (ترمذی)

رسول اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طریقہ کار یہ رہا تھا کہ امت میں جو لوگ
قرآن و سنت کو جاننے والے تھے ان کو اہمیت دی اور ان کا احترام کیا۔ اور لوگوں سے بھی
کروایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی مجلس شوریٰ کے انتخاب میں قرآن و سنت کے علماء کو
آگے رکھا اور ان کو منتخب کیا۔ اسی طرح ہر اسلامی دور میں علماء کرام کو ان کے علم اور تقویٰ کی
بنیاد پر فضیلت اور اہمیت حاصل رہی ہے۔

علماء کرام کے تقوے، دینی رہنمائی اور سنت رسول کے پرچار کرنے کے فریضہ کی وجہ سے امت مسلمہ کا فرض بنتا ہے کہ وہ علماء سے اپنے تمام معاملات میں رہنمائی لیں ان کا احترام کریں۔ علماء کا احترام جس کے دل سے نکل جاتا ہے وہ بے دینی میں مبتلا ہو کر اپنے اسلاف سے بھی اعتماد اٹھا بیٹھتا ہے اور یوں گمراہی میں پڑ جاتا ہے۔ یاد رکھئے کہ علماء کا احترام نہ کرنے والے لوگ سودخوری بدکاری اور حرام کھانے اور کرنے میں مبتلا ہو جاتے ہیں، ورنہ اسلاف پر سے بے اعتماد ہو کر اپنا دین برباد کر لیتے ہیں۔ اس لئے علماء کا احترام کریں اور اپنے دین کی حفاظت کریں۔ اللہ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں

ارشاد نبوی ﷺ:

المسلم اخو المسلم.

''مسلمان مسلمان کا بھائی ہے''

رسول اکرم ﷺ کا یہ ارشاد قرآن کریم کی اس آیت کی تشریح ہے کہ اللہ رب العزت نے کلام حمید میں ارشاد فرمایا:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ. سورة.

(الحجرات آیت نمبر ۱۰)

''مومن تو ایک دوسرے کے بھائی ہیں لہٰذا اپنے بھائیوں کے درمیان صلح کرادو''

اس آیت کریمہ میں اللہ رب العزت نے ایک اصول بیان فرما دیا کہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے اور اس بات سے پوری دنیا کے مسلمان اس اصول میں شامل ہو گئے گویا قوم قبیلہ، رنگ ونسل کا کوئی اعتبار نہیں بلکہ کلمہ طیبہ کا اعتبار ہے جس پر تمام امت کو جمع فرما دیا۔

دوسری بات جو بیان فرمائی کہ اپنے بھائیوں کے درمیان صلح کرادو یعنی تعلقات کو درست کراؤ۔ اور آپس میں مل جل کر رہو اور ایک دوسرے کو تکلیف نہ دو۔

اسی لئے رسول اعظم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ہر مسلمان پر دوسرے مسلمان کی جان و مال اور عزت حرام ہے'' (مسلم شریف)

ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا: ''مسلمان کو گالی دینا فسق اور اس سے جنگ کرنا کفر ہے'' (بخاری شریف)

اگر ان دو احادیث پر غور کیا جائے تو بات واضح ہو جاتی ہے کہ ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کے ساتھ کس طرح پیش آنا چاہیے کہ اگر کوئی مسلمان کی بے عزتی کرنا چاہے تو اسے حرام فرمایا اگر اس کے مال کو ناجائز طریقے سے استعمال کرنا چاہے تو اسے بھی غیر قانونی گردانا اور اگر کسی بھی مسلمان کو جان سے مارنے کی کوشش کی تو اسے کفر سے تعبیر فرمایا۔

گویا ایک بھی راستہ نہ چھوڑا کہ جس پر چل کر کسی مسلمان سے معمولی زیادتی بھی کی جا سکے اس سے بڑھ کر یہ بھی فرمادیا: ''ایک مومن کا دوسرے مومن کے ساتھ ایسا رشتہ وتعلق ہے جیسا کہ سر کا تعلق جسم کے ساتھ ہے وہ اہل ایمان کی ہر تکلیف کو اس طرح محسوس کرتا ہے، جس طرح سر پورے جسم میں کسی عضو و حصے کی تکلیف محسوس کرتا ہے'' (مسند احمد)

گویا ''مومنین کی مثال آپس کی محبت و وابستگی اور ایک دوسرے پر رحم و شفقت کے معاملے میں ایسی ہے جیسے ایک جسم کی حالت ہوتی ہے کہ اس کے کسی بھی عضو کو تکلیف ہو تو سارا جسم اس وجہ سے بخار اور بے خوابی میں مبتلا ہو جاتا ہے'' (بخاری و مسلم)

ان احادیث مبارکہ سے سمجھ میں آتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ مومنین کو کس انداز سے مثال دے دے کر آپس کے رشتے کو واضح فرما رہے ہیں کہ مومنین کو باہمی محبت واخوت و خیر خواہی میں ایک جسم کے مانند ہونا چاہئے کہ اگر کسی عضو میں کوئی تکلیف ہو یا زخم ہو تو پورا جسم اس کے ساتھ محبت و ہمدردی میں تعاون کرتا ہے اور بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے اور نیند اس سے کوسوں دور بھاگ جاتی ہے جب تک وہ عضو صحیح نہیں ہوتا پورا جسم بے چین رہتا ہے تو اسی طرح ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کی تکالیف و مشکلات میں تعاون کرنا چاہئے۔

اسی بات کو مزید واضح فرمانے کے لئے حضور ﷺ نے فرمایا: ''مومن ایک دوسرے کے لئے ایک دیوار کی اینٹوں کی طرح ہوتے ہیں کہ ہر ایک دوسرے سے تقویت پاتا ہے (اور مضبوط ہوتا ہے)'' (بخاری شریف)

گویا مسلمان مسلمان کے لئے باعث تقویت اور معاون و مددگار ہوتے ہیں کہ جیسے ایک عمارت میں ہر ایک اینٹ دوسری اینٹ کے لئے باعث تقویت ہوتی ہے اور ان کے باہمی اتصال واخوت سے ایک عظیم الشان عمارت وجود میں آتی ہے اسی طرح مسلمانوں

کے باہمی تعاون، اخوت و ہمدردی سے ایک عظیم الشان خلافت اور حکومت جو کہ ملت اسلامیہ کی عمارت ہوتی ہے وجود میں آتی ہے۔

ایک اور ارشاد مبارک میں تو صاف صاف ارشاد فرمایا: ''مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ اس پر ظلم کرتا ہے نہ اس کو ذلیل کرتا ہے اور نہ اسے بے یار و مددگار دشمن کے حوالے کرتا ہے۔ اور جو شخص اپنے بھائی کی حاجت براری میں کوشاں رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی حاجت براری فرماتا ہے اور جو شخص کسی مسلمان کی تکلیف و مصیبت دور کر دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی آخرت کی مصیبت دور کر دیتا ہے اور جس کسی نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی اللہ تعالیٰ قیامت میں اس کی پردہ پوشی فرمائے گا'' (مسند احمد)

اب اس حدیث مبارکہ کے بعد مزید حقوق مسلم کی وضاحت کیا کی جائے؟ کہ اسلام کس قدر مسلمانوں کے مذہبی، اخلاقی و سماجی حقوق کی تلقین کر رہا ہے جو ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر لازم ہیں۔ رسول اکرم ﷺ نے ان ارشادات سے مسلمانوں کی مذکورہ حقوق کی پاسداری کی تربیت فرمائی ہے۔

اب یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوگئی ہے کہ مسلمان دنیا کی اصلاح کے ایک عظیم مشن کے علمبردار ہیں ان میں باہمی ربط و رفاقت باہمی اتحاد و محبت ہمدردی و ایثار انتہائی ضروری ہے۔ اس لئے کسی مسلمان کو حقیر نہ سمجھا جائے اور نہ کوئی برا جذبہ اس کے بارے میں رکھا جائے اور اس کے لیے وہی پسند کیا جائے جو خود اپنے لیے پسند کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے اور ایک جسم کی مانند بنادے۔

☆ وما علینا الا البلاغ ☆

تجسس مت کرو:

ارشاد نبوی: ''اگر کسی کے متعلق برا گمان ہو تو تحقیق مت کرو''

آج کل دوستی رشتہ داری میں جو انقطاع نظر آتا ہے اور ایک دوسرے کے دل میں بغض و حسد و کینہ بھرا ہوا ہے اس کی وجوہات میں سے ایک وجہ ''ٹوہ میں لگے رہنا'' بھی ہے جسے قرآن کریم نے تجسس کے نام سے پکارا ہے۔

تجسس کہتے ہیں کسی کی باتوں کو کسی کے کاموں کو خفیہ انداز میں دیکھنا کہ اسے پتہ نہ چلے۔ قرآن کریم میں اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

"وَلَا تَجَسَّسُوْا" (سورۃ حجرات)

مطلب یہ کہ تجسس نہ کرو۔

اسی حوالے سے سرور دو جہاں ﷺ نے اپنے واضح ارشادات میں اس کی خامیاں اور خرابیاں بیان فرمائی ہیں۔ کہ یہ ایک ناپسند عمل ہے اور کوئی بھی شخص اپنی (Privet life) ذاتی زندگی میں کسی دوسرے کی دخل اندازی پسند نہیں کرتا اور اس کی وجہ سے لڑائی جھگڑے بڑھ جاتے ہیں۔

ارشاد فرمایا کہ:

"اے لوگو! زبان سے ایمان لائے ہو مگر تمہارے دلوں میں ایمان نہیں اترا۔ مسلمانوں کے پوشیدہ حالات کی کھوج نہ لگایا کرو، کیونکہ جو شخص مسلمانوں کے عیوب ڈھونڈنے کے درپے ہوگا اللہ تعالیٰ اس کے عیوب کے درپے ہو جائیگا۔ اور اللہ جس کے درپے ہو جائے اس کو رسوا کر کے چھوڑتا ہے"

کتنی واضح اور سادہ الفاظ میں ہمیں رحمۃ اللعالمین ﷺ نے زندگی پر امن گزارنے کا طریقہ وسلیقہ سکھایا ہے کہ کسی کی پردہ دری نہ کرو ورنہ اللہ تعالیٰ بھی تمہاری پردہ دری کریگا۔

اسی لیے ارشاد فرمایا:

من ستر مسلماً ستره الله يوم القيامة.

"کہ جس کسی نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی اللہ قیامت کے دن اس کی گناہوں سے پردہ پوشی فرمائیگا"

گویا کہ اگر دنیا میں کسی کا بھرم رکھا جائے تو آخرت میں ہمارا بھی بھرم رکھا جائیگا۔ اس حدیث میں فرمایا کہ اگر کسی کے خفیہ حالات بھی معلوم ہو جائیں تو انہیں چھپا لو چہ جائیکہ اس کے ذاتی افعال و معاملات کی کھوج لگائی جائے۔

ایک اور ارشاد میں فرمایا: "تم اگر لوگوں کے مخفی حالات معلوم کرنے کے درپے ہو گئے تو ان کو بگاڑ دو گے یا کم از کم بگاڑ کے قریب پہنچا دو گے"

مطلب یہ ہے کہ انسانی دل اتنا مضبوط نہیں ہے کہ وہ زیادہ راز اپنے اندر رکھ سکے اگر معلوم ہو جائے تو وہ اس کی وجہ سے آپس کے تعلقات میں بگاڑ پیدا کریگا یا بگاڑ کے قریب پہنچ جائیگا۔

صرف اتنی بات پر بس نہ فرمایا مزید تلقین کرتے ہوئے فرمایا کہ "جس کسی کے متعلق تمہیں برا گمان ہو جائے تو تحقیق نہ کرو"

قربان جایئے آقائے نامدار ﷺ پر کہ کس قدر آپس کے تعلقات و رشتہ دار اور دوستی کو قائم رکھنے کے لئے صبر کی تلقین فرما رہے ہیں۔

کہ اگر تم کو کسی کے متعلق کسی بات میں برا گمان ہو تو تحقیق نہ کرو مبادا اگر وہ اس میں مبتلا ہوا تو انسانی ظرف اتنا وسیع نہیں کہ وہ اس کو چھوڑ دے اور برداشت کرے بلکہ اس شخص کے متعلق دل میں حقارت اور برائی کا جذبہ پیدا ہو جائیگا کہ یہ تو ایسا ہے اور میرے متعلق ایسا ایسا سوچتا ہے۔ اور یوں نفرت وعداوت میں اضافہ ہوگا۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا کہ: "جس نے کسی کا مخفی عیب دیکھ لیا اور اس پر پردہ ڈال دیا تو گویا اس نے ایک زندہ گاڑی ہوئی بچی کو بچا لیا"

اس حدیث مبارکہ پر اگر غور کیا جائے تو باآسانی یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ رسول اکرم ﷺ یہ تربیت فرما رہے ہیں کہ اگر کسی کی کوئی بات معلوم ہو بھی جائے تو اس پر پردہ ڈالنا بہت ضروری ہے کیونکہ ممکن ہے وہ بات ایسی ہو کہ وہ شخص اس بات کے کھل جانے کو بالکل برداشت نہ کر سکے اور مر جائے، وہ بات کھل جانے پر اس کی بے عزتی ہو اور معاشرہ میں اس کو غلط نظر سے دیکھا جائے یوں تو گویا سماجی و معاشرتی اعتبار سے اس کی موت واقع ہو گئی۔

لہٰذا تجسس سے بچنا ضروری ہے اور دوسرے کے معاملات کا پردہ رکھنا بھی ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ایک عظیم گناہ "غیبت"

ارشادِ نبوی ﷺ :غیبت زنا سے زیادہ سخت گناہ ہے" (الحدیث)

چنانچہ اس ارشاد کی تشریح میں سب سے پہلے تو یہ بات سمجھ لی جائے کہ غیبت کسے کہتے ہیں؟ غیبت کہتے ہیں کہ کسی کی غیر موجودگی میں اس کے بارے میں کوئی ایسی بات کرنا جو اس میں موجود ہو اور اگر وہ بات اس کے سامنے کی جائے تو اسے ناگوار گزرے۔

غیبت کرنا کتنا بڑا گناہ ہے اور اس کی وجہ سے کتنے بڑے بڑے نقصانات ہوتے ہیں اس کا ہم روزانہ مشاہدہ کرتے رہتے ہیں اسی وجہ سے اللہ اور اس کے رسول نے اس برائی سے بچنے کی تلقین فرمائی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا:

"وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا" (حجرات)

"کہ تم میں سے بعض، بعض کی غیبت نہ کریں"

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"الغیبۃ اشد من الزنا" (الحدیث)

"غیبت زنا سے زیادہ سخت ہے"

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

"غیبت تو یہ ہے کہ! تو اپنے بھائی کا ذکر اس طرح کرے جو اسے ناگوار گزرے" عرض کیا گیا کہ اگر میرے بھائی میں وہ بات پائی جاتی ہو جو میں کہہ رہا ہوں تو اس صورت میں آپ ؐ کا کیا خیال ہے؟

تو آپ ؐ نے فرمایا" کہ اگر اس میں وہ بات پائی جاتی ہو تو تو نے اس کی غیبت کی اور اگر نہ پائی جاتی ہو تو تو نے اس پر بہتان لگایا" (الحدیث)

قارئین! اگر اس حدیث مبارکہ پر غور کیا جائے تو کئی باتیں سمجھ میں آتی ہیں:

(۱) کہ کوئی بات ایسی کرنا جو کہ سچ ہو مگر جس شخص کے حوالے سے بات کی جا رہی ہے یعنی جسکے بارے میں بات کی جا رہی ہے اگر اسے پتہ چلے تو وہ برا سمجھے وہ غیبت ہے اور ایسی بات کرنا منع ہے، اور اس کا گناہ کتنا بڑا ہے اس کو مثال دیکر فرمایا: دنیا کا ذلیل سے ذلیل اور گھٹیا سے گھٹیا انسان بھی اس بات پر کبھی راضی نہ ہوگا کہ وہ اپنی والدہ محترمہ سے بدکاری کرے فرمایا کہ یہ گناہ ماں سے بدکاری کے گناہ سے بھی زیادہ سخت اور برا ہے۔

(۲) دوسری بات آپ جو بات کہہ رہے ہو وہ اس میں نہ پائی جاتی ہو تو وہ تہمت ہے اور بات جتنی بڑی ہوگی تہمت بھی اتنی شدید ہوگی اور تہمت پر شریعت نے حد لگانے کی اجازت دی ہے اور اس "حد" کو مقید نہیں کیا بلکہ امام وقت کے ذمہ لگا دیا کہ ماحول کو دیکھے اور لوگوں کی عبرت کے لئے "حد" جاری کرے۔

(۳) اس کی برائی اور گناہ تو اپنی جگہ مگر اس کے ذریعے سے معاشرہ میں کیا کیا برائی پھیلتی ہے۔

اگر یہ غیبت بیوی کے بارے میں کی جائے تو اس کا ہنستا بستا گھر جہنم بن جائے گا۔

اگر ساس سے کی جائے تو لڑائی جھگڑے اور مستقبل کی خرابی۔ اگر پڑوسی کی کی جائے تو روابط اور تعلقات کا بگاڑ ہے۔ اور اگر ایک قوم کی کی جائے تو لمبی لمبی جنگوں اور فساد کا خطرہ ہے۔

چنانچہ ایک حدیث میں وارد ہے کہ حضرت ماعز بن مالک اسلمی رضی اللہ عنہما کو جب زنا کے جرم میں رجم کیا گیا تو حضور ﷺ نے راہ چلتے ایک صاحب سے سنا وہ کسی سے کہہ رہا تھا کہ "اس شخص (ماعز رضی اللہ عنہ) کو دیکھو اللہ تعالیٰ نے اس کا پردہ ڈھانپ لیا تھا، مگر اس کے نفس نے اس کا پیچھا نہ چھوڑا جب تک کہ کتے کی موت نہ مار دیا گیا"

کچھ ہی دور آگے رستے میں ایک گدھے کی سڑی ہوئی لاش نظر آئی تو رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں اصحاب کو بلا کر فرمایا: اترو اور اس گدھے کی لاش کو کھاؤ" انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اسے بھلا کون کھائے گا؟

آپ ؐ نے فرمایا! ابھی ابھی تم جو اپنے بھائی کی عزت پر باتیں کر رہے تھے وہ اس گدھے کی لاش کھانے سے بھی بہت بری ہیں۔ (ابوداؤد شریف)

رسول اکرم ﷺ تمثیل کے ذریعے کس قدر آسان اور سہل انداز میں اس گناہ سے بچنے کی تربیت دے رہے ہیں اور اس کی قباحت اور گندگی کی مختلف مثالوں سے وضاحت فرمار ہے ہیں۔

ایک اور حدیث میں ارشاد فرمایا مفہوم ہے:

''کہ جس نے غیبت کی گویا اس نے اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھایا''

ایک تو انسانی گوشت کھانا بھی کیا قباحت ہے دوسرا اپنے ہی بھائی کا گوشت اور وہ بھی (مردار) مرے ہوئے بھائی کا۔

غیبت کرنا صرف برائی ہی نہیں ہے بلکہ دوسرے آدمی کی عزت گرانا ہے اور اس کی بےعزتی کرنی ہے اور یہ عمل بھی بے شک ایک غلط اور رسوا کن عمل ہے۔

ارشاد فرمایا: ''کہ بدترین زیادتی کسی مسلمان کی عزت پر ناحق حملہ کرنا ہے''

کسی کی عزت پر حملہ کرنا یقیناً کوئی اچھا عمل نہیں ہے حدیث مبارکہ ہے کہ (مَنْ ضَحِکَ ضُحِکَ) جو کسی پر ہنستا ہے اس پر بھی ہنسا جائیگا۔ مطلب ہے کہ اگر کسی کا مذاق اُڑاؤ گے تو کل تمہارا بھی مذاق اڑایا جائیگا۔ چاہیے تو یہ کہ اگر کسی کا مذاق بنایا جارہا ہو تو اس کو روکا جائے اور کسی سے زیادتی کی جارہی ہو تو اس کی مدد کی جائے۔ اس بات کو سمجھانے کیلئے ارشاد فرمایا:

''اگر کوئی شخص کسی مسلمان کی حمایت ایسے موقع پر نہیں کرتا ہے جہاں اس کی تذلیل کی جارہی ہو اور اس کی عزت پر حملہ کیا جارہا ہو۔ تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی حمایت ایسے مواقع پر نہیں کرتا جہاں وہ اللہ کی مدد کا طلب گار ہو۔ اور اگر کوئی شخص کسی مسلمان کی حمایت نہیں کرتا جہاں اس کی عزت پر حملہ کیا جارہا ہو اور اس کی تذلیل و توہین کی جارہی ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی مدد ایسے مواقع پر نہیں کرتا جہاں وہ چاہتا ہے کہ اللہ اس کی مدد کرے۔ (ابوداؤد شریف)

ہمارے پیارے آقا سرور دو عالم ﷺ نے کتنے پیارے اور احسن انداز میں آپس کے تعلقات کو قائم رکھنے سماجی و معاشرتی بھلائی کو اپنانے کا طریقہ سکھلایا اور اس کی تربیت دی ہے۔

کہ آخرت کی کامیابی بھی اسی میں ہے اور معاشرے میں امن و امان و بھائی چارہ بھی

اسی طور پر قائم ہوسکتا ہے کہ آپس کے تعلقات کو خوشگوار رکھو اور ایک دوسرے کی تعظیم کرو اور پردہ پوشی کرو تا کہ کسی کی عزت کا بھرم قائم رہے اور وہ تمہارے کام بھی آئے۔

اسی سلسلے میں ایک واقعہ ہے کہ ایک روز رسول اکرم ﷺ، ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف فرما تھے۔ ایک شخص نے آکر ملاقات کی اجازت طلب کی، حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ اپنے قبیلے کا (بدترین) بہت برا آدمی ہے۔ پھر آپؐ تشریف لے گئے اور اس سے بڑی نرمی سے بات کی۔

پھر جب گھر تشریف لائے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے تو اس سے بڑی اچھی طرح گفتگو فرمائی ہے۔ حالانکہ، باہر جاتے ہوئے آپ نے اس کے متعلق وہ کچھ فرمایا تھا۔ جواب میں آپؐ نے فرمایا۔

خدا کے نزدیک قیامت کے روز بدترین وہ شخص ہوگا جس کی بدزبانی سے ڈر کر لوگ اس سے ملنا جلنا چھوڑ دینگے۔ (بخاری و مسلم شریف)

رسول اکرم ﷺ بدزبانی سے بچنے کی تربیت اس لئے دے رہے ہیں کہ اگر کوئی شخص بدزبان ہے لوگوں کی غیبت کرتا ہے ان کی عزت تار تار کرتا ہے تو وہ برا ہے اور اس کی اس برائی کی وجہ سے لوگ اس سے ملنا جلنا چھوڑ دینگے۔ یا معاشرہ برائی کے طرف جائیگا سماجی تعلقات ختم ہونا شروع ہو جائینگے۔ فرد کی برائی سے معاشرتی برائیاں جنم لیتی ہیں معاشرے کے ایک فرد کا خراب ہونا معاشرہ کی تباہی کا آغاز بھی ہوسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس برائی سے بچائے۔ آمین۔

و ما علینا الا البلاغ

بیماری عبرت کے لئے ہے

ارشادنبوی ﷺ کا مفہوم ہے کہ: ''بیماری سے عبرت حاصل کرو''

جیسا کہ قرآن کریم میں عبرت حاصل کرنے کا اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا ہے:

''فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ'' (الآیۃ)

''اے آنکھوں والو عبرت حاصل کرو''

اس دنیا میں ہم چلتے پھرتے لاتعداد واقعات کا مشاہدہ کرتے ہیں اگر ان عوامل میں غور کیا جائے تو بے شمار سبق حاصل کیے جاسکتے ہیں۔

دنیا میں اللہ رب العزت نے کوئی بھی چیز بے کار نہیں بنائی ہر واقعے کے پیچھے کوئی نہ کوئی سبق ہوتا ہے جسے اللہ سے ڈرنے والے لوگ سمجھتے ہیں اور عبرت حاصل کرتے ہیں اور ان عبرتناک واقعات سے جو لوگ سبق حاصل نہیں کرتے ان کے بارے میں فرمان رسول ملاحظہ فرمایئے۔

فرمایا رسول اعظم سرور کون ومکان ﷺ نے منافق جب بیمار پڑتا ہے اور پھر اچھا ہو جاتا ہے تو اس کی مثال اس اونٹ کی سی ہوتی ہے جسے اس کے مالک نے باندھا تو اس کی سمجھ میں یہ نہ آیا کہ کیوں باندھا اور جب کھولا تو وہ کچھ نہ سمجھا کہ کیوں کھول دیا۔ (ابوداؤد شریف)

غور کا مقام ہے کہ رسول اکرم ﷺ ہمیں یہ تربیت وتلقین فرمارہے ہیں کہ اگر ہمارے ساتھ کوئی حادثہ پیش آجائے، بیماری میں مبتلا ہو جائیں یا کوئی تکلیف لگ جائے تو ہمیں اس میں غور کرنا چاہیے کہ ہمارا کوئی تو ایسا عمل ہے کہ جس کی وجہ سے ہم اس آزمائش وتکلیف میں مبتلا کیے گئے ہیں۔

اور جو شخص تکالیف وپریشانیوں کو آفات زمانہ سمجھے یا ان پر غور بھی نہ کرے بس زندگی گزارتا رہے تو اسے جانور سے تشبیہ دی ہے کہ جس طرح جانور میں کوئی احساسات نہیں ہوتے وہ کسی بھی عمل پر کوئی سبق حاصل نہیں کرتا، اسی طرح جو انسان ان معاملات وحالات پر عبرت کی نظر سے نہ سوچے تو وہ بھی جانور کی طرح معاملہ کررہا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں غور کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور عوامل زمانہ سے سبق حاصل کرنے والا بنائے۔

آداب مجلس

ارشادات نبوی ﷺ میں مجلس سے اٹھنے کے آداب بیان ہوئے ہیں ان کے مطابق مجالس کو سجانا اور ختم کرنا چاہئے۔ آج کل کے دور میں گپ شپ لگانا ایک معمول ہے اور لوگوں کے طبقات کے مطابق لوگوں کی مجلسیں منعقد ہوتی ہیں۔ اور مجلس میں ہر قسم کے مباحث گفتگو چھیڑتے ہیں کہیں کسی طور سے اور کہیں کسی طور سے مجلس کا کلچر پروان چڑھتا ہے۔

چونکہ اسلام ایک عالمگیر مذھب ہے اور اس نے ہمیں زندگی کے ہر معاملے کے آداب سکھائے ہیں، انہی آداب میں ایک ادب مجلس سے اٹھنے کا بھی ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''المجالس بالامانة'' (الحدیث)

''مجلسیں امانت کے ساتھ ہیں''

یعنی مجلس میں جو باتیں ذکر کی گئی ہوں اور جن پر گفتگو کی ہو ان باتوں کو دل میں رکھیں اور دوسروں سے اس کا ذکر نہ کریں۔ یہ وہ مجلسیں ہیں جو چند مخصوص افراد یا دو جماعتوں کے مابین خصوصی طور پر ہوئی ہوں۔ اسی طرح جب مجلس سے اٹھیں اور واپس ہوں تو اس کا ادب بھی ذکر فرمایا:

فرمایا............جو شخص کسی مجلس میں بیٹھا اور اس میں خوب قیل وقال ہوئی ہو وہ اگر اٹھنے سے پہلے یہ الفاظ کہے تو اللہ تعالیٰ ان باتوں کو معاف کردیتا ہے جو وہاں ہوئی ہوں۔

''سبحانک اللھم وبحمدک اشھد ان لا الہ الا انت و استغفرک و اتوب الیک''

''خداوندا میں تیری حمد کے ساتھ تیری تسبیح کرتا ہوں میں گواہی دیتا ہوں، کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ میں تجھ سے مغفرت چاہتا ہوں اور تیرے حضور توبہ کرتا ہوں''

گویا رسول اکرم ﷺ نے اس بات کی تربیت فرمائی ہے کہ مجلسیں باوقار اور بااعتماد ہوں، اور مجلس میں فضول قسم کی باتوں سے پرہیز کیا جائے اور اگر اتفاقاً ہوگئی ہوں تو مذکورہ دعا پڑھ لی جائے تاکہ ان سے معافی حاصل ہو جائے جو باتیں وہاں ہوئی ہوں یا یہ کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ان مجالس میں لازماً ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

حق گوئی سے کام لینا

ارشاد نبوی ﷺ ہے: ''جابر بادشاہ کے سامنے حق گوئی کرنا بہترین جہاد ہے'' (الحدیث)

سب سے پہلے یہ سمجھنا چاہئے کہ:

حق گوئی کسے کہتے ہیں؟ حق گوئی کا عام معنی تو یہ ہے کہ ''سچی بات کہنا'' اصل میں حقیقت یہ ہے کہ حالات کیسے بھی ہوں خطرات جیسے بھی ہوں چاہے جان جانے کا خدشہ ہو مگر جو بات سچ اور حقیقت ہو اسے بیان کرنا اور صاف صاف کہہ دینا حق گوئی ہے۔

چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''حق تو یہ ہے کہ جابر اور ظالم بادشاہ کے سامنے حق اور سچی بات کا اظہار کیا جائے''

اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں کبھی بھی حق کے سوا بات نہیں کرتا ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ کبھی کبھی آپ ہم سے مذاق بھی تو فرما لیا کرتے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: میں مذاق کے طور پر بھی فی الواقع حق کے سوا کچھ نہیں کہتا۔ (مسند احمد)

رسول اللہ ﷺ کی تربیت کا ایک پہلو اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہنسی مذاق کرنا ممنوع نہیں مگر اس میں بھی جھوٹ کی ملاوٹ نہ ہو، اگر کوئی بات مذاق میں بھی کہی جائے تو وہ جھوٹی نہ ہو بلکہ حقیقت ہو اور سچی ہو۔

اسی سلسلے میں محدثین نے ایک واقعہ نقل فرمایا ہے کہ مسند احمد اور ابوداؤد کے مطابق حضرت عبداللہ بن عمر بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں جو کچھ بھی رسول اللہ ﷺ سے سنتا تھا اسے لکھ لیا کرتا تھا۔ تاکہ اسے محفوظ کرلوں مگر قریش کے لوگوں نے مجھے اس سے

منع کیا اور کہنے لگے کہ تم ہر بات لکھتے چلے جاتے ہو حالانکہ رسول اللہ ﷺ انسان ہیں کبھی غصے میں کوئی بات بھی فرما دیتے ہیں۔ چنانچہ اس بات پر میں نے لکھنا چھوڑ دیا۔

بعد میں اس کا ذکر میں نے حضور ﷺ سے کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا تم لکھتے جاؤ اس ذات عالی کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ ''میری زبان سے کبھی حق کے سوا کوئی بات نہیں نکلتی''

حضور ﷺ کے اس ارشاد کی تائید قرآن مجید نے فرمائی:

''وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى'' (نجم پارہ ۲۷)

''(مفہوم) بے شک یہ نبی وہی کہتے ہیں جو وحی کیا جاتا ہے''

مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ حالت خوشی میں ہوں یا غمی میں۔ غصے میں ہوں یا خوشگوار موڈ میں، کبھی بھی لغو اور بے کار بات ارشاد نہیں فرماتے بلکہ وہی بات کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق کی بات ہو۔

چنانچہ ایک مرتبہ ایک بوڑھی عورت نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ میرے لیے دعا فرمائیں کہ میں جنت میں داخل ہو جاؤں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''جنت میں کوئی بڑھیا داخل نہ ہوگی'' یہ سن کر وہ عورت روتی ہوئی واپس چلی گئی۔ آپ ﷺ نے لوگوں سے فرمایا کہ جاؤ اسے بتادو کہ وہ بڑھاپے کی حالت میں جنت میں داخل نہیں ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ہم نئے سرے سے انہیں پیدا کرینگے اور باکرہ وکنواریاں بنا دیں گے۔ (شمائل ترمذی)

دیکھئے سرور دوعالم ﷺ نے ظرافت فرمائی مگر مذاق میں بھی حق کے سوا کچھ اور ارشاد نہیں فرمایا۔ آپ ﷺ نے ان ارشادات میں یہ تربیت دی ہے کہ مسلمان کو باوقار ہونا چاہیے باوقار ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ وہ کسی بھی حالت میں ہو اسے جھوٹ بولنے سے احتراز کرنا چاہیے اور سچ اور حق بولنا چاہیے۔ اور یہی تقویٰ کا تقاضا بھی ہے۔

اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

صدقہ وخیرات کا حکم

ارشادات نبوی ﷺ میں صدقہ کرنے کی اقسام اور طریقوں کا ذکر آیا ہے چنانچہ

صدقہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کے راستے میں ثواب کی نیت سے کوئی بھی چیز خرچ کرنا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا:

"اَقْرِضُوا اللّٰہَ قَرْضاً حَسَناً" (مائدہ)

"(مفہوم) اللہ تعالیٰ کو قرض دو اچھا قرض"

اس کی تشریح میں مفسرین نے لکھا ہے زکوٰۃ جو کہ سالانہ ادا کی جاتی ہے اس کے علاوہ جو مال اللہ کے راستے میں خرچ کیا جائے یہ وہ مال ہے۔ اور اللہ تعالیٰ پر یقین کامل رکھتے ہوئے ہم اس سے اللہ کے رضا مندی حاصل کرنا چاہتے ہیں اور قیامت میں اس کے بدلے کا یقین رکھتے ہوئے خرچ کرر ہے ہیں۔ کہ اس کا بدلہ ضرور ملے گا۔

صدقہ کا طریقہ کیا ہے؟ اس سلسلے میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اس طرح صدقہ کرو کہ دائیں ہاتھ سے دو تو بائیں ہاتھ کو خبر بھی نہ ہو"

گویا بغیر ظاہر کیے صدقہ کیا جائے اور مقصود ریا اور دکھاوا نہ ہو۔

(۲) کیا کسی دوسرے کے ایصال ثواب کیلئے صدقہ کیا جا سکتا ہے؟ تو اس کا جواب حدیث مبارکہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت حسن بصریؒ کی روایت ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ، میری والدہ کا انتقال ہو گیا ہے کیا میں ان کی طرف سے صدقہ کر سکتا ہوں؟ آپ ؐ نے ارشاد فرمایا! "ہاں" (مسند احمد، ابوداؤد، ترمذی)

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے میت کی طرف سے صدقہ کرنے کی اجازت دی ہے اور اسے میت کے لیے نافع بتایا ہے (اس طرح کی روایات مسند احمد، ترمذی ابوداؤد میں بھی ہیں)

اس طرح رسول اللہ ﷺ نے صدقہ کرنے کی تلقین مختلف انداز سے فرمائی ہے۔

(۳) صدقے کا ایک طریقہ اور بیان فرمایا چنانچہ دار قطنی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: "جس شخص کا قبرستان پر سے گزر ہو اور وہ گیارہ مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھ کر اس کا اجر مرنے والوں کو بخش دے تو جتنے مردے ہیں اتنا

ہی اجر اس کو عطا کیا جائیگا"

یہ ہے مذہب اسلام کی نورانی تعلیم کہ دوست احباب اور جاننے والوں پر بھی نہیں بلکہ دیگر لوگوں کے لئے بھی ایصال ثواب کرے۔

بہترین صدقہ کیا ہے؟ اس کی کیفیت کیا ہے؟ کیا اس صدقہ کے لئے آدمی کا امیر کبیر ہونا ضروری ہے؟ کیا وہ مال ضرورت سے زائد ہو؟ یا فالتو چیز یا مال رکھا ہو تو اسے خرچ کیا جائے؟ اس سلسلے میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ملاحظہ فرمائیں:

چنانچہ ایک شخص نے حضور اکرم ﷺ سے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ کس صدقے کا اجر سب سے زیادہ ہے؟

"فرمایا..... یہ کہ تو صدقہ اس حال میں کرے کہ تو صحیح وتندرست ہو۔
مال کی کمی کے باعث تو اسے بچا کر رکھنے کی ضرورت محسوس کرتا ہو۔
اور اسے کسی کاروبار میں لگا کر زیادہ (منافع) کما لینے کی امید ہو۔
اس وقت کا انتظار نہ کر کہ جب جان نکلنے لگے۔ تو تو کہے کہ یہ فلاں کو دے دیا جائے یہ فلاں کو...... ارے اس وقت تو یہ مال فلاں فلاں کو جانا ہی ہے" (مسلم شریف)

ایک اور حدیث میں وارد ہے آپ ؐ نے فرمایا:

"آدمی کہتا ہے کہ میرا مال، میرا مال، حالانکہ تیرے مال میں سے تیرا حصہ اس کے سوا کیا ہے جو تو نے کھا کر ختم کر دیا۔ یا اسے پہن کر پرانا کر دیا، یا صدقہ کر کے آگے بھیج دیا؟ (یاد رکھ) اس کے سوا جو کچھ بھی ہے وہ تیرے ہاتھ سے جانے والا ہے اور تو اسے دوسروں کے لئے چھوڑ جانے والا ہے" (مسلم شریف)

رسول اکرم ﷺ نے ان ارشادات میں یہ تربیت فرمائی ہے اپنی ضروریات کو چھوڑ کر دوسروں کی ضرورت کو پورا کرنا اور صدقہ ایسے ایسے وقت میں کرنا کہ جب پریشانی نہ ہو تندرست وتوانا ہو اور مال موجود ہو اور ارادہ یہ ہو کہ اس کے ذریعے منافع کمانا ہے۔ مگر اللہ کی

رضا کے پیش نظر دوسروں کی حاجت براری کی جائے۔ ورنہ بیماری و پریشانی میں تو ہر ایک ہی
صدقہ کرتا ہے یہ الگ بات ہے کہ بیماری میں صدقہ کرنا دافع بلاء ہے۔ اور اس بات کو بھی
واضح فرمایا کہ اصل آدمی کا مال وہ ہے جو اس نے خرچ کر دیا یا پہن لیا یا کھا لیا۔ لیکن وہ مال
جو اسے بعد میں فائدہ دے وہ مال وہ ہے جو اس نے اللہ کے راستے میں خرچ کیا ہو اور آگے
بھیج دیا ہو۔ اسی طرح اپنی تنگی ترشی کے زمانے میں صدقہ وخیرات کرنا وہ بھی عادتاً کہ خوشحالی
کے زمانے میں کرتے آئے ہوں" صدقہ کی اصل روح ہے۔

(۴) جب قرآن مجید کی سورۃ حدید کی آیت نمبر ۱۱ نازل ہوئی جس کا مفہوم ہے کہ
کون ہے جو اللہ تعالیٰ کو قرض دے؟ اچھا قرض تا کہ اللہ تعالیٰ اسے کئی گناہ بڑھا کر
واپس دے اور اس کے لیے بہترین اجر ہے۔

تو اور صحابہ اکرام ؓ نے یہ آپ ؐ کی زبان مبارک سے سنا تو حضرت ابودحداح ؓ
نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا اللہ تعالیٰ ہم سے قرض چاہتا ہے؟

حضور ﷺ فرمایا "ہاں" اے ابودحداح تو انہوں نے کہا ذرا اپنا ہاتھ تو مجھے
دکھایئے۔ آپ ؐ اپنا ہاتھ ان کی طرف بڑھا دیا۔ انہوں نے آپ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر
کہا میں نے اپنے رب کو اپنا باغ قرض دے دیا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں اس باغ میں چھ سو کھجور کے درخت تھے۔ جب
انہوں نے یہ بات اپنی زوجہ کو بتائی تو انہوں نے کہا۔ کہ اے ابودحداح تم نے نفع کا سودا
کیا۔ پھر اپنے بچے اور سامان وغیرہ لے کر باغ سے نکل آئیں۔ کیونکہ ابودحداح کی رہائش
بھی اسی باغ میں تھی۔

یہ تھی صحابہ کی جانثاری وایثار اور بہترین صدقہ کہ وہ ہمیشہ آخرت کو دنیا کی زندگی
پر ترجیح دیتے تھے۔ جو رسول اکرم ﷺ کی تربیت کا نتیجہ تھا۔
اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

دین کی حفاظت کے لئے ہجرت کرنا

ارشاد نبوی ﷺ کا مفہوم ہے کہ "دین کو فتنہ سے بچانے کے لئے ہجرت کرنے والا
صدیق اور شہید کا درجہ پاتا ہے" تقریباً ہر زمانے میں ہجرت کی ضرورت مختلف علاقوں میں
رہتی ہے اور آج کا دور جو کہ انتہائی پرفتن دور ہے، بے دینی الحاد بے حیائی اور فحاشی کا دور
دورہ ہے، آج اپنے ایمان کی حفاظت انتہائی مشکل ہو چکی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ جان
کی کوئی قیمت ہی نہیں۔

گویا آج کے دور میں اپنا ایمان اور جان بچانا انتہائی مشکل ہو گیا ہے۔ اور ایمان ایسی
چیز ہے کہ آخرت میں اس کے علاوہ کوئی چارہ کار نہ ہوگا اور اس کی حفاظت جان سے بھی
زیادہ ضروری ہے۔ اگر کوئی شخص ایسے پرفتن علاقے میں رہتا ہو جہاں شیطان اور اس کی
ذریات کا قبضہ ہو۔ ایمان کی سلامتی نظر آتی ہو نہ جان کی حفاظت ممکن ہو اور آخر ایسا شخص
اپنی جان اور ایمان کی حفاظت کے لئے کیا کرے؟ اس کے لئے رسول اکرم ﷺ کے
ارشادات میں روشنی و رہنمائی ملتی ہے۔ چنانچہ حضرت ابودرداء ؓ راوی ہیں کہ رسول ﷺ
نے ارشاد فرمایا:

"جو شخص اپنی جان اور اپنے دین کو فتنے سے بچانے کے لئے کسی
سرزمین سے ہجرت کر جائے، وہ اللہ کے ہاں "صدیق" لکھا جاتا
ہے اور جب مر جاتا ہے تو اللہ شہید کی حیثیت سے اس کی روح قبض
فرماتا ہے" (ابن مردویہ)

اس حدیث مبارکہ سے واضح ہوتا ہے اپنی جان اور ایمان کی سلامتی از حد ضروری ہے اور
اس کی حفاظت کے لئے اگر اپنا گھر بار چھوڑنا پڑے اپنے آباؤ اجداد کی زمین ترک کرنا پڑے تو
کر دی جائے حالانکہ اپنے آباؤ اجداد کی زمین اور جائے پیدائش سے انسان کو فطری محبت ہوتی
ہے اسے چھوڑنا مشکل ہوتا ہے اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے انعامات کا وعدہ بھی فرمایا ہے۔
اور وہ انعام اتنا بڑا ہے کہ نبی کے بعد جس کا مرتبہ اللہ کے ہاں نبوت کے بعد سب

سے بڑا ہے یعنی ''صدیق'' کا درجہ اور ہجرت کے بعد دوسری زمین میں وفات ہو جائے تو ایک اور انعام کہ جسکے لئے پیغمبر اسلام ﷺ نے بھی دعا فرمائی یعنی ''شہادت'' کا درجہ تو رسول اکرم ﷺ یہاں یہ تربیت دے رہے ہیں کہ دین کی سلامتی اور بقاء کی خاطر جان و مال کی طرح وطن مالوف کی قربانی دینے کے لئے تیار رہنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے ایمان کی حفاظت کی توفیق عطا فرمائے۔

دین کے معاملے میں خود پر سختی کرنے کی ممانعت

ارشاد نبوی ﷺ ہے: ''اپنے اوپر بے جا سختی مت کرو'' (الحدیث)

چونکہ اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے اور اس کا ہر حکم انسانی فلاح و بہبود کا ضامن ہے اور کوئی بھی حکم ایسا نہیں ہے کہ جس کی ادائیگی کی وجہ سے عام زندگی کے دوسرے جائز اعمال میں کمی کوتاہی ہو یا انہیں بالکل ترک کرنا پڑے۔

اور اس بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں واضح ارشاد فرمایا ہے:

''لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْساً اِلَّا وُسْعَھَا'' (البقرہ)

(مفہوم) ''کہ اللہ تعالیٰ نے کسی نفس (جان) کو اس کی وسعت (اس کی برداشت) سے زیادہ کا جواب دہ نہیں بنایا''

اس سے پتہ چلا کہ احکام اسلام میں سے کوئی حکم انسانی وسعت سے باہر نہیں۔

اور جب اسلام نے اس قسم کی کوئی پابندی نہیں لگائی تو پھر اگر کوئی انسان خود اپنے اوپر کوئی حکم لاگو کرلے جس کی وجہ سے بہت سی خرابیاں پیدا ہوں، ذریعہ معاش میں پریشانی ہو، گھریلو ذمہ داری صحیح طرح نہ نبھا سکے میاں بیوی کے حقوق ادا نہ کرسکے تو اس طرح کے کسی عمل کی اسلام اجازت نہیں دیتا۔

اسی سلسلے میں ایک واقعہ بخاری و مسلم شریف میں درج ہے۔

کہ تین اصحاب رضی اللہ عنہم نبی کریم ﷺ ایک جگہ جمع ہوئے اور زہد و عبادت کی باتیں کرتے ہوئے ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں ہمیشہ ساری رات نماز پڑھا کرونگا۔

دوسرے صحابیؓ نے کہا کہ میں ہمیشہ روزہ رکھوں گا اور زندگی بھر ناغہ نہیں کروں گا تیسرے صحابی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نہ کبھی شادی کرونگا اور نہ کبھی عورت سے کوئی واسطہ رکھوں گا۔

رسول اللہ ﷺ نے جب ان کی یہ باتیں سنیں تو ارشاد فرمایا: ''خدا کی قسم میں تم سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں۔ اور اس سے تقویٰ کرتا ہوں۔ مگر میرا طریقہ یہ ہے کہ میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور نہیں بھی رکھتا۔ میں راتوں کو نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں''

''فمن رغب عن سنتي فليس مني''

''لہٰذا جو شخص میری سنت سے اعراض کرے اسکا مجھ سے کوئی واسطہ نہیں''

(بخاری شریف، مسلم شریف)

ایک اور حدیث میں ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اپنے اوپر سختی نہ کرو کہ اللہ تم پر سختی کرے ایک گروہ نے یہی تشدد اختیار کیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے بھی پھر اسے سخت پکڑا۔ دیکھ لو ان کے بقایا راہب خانوں اور کنیسوں میں موجود ہیں'' (ابوداؤد شریف)

ان دونوں احادیث میں رسول اللہ ﷺ نے کوئی بھی ایسا عمل کرنے سے منع فرمایا ہے کہ جو سختی میں شمار ہو اور دیگر ذمہ داریوں میں مخل ہو۔

کیونکہ اگر کوئی پوری رات نماز پڑھے تو لازمی سی بات ہے کہ نہ تو وہ زوجہ کا حق ادا کرے گا نہ دن کے اوقات میں نیند کی وجہ سے دیگر ذمہ داریاں ادا کرسکے گا۔

اسی طرح روزہ دار دن بدن کمزور ہو جائیگا جس کی وجہ سے بھی اسی طرح کے معاملات درپیش ہونگے۔

اور جو شخص بلاوجہ نکاح سے انکار کرے اسکا بالآخر گناہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہے، اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"لا رهبانية في الاسلام" (الحدیث)

"اسلام میں رہبانیت نہیں ہے"

چنانچہ رسول اکرم ﷺ نے ان ارشادات میں یہ تربیت فرمائی ہے کہ اسلام میں نفلی عمل کے معاملہ میں سختی کا کام نہیں ہے ایسی سختی نہ ہو۔

جس سے روزمرہ کے کام رک جائیں یا اہل خانہ وغیرہ کے حقوق پامال ہوں اسی لئے خاص طور سے رہبانیت کا نام لیکر انکار فرمایا کہ رہبانیت کی اسلام میں گنجائش نہیں ہے کہ انسان دین کے نام پر دنیاوی ضروری امور سے بھی بیگانہ اور دست کش ہوکر کونے میں بیٹھ جائے۔ خود رسول اکرم ﷺ جو کہ عابدین وزاہدین وفقراء کے سردار تھے گھر بار بیوی بچوں والے تھے لوگوں میں اٹھتے بیٹھتے اور ایک بڑی سلطنت کے حکمران تھے انہوں نے دین کی خاطر کاروبار دنیا سے کنارہ کشی اختیار نہیں کی۔ سو ہمیں بھی ان ہی کی پیروی کرنی ہے ان ہی جیسا بننے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

ارشاد نبوی ﷺ ہے: "مجلس میں سرگوشی نہ کرو" (الحدیث)

یہ انسانی نفسیات ہے کہ اگر چند افراد ایک جگہ جمع ہوں اور بات کرتے کرتے درمیان میں دو افراد سرگوشیوں میں اپنی کوئی بات کرنا شروع کر دیں تو دیگر افراد اس بات کو محسوس کرتے ہیں اور اگر کوئی بدگمانی کا مریض ہو تو وہ غلط ہی سمجھ بیٹھتا ہے کہ شاید یہ لوگ میرے بارے میں کچھ باتیں کر رہے ہیں یا میرے خلاف کوئی سازش کر رہے ہیں۔ اگر نہ بھی سوچے تب بھی بات چھپانا اسے برا لگتا ہے۔

یہ بات کہ دو افراد کا دیگر افراد کے ساتھ بیٹھے ہوئے بھی کھسر پھسر کرنا اور سرگوشی میں بات چیت کرنا جہاں آداب مجلس کے منافی ہے وہیں اس کے ذریعے سے شر وفساد پھیلنے کا اندیشہ بھی ہے۔

اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے جو کہ امت کے لئے ایک مشفق ومربی اور روحانی طبیب ہیں کہ ہر بیماری کا تدارک بتاتے ہیں فرمایا: "جب تین آدمی بیٹھے ہوں تو دو آدمی آپس میں کھسر پھسر یعنی سرگوشی نہ کریں۔ کیونکہ یہ تیسرے آدمی کے لئے باعث رنج ہوگا"

(بخاری، مسلم، ترمذی)

یہ ہے رسول اللہ ﷺ کی تربیت اور ان کی تعلیم کہ جہاں سے فتنہ پھیلنے کا اندیشہ بھی ہے وہاں جانے اور اسے اختیار کرنے سے روک دیا یہاں تک کہ ہر ایسا عمل کہ جس کے ذریعے کسی دوسرے کو رنج وتکلیف ہو حالانکہ اس کا تعلق اس معاملے سے بھی نہ ہو تب بھی ایسا کرنے سے منع فرمایا ہے۔

چنانچہ فرمایا: "اتقوا مواضع التهم"

"جہاں سے تہمت والزام کا اندیشہ ہو ان جگہوں سے بچو"

اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

جگہ اور کشادگی

ارشاد نبوی ﷺ: "کسی شخص کو ہٹا کر اس کی جگہ نہ بیٹھو بلکہ دوسروں کے لئے جگہ کشادہ کرو" (الحدیث)

یہ دنیا کی رسم ہے کہ عزت کرو گے تو عزت پاؤ گے اور لوگوں میں ادب وآداب سے رہو گے تو بااخلاق و باادب کہلاؤ گے ہر شخص تم سے محبت کریگا اور یہ ہمارا روزمرہ کا مشاہدہ و تجربہ بھی ہے۔ (یعنی عزت کرو گے عزت ملے گی ادب کرو گے ادب پاؤ گے)

اسی بارے میں دیکھتے ہیں کہ اسلام ہمیں کیا بتاتا ہے اور رحمۃ للعالمین ﷺ نے ہمیں کیا تلقین فرمائی ہے۔

رحمۃ اللعالمین شفیع المذنبین ﷺ نے ارشاد فرمایا............ "کوئی شخص کسی کو اٹھا کر اس کی جگہ نہ بیٹھے بلکہ تم لوگ خود دوسروں کے لئے جگہ کشادہ کرو"

ذرا اس حدیث مبارک میں باریکی سے نظر ڈالیں تو ہمیں کئی سبق حاصل ہونگے۔

پہلا فرمان ہے کہ "کسی کو اٹھا کر اس کی جگہ نہ بیٹھو" اس کو صرف بیٹھنے کی جگہ پر محمول نہیں کیا جا سکتا بلکہ آج کے دور میں ہم دیکھتے ہیں کہ بل جمع کرانے کو بینکوں کے آگے اور سامان کے لئے یوٹیلیٹی اسٹورز کے سامنے لمبی لمبی قطاریں لگی ہوئی ہوتی ہیں۔

اب اگر ان مقامات پر کوئی آتا ہے تو اس کو چاہیے کہ قطار کے آخر میں جا کر کھڑا ہو،

مگر ڈھٹائی اور غلط طریقے سے کسی کمزور کو ہٹا کر اس کی جگہ کھڑا ہونا ادب کے خلاف بھی ہے اور ناجائز بھی ہے۔

اور دوسرا فرمان یہ ہے کہ ''بلکہ تم لوگ خود دوسروں کے لئے جگہ کشادہ کرو'' یعنی اگر کہیں بیٹھے ہوں اور کوئی شخص آئے پر جگہ نہ ہو تو تھوڑا مل کے بیٹھیں اور اس کے لیے جگہ بنالیں اس طرح مل کر بیٹھنے سے دل بھی آپس میں ملیں گے اور محبت بھی بڑھے گی۔

اسی مضمون کی ایک حدیث ترمذیؒ نے نقل کی ہے کہ ھادی عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''کسی شخص کے لئے یہ حلال (جائز) نہیں ہے کہ وہ دو آدمیوں کے درمیان ان کی اجازت کے بغیر گھس جائے'' (ترمذی، ابوداؤد، مسند احمد)

رسول اکرم ﷺ کے اس تربیتی ارشاد میں بھی واضح طور پر یہی ادب سکھایا گیا ہے کہ دوسروں کو اپنی آسانی کی خاطر تکلیف نہ دو۔ اور یہ بات ہر شخص ناپسند کرتا ہے کہ دو افراد آپس میں بیٹھے کہیں بات چیت میں مشغول ہوں اور کوئی شخص آ کر ان کے بیچ میں بیٹھ جائے اور ان کے درمیان مخل ہو۔ نہ جانے وہ کسی اہم اور ذاتی مسئلہ پر مشورہ کر رہے ہوں کسی کو کسی کے ذاتی معاملہ میں دخل دینے کا حق نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

منافق کی پہچان:

ارشاد نبوی ﷺ ہے: ''منافق کی تین نشانیاں ہیں جھوٹ بولے، وعدہ خلافی کرے، خیانت کرے'' (الحدیث)

اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

''اِنَّ الْمُنَافِقِیْنَ فِی الدَّرْکِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ'' (النساء)

''منافقین آگ (جہنم) کے سب سے نچلے درجے میں ہونگے''

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

''یا ایُّھا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِیْنَ'' (سورہ براءت)

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچے لوگوں کے ساتھ ہو جاؤ''

اللہ رب العزت نے منافقین کے لئے فرمایا کہ وہ جہنم کے سب سے نچلے درجے میں

ہونگے، یہ ہمارا مشاہدہ ہے کہ آگ کا سب سے نچلا حصہ اس کے اوپر والے حصہ سے کئی گنا گرم ہے اور اس میں آگ کی شدت بہت ہے۔

یہ درجہ منافقین کے لئے کیوں متعین کیا گیا ہے، حالانکہ وہ ظاہراً اسلامی احکامات کی پابندی کرتے ہیں، جبکہ کفار تو صریح نافرمانیاں کرتے ہیں پھر انہیں ان سے بھی زیادہ سخت عذاب کیوں؟

اس کی وجہ منافقت یعنی دھوکہ بازی ہے اور یہی صفت اگر کسی مسلمان میں ہو تو اس کو بھی رسول اللہ ﷺ نے منافقین کی صف میں شمار فرمایا ہے۔

وہ دھوکہ دہی کیا ہے اور وہ کونسی نشانیاں ہیں کہ جن کی بنا پر انسان کو منافق کہا گیا ہے اور اتنی بڑی سزا کا مستحق قرار دیا گیا ہے۔

اسی بات کو ہم ہمارے پیارے نبی ﷺ کی زبانی سنتے پڑھتے ہیں کہ آپؐ نے کیا ارشاد فرمایا ہے: منافق کے متعلق آپؐ نے فرمایا:

منافق کی تین نشانیاں ہیں، اگرچہ وہ نماز پڑھتا ہو۔ روزہ رکھتا ہو اور مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتا ہو۔

(۱) یہ کہ جب کوئی بات کرے تو جھوٹ بولے۔

(۲) جب وعدہ کرے تو اس کی خلاف ورزی کرے۔

(۳) جب کوئی امانت اس کے سپرد کی جائے تو اس میں خیانت کرے۔

(بخاری و مسلم شریف)

ایک دوسری حدیث مبارکہ میں آپؐ نے چار نشانیاں بیان فرمائی ہیں۔ فرمایا جس کا مفہوم ہے چار صفتیں ایسی ہیں کہ جس شخص میں وہ چاروں صفتیں پائی جائیں وہ خالص منافق ہے اور جس میں کوئی ایک صفت پائی جائے اس میں منافقت کی ایک خصلت موجود ہے۔ جب تک کہ وہ اسے چھوڑ نہ دے۔

(۱) یہ کہ جب امانت سپرد کی جائے تو خیانت کرے۔

(۲) جب بولے تو جھوٹ بولے۔

(۳) جب عہد کرے تو خلاف ورزی کرے۔

(۴) جب لڑے تو اخلاق و دیانت کی حدیں توڑ ڈالے۔ (یعنی گالی گلوچ کرے)

(بخاری و مسلم)

یہ ذرا غور کا مقام ہے اور آج کے دور میں اس معاملے میں ہم کتنا ملوث ہیں اس پر غور کرلیں۔ کہ بظاہر معمولی نظر آنے والے گناہ کتنے شدید ہیں اور ان پر کتنی بڑی سزا رب کریم نے تجویز کی ہے۔

آج ہم معمولی معمولی بات پر گالی گلوچ کرتے ہیں، جھوٹ تو کاروبار میں فیشن بن چکا ہے، اور وعدے کی خلاف ورزیوں کی وجہ سے آج کوئی کسی کی مدد نہیں کرتا کہ کل یہ میرے لئے مصیبت بن جائیگا اس پر غور کرنے کی اور فوراً چھوڑنے کی ضرورت ہے ورنہ قیامت میں چھٹکارے کی کوئی صورت نہ بنے گی نہ نماز نہ روزہ۔

اور اس سے بڑھ کر رسول اللہ ﷺ کا منافق سے احتراز کرنا ہے۔ جو کہ حدیث مبارکہ میں دعا کی صورت میں وارد ہے۔ کہ آپؐ نے منافق کے احسان سے بھی پناہ مانگی ہے۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول کریم ﷺ نے دعا فرمائی کہ اے خدایا کسی فاجر (اور ایک روایت فاسق) کا میرے اوپر کوئی احسان نہ ہونے دے کہ میرے دل میں اس کے لیے کوئی محبت پیدا ہو۔ کیونکہ تیری نازل کردہ وحی میں میں نے یہ بات پائی ہے کہ..... اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھنے والوں کو تم اللہ اور رسول کے مخالفوں سے محبت کرتے نہ پاؤ گے (دیلمی)

رسول اکرم ﷺ کے مذکورہ ارشادات منافقت سے بچنے کی تربیت پر مشتمل ہیں اور دعوت دیتے ہیں کہ ذرا ہم غور کریں کہ آج ہم اسلام سے کہیں دور تو نہیں؟

اور اللہ کی صریح نافرمانیاں تو نہیں کررہے؟ اگر ہاں! تو کیا ہم اس صورت میں رسول اللہ ﷺ کے محبوب بن سکیں گے؟

اللہ تعالیٰ ہمیں سچا مومن بنائے اور منافقت کی ہر قسم اور شعبہ سے بچائے۔ آمین

مسجد میں دوڑنے بھاگنے کی ممانعت

ارشاد نبوی ﷺ ہے: ''نماز کے لئے (مسجد میں) دوڑتے ہوئے مت آؤ'' (الحدیث)

عموماً ایسا ہوتا ہے کہ کوئی شخص مسجد میں نماز کیلئے آتا ہے اور جماعت کھڑی ہو چکی ہوتی ہے، اگر امام رکوع میں چلا جائے تو رکعت کو پانے کے لئے مسجد میں دوڑتے بھاگتے ہوئے جماعت سے ملنے کی کوشش کی جاتی ہے اس کے لئے رسول اکرم ﷺ نے یہ تعلیم دی ہے چنانچہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

''کہ جب نماز کھڑی ہو تو اس کی طرف سکون اور وقار کے ساتھ چل کر آؤ بھاگتے ہوئے نہ آؤ۔ پھر جتنی نماز بھی مل جائے اس میں شامل ہو جاؤ اور جتنی چھوٹ جائے اسے بعد میں پورا کر لو''

(صحاح ستہ)

یہ مضمون کتنا اہم ہے اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس حدیث مبارکہ کو تمام محدثین نے نقل فرمایا ہے اور یہ حدیث صحاح ستہ میں موجود ہے۔

اب اس بات کی طرف بھی غور کیا جائے کہ کیا وجہ ہے کہ اس بات سے منع فرمایا گیا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ جب بھاگتے بھاگتے رکوع میں ملنے کی کوشش کرتے ہیں تو اس وقت نہ تو صحیح کھڑے ہو پاتے ہیں نہ صحیح تکبیر تحریمہ کہی جاتی ہے اور ایک دم رکوع میں چلے جاتے ہیں جس سے بعض اوقات نماز بھی درست نہیں ہوتی اصل وجہ یہ ہے کہ مسجد اللہ کا گھر ہے اور اس کا احترام سب پر واجب ہے اور مسجد میں بھاگنا ادب کے منافی ہے اور پھر مومن کو خود باوقار ہونا ضروری ہے۔ ویسے بھی رسول اللہ ﷺ نے کسی بھی کام میں عجلت سے منع فرمایا ہے کیونکہ:

''العجلة من الشيطان'' (الحديث)

''جلدی شیطان کا کام ہے اس سے کام بگڑ جاتے ہیں''

اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطاء فرمائے۔

جمعہ کی اہمیت وفضیلت

نماز ایک اہم عبادت ہے اسی لیے اسے دین کا ستون قرار دیا گیا ہے اور تمام نمازوں میں سب سے زیادہ اہمیت وفضیلت جمعہ کی نماز کی ہے۔ جس طرح جمعہ کے دن کی اہمیت و فضیلت ہے اسی طرح نماز جمعہ کی بھی بہت فضیلت ہے۔ اور اس کے ترک کرنے پر بہت سی وعیدیں وارد ہوئی ہیں۔

جمعہ اور نماز جمعہ کے فضائل بے شمار ہیں، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

> ''جو مسلمان جمعہ کے دن غسل کرے اور حتی الامکان اپنے آپ کو زیادہ سے زیادہ پاک کرے۔ سر میں تیل لگائے یا جو خوشبو گھر میں موجود ہو وہ لگائے پھر مسجد میں جائے اور دو آدمیوں کو ہٹا کر ان کے بیچ میں نہ بیٹھے۔ پھر جتنی کچھ اللہ توفیق دے اتنی نماز (نفل) پڑھے۔ پھر جب امام بولے تو خاموش رہے تو اس کے قصور (گناہ) ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک معاف ہو جاتے ہیں'' (بخاری، مسند احمد)

اس حدیث مبارکہ میں گناہ معاف کروانے کا آسان طریقہ اور اپنے آپ کو صاف ستھرا رکھنے کی تلقین فرمائی گئی ہے۔

ایک حدیث حضرت جابر بن نمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

> ''آج سے لیکر قیامت تک جمعہ تم لوگوں پر فرض ہے جو شخص اسے معمولی چیز سمجھ کر یا اس کا حق نہ مان کر اسے چھوڑ دے، خدا اس کا حال درست نہ کرے۔ نہ اسے برکت دے۔ خوب سن لو، اس کی نماز نماز نہیں، اس کی زکوٰۃ، زکوٰۃ نہیں اس کا حج، حج نہیں۔ اس کا روزہ، روزہ نہیں، اس کی کوئی نیکی، نیکی نہیں جب تک کہ وہ توبہ نہ کرے پھر

> جو توبہ کرے اللہ اسے معاف کرنے والا ہے'' (ابن ماجہ۔ بزاز)

اس حدیث مبارکہ میں جہاں جمعہ کی فرضیت کو بیان کیا گیا ہے وہیں رسول اکرم ﷺ کی بددعا نے اس کی اہمیت کو بھی اجاگر کر دیا ہے، اور ایک قاعدہ بھی بیان فرما دیا کہ گناہ کتنے بھی زیادہ ہوں کتنے بھی کبائر میں سے ہوں اگر اللہ تعالیٰ سے توبہ کی جائے معافی مانگی جائے تو وہ رحیم ذات معاف فرما دیتی ہے۔

ایک اور حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

> ''میرا دل چاہتا ہے کہ کسی اور شخص کو اپنی جگہ نماز پڑھانے کے لئے کھڑا کر دوں اور جا کر ان لوگوں کے گھر جلا دوں جو جمعہ کی نماز پڑھنے کے لئے نہیں آتے'' (بخاری، مسند احمد)

ایک اور حدیث میں آپؐ نے فرمایا:

> ''لوگوں کو چاہیے کہ جمعہ چھوڑنے سے باز آ جائیں ورنہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر ٹھپہ لگا دیگا اور وہ غافل ہو کر رہ جائیں گے'' (مسلم، نسائی)

ان تمام احادیث میں جمعہ اور جمعہ کی نماز کی فضیلت اور اسے ادا کرنے کی کس قدر تاکید ہے اور غفلت کرنے اور ترک کرنے کی وعیدوں نے بھی یہ سمجھا دیا کہ اللہ کی عبادت سے دوری ہمارے لیے ہلاکت کا سبب ہے، اور پھر رسول اکرم ﷺ نے جو کہ رحمۃ للعلمین ہیں اور جنہوں نے کبھی اپنے ان دشمنوں کو بھی بددعا نہیں دی جو آپ کو پتھر مارتے تھے آپ کے راستوں میں کانٹے بچھاتے تھے آپ کے سر پر اونٹ کی اوجڑی ڈال دیتے تھے جبکہ آپؐ نماز کی حالت میں ہوتے تھے۔

مگر تارک جمعہ کے لیے بددعا فرماتے ہیں کہ ''اس کا حال درست نہ ہو، اور اللہ اسے برکت نہ دے''

اس ارشاد سے خوب اندازہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں جمعہ کی اہمیت بہت زیادہ ہے اور اس کا ادا کرنا ہمارے لیے باعث برکت وخیر ہے اور ترک کرنا باعث ہلاکت ہے۔ رسول

اکرم ﷺ کے انداز ہائے تربیت میں سے ایک انداز کسی عمل کی اہمیت کو وعید کے ذریعے واضح کرنا بھی رہا ہے اسی لئے آپ نے وعید سنا کر تربیت فرمائی کہ جمعے کی نماز کو کسی حال میں ترک نہ کریں الا یہ کہ سخت مجبوری ہو۔

اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔ وما علینا الا البلیغ

دنیا میں لوگوں کا حق اور مال ہڑپ کرنے کا انجام

ارشاد نبوی ﷺ ہے: ''جنت و جہنم میں جانے سے پہلے ظلم کا بدلہ دیا اور لیا جائے گا''

(الحدیث)

واضح رہے کہ اس دنیا میں انسان کے ذمہ تین حقوق ہیں۔ (۱) ایک حقوق اللہ۔ (۲) دوسرے حقوق العباد۔ (۳) اور تیسرے حقوق النفس۔

حقوق اللہ کو اگر صحیح طرح سے ادا نہ کیا تو اللہ تعالیٰ چاہیں تو آخرت میں اپنے رحم و کرم سے معاف فرما دیں گے اور چاہیں تو سزا بھی دیں گے۔ مگر حقوق العباد کا مسئلہ دوسرا ہے اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ نے مطلوبہ بندہ کی رضا اور معاف کر دینے پر رکھا ہے اور اس کی معافی اس بندہ کی طرف سے معاف کر دینے کی صورت میں ہی ملے گی۔

اور حقوق النفس یہ ہے کہ دونوں حقوق کو ادا کر کے قیامت میں اپنے نفس و جان کو سزا سے بچالے۔

اس لئے حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے (بروایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ)

''جس شخص کے ذمہ اپنے کسی بھائی کے کسی قسم کے ظلم کا بار ہو اسے چاہیے کہ یہیں اس سے سبکدوش ہولے، کیونکہ آخرت میں دینار و درہم تو ہوں گے نہیں۔ وہاں اس کی نیکیوں میں سے کچھ لے کر مظلوم کو حق کے بدلے دلوادی جائیں گی اور اگر اس کے پاس نیکیاں کافی نہ ہوئیں، تو مظلوم کے کچھ گناہ اس پر ڈال دیئے جائیں گے''

(بخاری شریف)

اسی طرح کی ایک روایت حضرت جابر بن عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ؐ نے ارشاد فرمایا:

''کوئی جنتی جنت میں اور کوئی دوزخی، دوزخ میں اس وقت تک نہ جائیگا جب تک اس ظلم کا بدلہ نہ چکا دے جو اس نے کسی پر کیا ہوگا۔ حتیٰ کہ ایک تھپڑ کا بدلہ بھی دینا ہوگا'' (مسند احمد)

ان دونوں ارشادات مبارکہ میں صاف اور واضح انداز میں بتا کر تربیت دی گئی ہے کہ حقوق العباد کا اس دنیا میں ادا کر دینا یا ان کی معافی مانگ لینا ہی راہ نجات ہے۔

ہم چلتے پھرتے چھوٹے چھوٹے معاملات میں کتنے لوگوں کا حق مار لیتے ہیں اور ہم اسے برا محسوس بھی نہیں کرتے۔

دنیا میں حقوق ادا کرنے کا فائدہ

اور بڑے مزے سے دوسروں کا حق لے لیتے ہیں، اس کا معاملہ تو ہم اسے ادا کر کے یا معافی مانگ کر نبٹا سکتے ہیں مگر بعض حقوق ایسے ہیں کہ جن کی معافی ممکن نہیں ہے۔

اور وہ حق سرکاری املاک یا وہ اشیاء جو سرکار کی طرف سے مہیا کی جاتی ہیں مثلاً بجلی کی چوری ہمارے ہاں عام ہے اس میں پورے پاکستان کے لوگوں کا حق ہے اور چوری کرنے والا ان اٹھارہ کروڑ عوام کا حق مارتا ہے، تو ذرا سوچئے کہ کس طرح وہ ان لوگوں سے معافی مانگے گا۔ لامحالہ قیامت میں اس کی نیکیاں ان چودہ کروڑ لوگوں میں تقسیم کر دی جائیں گی۔ اور اسے جہنم کی وادی میں دھکیل دیا جائیگا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''کہ جو شخص بھی جنت میں جائیگا اسے وہ مقام دکھا دیا جائیگا جو اسے جہنم میں ملتا، اور جو شخص بھی دوزخ میں جائیگا اسے وہ مقام دکھا دیا جائیگا جو اسے جنت میں ملتا، اگر اس نے نیک عمل کیا ہوتا تا کہ اسے حسرت ہو'' (بخاری)

یہ فائدہ ہوگا دنیا میں حقوق ادا کرنیکا کہ قیامت میں اہل جنت اور حقوق ادا کرنے والے حسرت کرنے والے نہ ہونگے بلکہ خوش وخرم اپنے اپنے مقام پر جنت میں مزے سے ہونگے۔

بصورت دیگر اپنے اعمال کی بدولت ان کی نیکیاں جب دوسروں کو دے دی جائینگی اور (نعوذ باللہ من ذالک) جہنم میں بیٹھ کر جنت کا مقام دیکھیں گے تو حسرت بھی ہوگی کہ ہماری نیکیاں بھی دوسروں کو مل گئیں اور عذاب بھی بونس میں ملا۔ اور ہم بالکل مفلس وقلاش ہوکر بیٹھ گئے۔ یہ حسرت بڑی وحشتناک ہوگی اللہ تعالیٰ ہم سب کو بلکہ سارے مسلمانوں کو ایسی حسرت سے پناہ عطا فرمائے۔ آمین

اسی مضمون پر حضرت ابوہریرہ سے مروی ایک روایت ملاحظہ فرمائیں:

سرور دو عالم ﷺ نے ایک مرتبہ مجلس میں لوگوں سے پوچھا "جانتے ہو مفلس کون ہوتا ہے" لوگوں نے عرض کیا ہم میں مفلس وہ ہوتا ہے جس کے پاس مال ومتاع کچھ نہ ہو۔ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ "میری امت میں مفلس وہ ہے جو قیامت کے روز نماز، روزہ اور زکوٰۃ ادا کرکے حاضر ہوا ہو، مگر اس حال میں آیا ہو کہ اس نے کسی کو گالی دی تھی اور کسی پر بہتان لگایا تھا، اور کسی کا مال کھایا تھا، اور کسی کا خون بہایا تھا اور کسی کو مارا پیٹا تھا، پھر ان سب مظلوموں میں سے ہر ایک پر اس کی نیکیاں لے لے کر بانٹ دی گئیں۔ اور جب نیکیوں میں سے کچھ نہ بچا، جس سے ان کا بدلہ چکایا جا سکے تو ان میں سے ہر ایک کے کچھ گناہ لے کر اس پر ڈال دیئے گئے اور وہ شخص دوزخ میں پھینک دیا گیا" (مسلم، مسند احمد)

معلوم ہوا کہ کسی کو کسی بھی طرح تکلیف نہ دینا چاہیے گالی گلوچ ہو بہتان ہو یا غیبت ہو یا کسی کا مال ناحق کھانا ہو یہ سب ظلم ہے اور قیامت میں وہ مظلوم اپنا حق ظالم سے اس کی نیکیوں کی صورت میں وصول کریگا سب حاجی وسخی اور عالم ولیڈر اور سیاست دان وحکمران کہلانے والے لوگ جنہوں نے یہ کیا ہوگا اس مظلوم کے سامنے مجرم بنے ہونگے نہ ان کو ان

کی نماز فائدہ دیگی نہ حج اور سخاوت اور نہ علم نہ ہی ان کی سلطنت اور مال۔ ان سے ان کا حق تو ضرور وصول کیا جائیگا۔

یہ تمام اعمال حقوق اللہ کی صورت میں تو فائدہ دینگے مگر حقوق العباد کی صورت میں یہ خود ان پر جری ہو جائینگے قرآن کریم کہے گا کہ میری آیات تو نے سینے میں محفوظ کرلیں۔ یا کہے گا سنا مگر ان پر عمل نہ کیا نہ ان کو سمجھا کہ تو اس گناہ سے بچتا۔

رسول اکرم ﷺ کے مذکورہ ارشادات اس بات کی تربیت دے رہے ہیں کہ کسی کا کوئی حق یا مال ہڑپ نہ کیا جائے اور اگر غلطی سے ہو جائے تو دنیا ہی میں ادا کر دیا جائے۔

اللہ ہمیں سمجھ کی توفیق دے اور تمام حقوق ادا کرنے کی ہمت وصلاحیت اپنے رحم وکرم سے عطا فرمائے۔ اور ہمیں دوسروں کے حقوق اور مال ہڑپ کرنے سے بچائے۔ آمین۔ وما علینا الا البلٰغ

صبر وشکر سے کام لینے کی تحسین

ارشاد نبوی ﷺ ہے: "یہ (صبر وشکر) مومن کے سوا کسی کو نصیب نہیں ہوتے" (الحدیث)

اس ارشاد کو لکھنے کے لئے کچھ تمہید کی ضرورت نہیں ہے بلکہ واضح ہے جو کچھ قرآن و سنت میں ہے چنانچہ اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا:

"یا ایھا الذین امنوا تقو اللہ ولا تموتن الا وانتم مسلمون" (آل عمران)

ترجمہ: "اے ایمان والو! ڈرتے رہو اللہ سے اور تم مت مرو مگر یہ کہ تم مسلمان ہو"

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے مومنین کو مخاطب فرمایا ہے اور ان کو اللہ سے ڈرنے کی تلقین فرمائی ہے اور یہ مومن کی صفت ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔ اور تابعداری کی حالت میں اس دنیا سے جاتا ہے اس کا حال جیسا بھی ہو وہ یہ سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مومن کے ساتھ جو معاملہ بھی فرماتا ہے اس میں اس کی کوئی نہ کوئی مصلحت ضرور ہوتی ہے چاہے سمجھ میں

آئے یا نہ آئے مگر فائدہ ضرور ہوتا ہے چاہے دنیا میں ہو یا آخرت میں۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''مومن کا معاملہ بھی عجیب ہے، اللہ تعالیٰ اس کے حق میں جو بھی فیصلہ فرماتا ہے وہ اس کے لئے اچھا ہی ہوتا ہے خوشحالی میسر آئے تو شکر کرتا ہے اور وہ اس کے لیے اچھا ہوتا ہے اور اگر مصیبت پڑے تو صبر کرتا ہے اور وہ بھی اس کے لیے بہتر ہی ہوتا ہے، اور یہ (صبر و شکر) مومن کے سوا کسی کو نصیب نہیں ہوتے'' (الحدیث)

تو معلوم ہوا کہ مصیبتوں پر صبر کرنا اور خوشحالی پر شکر کرنا مومن کی صفات میں سے ہے اور دونوں صورتوں میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعامات ملتے ہیں۔ کیونکہ کافر مشرک اور منافق فوراً شکوے شکایات کرنا شروع کر دیتے ہیں اور صبر وشکر انہیں میسر نہیں ہوتا۔ مشکلات آئیں تو زمانے کو کوستا ہے حالات کو مجرم گردانتا ہے۔ اور اچھے حالات آئیں تو اپنی محنت قرار دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصَّابِرِیْنَ'' یہ بھی صبر کا ایک انعام ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ساتھ مل جائے اور اس کی خوشنودی حاصل ہو جائے۔ صبر وشکر پر رسول اکرم ﷺ کے تربیتی ارشادات بہت زیادہ ہیں اس پر سیر حاصل بحث مطالعے کے لئے ''عدۃ الصابرین'' کا اردو ترجمہ ملاحظہ فرمالیں۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

وماعلینا الاالبلٰغ

انسان کے بڑے بڑے دشمن

اللہ تعالیٰ نے سورۃ التغابن میں ارشاد فرمایا:

''اِنَّمَا اَمْوَالُکُمْ وَ اَوْلَادُکُمْ فِتْنَۃٌ'' (التغابن)

''کہ تمہارے مال اور اولاد (تمہارے لیے) آزمائش ہے''

اور اس کی تشریح فرماتے ہوئے سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا:

''تیرا اصل دشمن وہی نہیں ہے جسے اگر تو قتل کر دے تو تیرے لیے کافی ہے اور وہ تجھے قتل کر دے تو تیرے لیے جنت ہے۔ بلکہ تیرا اصل دشمن ہو سکتا ہے تیرا اپنا وہ بچہ ہو جو تیری ہی صلب سے پیدا ہوا ہے۔ یا پھر تیرا سب سے بڑا دشمن تیرا وہ مال ہے جس کا تو مالک ہے''

(بروایت حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ)

اس ارشاد نبوی ﷺ کا کیا مطلب ہے اور قرآن کریم نے ہمارے مال و اولاد کو ہمارے لیے فتنہ اور آزمائش کیوں قرار دیا ہے؟

اس کی کئی وجوہات ہیں جو ہمارے سامنے روز روشن کی طرح بالکل عیاں ہیں۔

اولاد اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت ہے مگر یہ انسان کو بڑی بڑی آزمائشوں میں ڈال دیتی ہے۔ انسان اسی کے لئے کماتا ہے اور اس کے مستقبل کو روشن کرنے کی خاطر دن ورات کوشاں رہتا ہے۔ انہیں کو پڑھانے لکھانے کے لئے اور اچھا کھانا اور اچھے لباس پہنانے کے لئے انسان ہر طرح سے اور ہر طرف سے کماتا ہے۔ نتیجتاً حرام وحلال کی کوئی تمیز نہیں رہتی اور آدمی اسی اولاد کی خاطر گناہ کر بیٹھتا ہے۔

اور مال تو ہے ہی آزمائش کہ اس کو کمانے اور مزید حاصل کرنے اور بڑھانے کی تگ ودو میں نہ نمازوں کا ہوش ہوتا ہے نہ دیگر عبادات کا سامان فروخت کرنے کے لئے جھوٹ بے دریغ بولا جاتا ہے۔

اور یوں ان کی وجہ سے آدمی آخرت کے عذاب کا مستحق بن جاتا ہے۔ رسول اکرم ﷺ کے ارشاد گرامی میں اس بات کی تربیت دی گئی ہے کہ انسان ہر چیز کو اس کے درجے میں رکھ

کر کام کرے اور حرام سے بچے اور معاملات میں جھوٹ نہ بولے، ڈنڈی نہ مارے، حق حلال کمائے تو اللہ تعالیٰ کے انعام کا مستحق بنے گا۔

اولاد اور مال انسان کا وہ فتنہ ہے جس کی محبت میں انسان سیدھے راستے سے بھٹک جاتا ہے خود کو بھٹکنے سے بچایا جائے اور اس فتنے کے شر سے محفوظ رہا جائے۔ واللہ عندہ اجر عظیم۔ اور اللہ ہی ہے جس کے پاس (اس کا) بڑا اجر ہے۔ (التغابن) وماعلینا الا البلغ

بیک وقت تین طلاقیں ایک معاشرتی برائی

ارشاد نبوی ﷺ کا مفہوم ہے کہ جو چیزیں اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہیں مگر وہ جائز ہیں۔ ایک غصہ کے حرام ہے مگر جائز ہے دوسرا طلاق کہ سخت ناپسندیدہ عمل ہے مگر بحالت مجبوری جائز ہے۔

امام نسائیؒ نے ایک روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو اطلاع دی گئی کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو بیک وقت تین طلاقیں دے ڈالی ہیں''

تو حضور اقدس ﷺ یہ سن کر غصہ سے کھڑے ہو گئے اور فرمایا'' کیا اللہ کی کتاب کے ساتھ کھیل کیا جا رہا ہے حالانکہ میں تمہارے درمیان موجود ہوں''

اس حرکت پر حضور اکرم ﷺ کے غصے کی کیفیت (اتنی شدید تھی کہ) دیکھ کر ایک صحابیؓ نے پوچھا'' یارسول اللہ (اگر حکم ہو تو) میں اسے قتل کر ڈالوں'' (الحدیث)

اسی مفہوم کی ایک حدیث امام ابوداؤد اور ابن جریرؒ نے مجاہدؒ سے نقل کی ہے۔

مجاہدؒ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں ایک شخص آیا اور اس نے کہا کہ میں اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے آیا ہوں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ یہ سن کر خاموش رہے، حتیٰ کہ میں نے خیال کیا کہ شاید یہ اس کی بیوی کو واپس کر نیوالے ہیں۔

پھر آپؓ نے فرمایا'' تم میں سے ایک شخص پہلے طلاق دینے کی حماقت کا ارتکاب کرتا ہے اس کے بعد آ کر کہتا ہے یا ابن عباس یا ابن عباس! حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو کوئی اس سے ڈرتے ہوئے کام کریگا اللہ تعالیٰ اس کے لئے مشکلات سے نکلنے کا راستہ پیدا کر دیگا۔

اور تو نے اللہ تعالیٰ سے تقویٰ اختیار نہیں کیا، اب میں تیرے لیے کوئی راستہ نہیں پاتا۔ تو نے رب کی نافرمانی کی اور تیری بیوی تجھ سے جدا ہو گئی۔

طلاق ایک ناپسندیدہ اور قبیح عمل ہے مگر بیک وقت تین طلاقیں دینا تو انتہائی ناپسندیدہ عمل ہے اور آج کے دور میں دین سے دوری اور احکام اسلام سے ناواقفی کی بناء پر یہ عمل کثرت سے ہو رہا ہے، اور بعض ناعاقبت اندیش لوگوں کی تاویلوں کی وجہ سے لوگ تاحیات گناہ میں مبتلا ہو رہے ہیں۔

تین طلاقیں اگر ایک کلام میں دی جائیں کہ کوئی شخص یہ کہے کہ اس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں۔ یا یہ کہے وہ طلاق دیتا ہے طلاق دیتا ہے طلاق دیتا ہے دونوں صورتوں میں ۳ طلاق واقع ہو جاتی ہیں اور بیوی اس سے جدا ہو جاتی ہے اور ان کے دوبارہ ملاپ کی ایک غلیظ و مکروہ صورت کے علاوہ کوئی صورت نہیں رہتی۔ طلاق دینا ویسے تو گناہ ہے لیکن اگر مجبوری ایسی بن جائے کہ جدائی کے سوا کوئی چارہ کار نہ ہو تو ائمہ کرام نے طلاق کی تین صورتیں لکھی ہیں دو صورتیں جائز ہیں اور ایک ناجائز مگر طلاق تینوں صورتوں میں واقع ہو جاتی ہیں۔

پہلی صورت جو کہ بہتر ہے وہ یہ کہ

۱۔ اگر کوئی شخص یہ فیصلہ کر چکا ہے کہ اب وہ اپنی زوجہ کے ساتھ گزارا بالکل نہیں کر سکتا اور وہ ہر صورت اسے چھوڑ دیگا تو وہ اسے ایک طلاق دیکر چھوڑ دے یہانتک کہ وہ عدت مکمل کر لے۔ یہ طلاق احسن کہلاتی ہے۔

۲۔ دوسری صورت جو کہ طلاق سنت کہلاتی ہے وہ یہ کہ جب عورت ماہواری سے پاک ہو تو اسے طلاق دے دے اور ایک ماہ انتظار کرے۔ یہانتک کہ دوسری ماہواری گزر جائے تو اسے دوسری طلاق دے دے، ان دونوں طلاقوں کی صورت میں درمیانے عرصے میں اگر معاملہ سدھر جائے تو عدت سے پہلے پہلے رجوع کر لے۔ تا کہ دونوں پھر سے میاں بیوی بن جائیں اس کے بعد اس کے پاس صرف ایک طلاق کا اختیار بچے گا اور دونوں میاں بیوی کی حیثیت سے رہ سکتے ہیں۔

اور اگر پھر بھی معاملہ نہ سدھرے تو تیسری طلاق دے دے اس کے بعد ان میں ہمیشہ کے لئے جدائی ہو جائیگی۔

۳۔ اور تیسری صورت بیک وقت تین طلاق دینا ہے جو کہ حماقت اور ظلم ہے اس صورت میں فوراً ہی ہمیشہ کے لئے جدائی ہو جاتی ہے اور آدمی کو سوائے پچھتاوے کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ لوگ جذبات میں آکر تین مرتبہ کہہ دیتے ہیں اور پھر روتے رہتے ہیں کہ ہمارے بچے برباد ہو رہے ہیں وغیرہ۔ اسے طلاق بدعت کہا جاتا ہے یعنی یہ طلاق خلاف سنت بھی ہے اور گناہ بھی ہے۔ لیکن بیک وقت تین طلاقیں دینے سے تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔ پہلی صورت اس لئے بہتر ہے کہ اگر عدت کے کچھ عرصہ بعد بھی اگر عورت نے کوئی دوسرا نکاح نہ کیا ہو اور دونوں اپنے کئے پر شرمندہ ہوں اور دوبارہ ایک ہونا چاہتے ہوں تو باہمی رضامندی سے دوبارہ نکاح شرعی منعقد کر کے زوجین بن سکتے ہیں اور اس صورت میں ایک ناپسندیدہ عمل جو کہ ''حلالہ'' کے نام سے موسوم ہے سے بچ سکتے ہیں۔ یہ واضح رہے کہ حلالہ کے نام سے جو فعل کیا جاتا ہے کہ ایک شخص سے طلاق دینے کی شرط پر نکاح کرا کے مباشرت کے بعد طلاق لے لی جاتی ہے یہ بجائے خود ایک مکروہ ذلیل اور ناجائز فعل ہے اگرچہ مطلوب حاصل ہو جاتا ہے۔

بہر حال تین طلاق بیک وقت نہ اللہ کو پسند نہ رسول اللہ کو پسند نہ عباد اللہ کو پسند، اور اس طرح عمل کرنے میں سوائے پچھتاوے کے کچھ نہیں ہے۔ اس سے مکمل احتراز کیا جانا چاہیے اور غصے کی حالت میں اپنے آپ کو کنٹرول رکھے کیونکہ یہ عمل ہمیشہ غصے کی حالت میں ہی سرزد ہوتا ہے کیونکہ خوشی سے کوئی طلاق نہیں دیتا۔ رسول اللہؐ کے غصہ بھرے اس ارشاد سے یہ تعلیم ملتی ہے کہ خدا کی ناراضگی والا فعل ''تین طلاق'' نہ کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ اس ناپسندیدہ عمل سے ہر شخص کو بچائے اور گھروں کو آباد رکھے۔ آمین

وما علینا الا البلاغ

سچی توبہ کیجئے

ارشاد نبوی ﷺ ہے: اپنے گناہوں سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے اس نے کوئی گناہ کیا ہی نہ ہو'' (الحدیث)

رسول اکرم ﷺ نے یہ ارشاد اس لئے فرمایا ہے کہ رب تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو پسند کرتے ہیں چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے:

''اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَ یُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ'' (الآیۃ)

ترجمہ: ''بے شک اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں اور پاک صاف رہنے والوں کو پسند کرتا ہے''

انسان کی فطرت اللہ تعالیٰ نے ایسی بنائی ہے کہ وہ گناہوں میں کشش پا کر ان کی طرف مائل ہوتا ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اس کو توبہ جیسی عظیم نعمت بھی عطا کی ہے اور گناہوں کی طرف مائل ہونے کی جبلت کی ہونے کے باوجود گناہ سے بچنے کی ہمت کی وجہ سے اسے فرشتوں سے افضل ہونے کی بشارت ملی ہے۔

چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''التائب من الذنب کمن لاذنب له''

''یعنی گناہوں سے توبہ کرنے والا ایسا ہے گویا اس نے گناہ ہی نہ کیا ہو''

توبہ کسے کہتے ہیں؟ توبہ کہتے ہیں کہ اپنے کسی ناپسندیدہ شریعت عمل پر دل سے نادم ہو کر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنا اور آئندہ نہ کرنے کا عہد کر لینا۔

لیکن یہ سوچ کر گناہ کرنا کہ چلو پھر معافی مانگ لینگے ایسا سوچنا اور کرنا گناہ در گناہ ہے اور اس پر مداومت بعض صورتوں میں اسلام کی سرحد سے باہر نکال کر دینے والی ہے۔

سچی توبہ یعنی توبۃ النصوح کے بارے میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ میں نے رسول کریم ﷺ سے توبہ نصوح کا مطلب پوچھا تو آپؐ نے ارشاد فرمایا:

''اس سے مراد یہ ہے کہ جب تم سے کوئی قصور ہو جائے تو اپنے گناہ پر نادم ہو۔ پھر

شرمندگی کے ساتھ اللہ تعالی سے استغفار کرو اور آئندہ کبھی اس فعل کو نہ کرو۔

ایک اور ارشاد نبوی ﷺ کا مفہوم ہے بندہ سے اگر غلطی ہو جائے اور وہ سچے دل سے معافی مانگے تو اللہ معاف کر دیتے ہیں وہ اگر دوبارہ بھی کرے پھر معافی مانگے تو اللہ کو یہ پسند ہے کہ وہ بار بار معافی مانگے اس بات سے کہ وہ گناہ پر گناہ کرے مگر استغفار نہ کرے۔ لہٰذا بہتر تو یہ ہے کہ آدمی گناہوں سے بچے مگر گناہ ہو جائے تو معافی و استغفار ضرور کرے۔ رسول اکرم ﷺ یہاں توبہ کرنے کی ترغیب دے کر تربیت فرما رہے ہیں۔

اللہ ہمیں گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ وما علینا الا البلغ

صدقہ کرنے اور مال دبا کر نہ رکھنے کی تربیت

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

ایک مرتبہ ہم مسجد میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ ایک گروہ آیا ان میں سے بعض ننگے بدن تھے بعض نے کمبل لپیٹے ہوئے تھے اور بعض نے لمبی عبایہ پہنی ہوئی تھی اور تلواریں گلے میں حمائل کیے ہوئے تھے افلاس ان کے چہرے سے نمایاں تھا اور یہ سب قبیلہ بنو مضر سے تعلق رکھتے تھے۔

جب رسول اللہ ﷺ نے انکا یہ افلاس دیکھا تو آپؐ بہت غمگین ہوئے۔ آپؐ اٹھ کر حجرے میں تشریف لے گئے پھر تشریف لائے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان دینے کا حکم فرمایا۔ پھر جب سب نماز سے فارغ ہو گئے تو آپؐ منبر پر تشرف فرما ہوئے اور خطبہ ارشاد فرمایا: ''جس میں آپ نے صدقہ دینے اور مال خرچ کرنے کی ترغیب دی، اور مال دبا دبا کر ذخیرہ کر کے رکھنے پر افسوس کیا''

چنانچہ آپ کا خطبہ سن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے صدقہ کرنا شروع کیا یہانتک کہ کسی نے تو محض ایک کھجور کا ٹکڑا بھی ڈالا۔ ایک صحابی کو میں نے دیکھا کہ وہ سامان سے بھری ہوئی ایک تھیلی گھسیٹ کر لا رہے تھے کہ وہ ان سے اٹھ بھی نہیں رہی تھی۔

تھوڑی ہی دیر میں میں نے غلہ اور کپڑوں کے دو بڑے بڑے ڈھیر دیکھے اور انکو دیکھ

کر رسول اللہ ﷺ کا چہرہ خوشی سے جگمگا رہا تھا۔

پھر آپؐ نے ارشاد فرمایا: ''کہ جس نے اسلام میں کوئی اچھی سنت جاری کی اسے اس کا اجر ملے گا اور جو اس پر عمل کرینگے ان کے برابر بھی اسے اس کا اجر ملے گا اور وہ بھی ان دوسروں کے اجر میں کمی کیے بغیر''

دیکھئے! کتنے بہترین انداز میں رسول اللہ ﷺ نے دوسرے کی مدد کرنے کی ترغیب دی اور اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کی فضیلت بتائی۔ اور صحابہ کی کس طرح انفاق فی سبیل اللہ پر تربیت فرمائی؟

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک موقع پر آپؐ نے ہم سے دریافت فرمایا تم میں سے کون ہے جس کو اپنا مال اپنے وارث کے مال سے زیادہ محبوب ہے؟ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ (میرے ماں باپ آپ پر قربان) ہم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جسے اپنا مال اپنے وارث کے مال سے زیادہ محبوب نہ ہو۔

آپؐ نے فرمایا ''سوچ لو کیا کہہ رہے ہو'' لوگوں نے عرض کیا ہمارا حال واقعی ایسا ہے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تمہارا اپنا مال تو وہ ہے جو تم نے اپنی آخرت کے لئے آگے بھیج دیا (یعنی اللہ کے راستے میں خرچ کر دیا) اور جو کچھ تم نے روک رکھا ہے (جمع کیا ہوا ہے) وہ تو وارث کا مال ہے (جو کہ تمہارے مرنے کے بعد اسے مل جائے گا)

(بخاری، نسائی)

نبی کریم ﷺ نے اس ارشاد سے ہمیں اس بات پر تلقین فرمائی ہے کہ اللہ کے راستے میں خرچ کریں۔ اور تربیت فرمائی ہے کہ ذات، پات، قبیلے، قوم و مذہب سے مبرا ہو کر انسانیت کی خدمت کریں، کیونکہ مال اس دنیا میں اللہ کے راستے میں خرچ کریں گے کبھی بھی ختم نہیں ہوگا بلکہ قیامت میں ستر گنا بڑھا کر لوٹا دیا جائیگا اور اس میں اللہ کا فضل و کرم شامل ہو کر تو اسے ستر کیا ستر لاکھ گنا سے بھی زیادہ مل جائیگا۔ بہر حال یہ وہ بہترین ارشادات اور ان کے ذریعے تربیت ہے کہ صدقہ کو عام کریں تا کہ معاشرے سے غربت و افلاس کا خاتمہ ہو اور معاشرہ فلاح و بہبود کے راستے پر گامزن ہو۔

اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

بیٹیوں اور بہنوں کی پرورش خوش دلی سے کیجئے

ارشاد نبوی ﷺ ہے: ''جس کو لڑکیاں دیکر آزمایا گیا اور پھر اس نے خوش دلی کے ساتھ ان کی پرورش کی اور ان پر احسان کیا تو یہ لڑکیاں دوزخ کی آگ سے آڑ بن جائیں گی''
(متفق علیہ)

رسول اکرم ﷺ مذکورہ ارشاد میں اس بات کی ترغیب دے رہے ہیں کہ اگر اولاد میں بیٹیاں ہوں یا اپنے گھر میں ذمہ داری میں بہنیں وغیرہ ہوں تو جو کوئی شخص ان کی خوش دلی کے ساتھ اچھی تربیت کرے اچھی پرورش اور حسن سلوک کرے تو جہنم کی آگ سے یہ لڑکیاں آڑ بن جائیں گی۔

مذکورہ ارشاد کو بار بار پڑھئے دیکھئے رسول اکرم ﷺ اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہوئے فرما رہے ہیں کہ بیٹیوں کی ذمہ داری آزمائش ہے اللہ تعالیٰ کسی کو بیٹیاں دیکر اور کسی کو بہنوں کی ذمہ داری دیکر آزماتے ہیں اس آزمائش میں پورا اترنا مسلمان کا کام ہے۔ اور اس کے نتیجے میں آخرت میں بڑا انعام یہ ہے کہ خدانخواستہ وہ اپنے دوسرے اعمال کی وجہ سے جہنم کا مستحق بنا تو یہ لڑکیاں اس کے لئے جہنم سے آڑ بن جائیں گی۔ اور ایسا شخص جنت کا مستحق ہوگا۔

چنانچہ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے ''جس شخص کے ہاں دو لڑکیاں ہوئیں اور اس نے ان کی پرورش کی حتی کہ وہ بالغ ہوگئیں تو وہ شخص اور میں قیامت میں اس طرح ساتھ ہوں گے (یہ فرما کر آپ نے اپنی دو انگلیوں ملا کر اشارہ کیا) (مسلم شریف)

اسی طرح ایک اور ارشاد میں لڑکیوں کے ساتھ بہنوں کے الفاظ بھی آئے ہیں۔
(صحیح ابن حبان)

ایک مرتبہ ایک نوجوان صحابی خدمت نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے ان کے کپڑوں یا ہاتھوں پر زعفران لگی تھی آپ نے استفسار کیا تو انہوں نے بتایا کہ میں نے شادی کی ہے آپ نے پوچھا کنواری ہے یا بیوہ وغیرہ؟ تو انہوں نے بتایا کہ بیوہ سے شادی کی ہے (اور وہ

بڑی عمر کی تھی) تو آپ نے فرمایا کہ کنواری سے شادی کرتے تاکہ شادی کا لطف حاصل ہوتا۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ میری تین نوجوان (یتیم) بہنیں ہیں (میں کنواری سے شادی کرتا تو چار کی ذمہ داری ہو جاتی) بیوہ سے اس لئے کی ہے تاکہ وہ ان کا خیال رکھے اور ان کی تربیت کرے یہ وجہ سن کر آپ نے اس نوجوان صحابی کی بڑی تحسین فرمائی۔

بہرحال کئی ارشادات رسول اکرم ﷺ کے اس بارے میں ہیں کہ اپنی بیٹیوں بہنوں کی تربیت اچھی کریں۔ وہ خوش دلی سے کریں تو آخرت میں جنت کے مستحق بنیں گے۔
اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

بیٹیوں سے حسن سلوک کیجئے

ارشاد نبوی ﷺ ہے: ''اللہ تعالیٰ بیٹیوں کے ساتھ حسن سلوک کرنے والے کو جنت میں داخل کریں گے'' (الحدیث)

اسلام سے قبل عرب کی حالت بہت بری تھی ہر طرح کی برائی ان میں درجہ اتم موجود تھی ان تمام برائیوں میں سے ایک برائی عورتوں سے بدسلوکی بھی تھی۔

عرب، خواتین کو جانوروں سے بھی بدتر خیال کرتے تھے، عموماً ایسا ہوتا کہ بیٹی پیدا ہوئی تو زندہ درگور کر دیا جاتا اور اگر کسی کو زندہ بھی رکھتے تو اس کی زندگی محض ایک برتن کی سی تھی کہ جسے استعمال ہی کیا جاتا ہے مگر اس کو کوئی مقام حاصل نہیں ہوتا۔ نہ اسے کوئی حقوق حاصل ہوتے ہیں۔

مگر جب اس ظلمت کدے میں اسلام کا نور پھیلا تو اللہ تعالیٰ کے نبی نے عورت کو ماں، بہن، بیٹی اور بیوی جیسے قابل احترام مقام عطا فرمائے اور اسے یہ مقام و مرتبہ اپنے گھر و معاشرے میں حاصل ہوا۔

سنن دارمی میں ایک واقعہ نقل کیا گیا ہے۔ کہ ایک شخص رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے عہد جاہلیت کا ایک واقعہ بیان کیا۔ اور کہنے لگا۔

''کہ میری ایک بیٹی تھی، جو مجھ سے بہت مانوس تھی، جب میں اسے آواز دیتا تو وہ

میرے پاس دوڑی دوڑی آتی تھی مگر ایک روز میں نے اسے بلایا اور اپنے ساتھ لے کر چل پڑا۔ راستہ میں ایک کنواں آیا۔ میں نے اسے اس کنویں میں دھکا دے دیا" آخری آواز جو مجھے اس کی آئی وہ 'ہائے ابا ہائے ابا' تھی۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ رو دیئے اور آپ ؐ کے آنسو بہنے لگے۔

حاضرین میں سے کسی ایک نے کہا۔ اے شخص تو نے رسول اللہ ﷺ کو غمگین کر دیا۔ آپ ؐ نے فرمایا: اسے مت روکو، جس چیز کا اسے سخت احساس ہے اس کے بارے میں اسے سوال کرنے دو۔

پھر آپ ؐ نے اس سے فرمایا اپنا قصہ پھر بیان کر۔ اس نے دوبارہ اسے بیان کیا۔ اور آپ سن کر پھر روئے اور اس قدر کے آپ کی ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ پھر آپ ؐ نے فرمایا: "جاہلیت میں جو کچھ ہو گیا اللہ نے اسے معاف کر دیا اب نئے سرے سے اپنی زندگی کا آغاز کر۔ (سنن دارمی)

وہ تو قدیم عربوں کی حالت تھی مگر آج کے ماڈرن اور جدید کہلانے والے دور میں بھی بیٹی کو بعض جگہ ایک بوجھ سمجھا جاتا ہے اور بعض جگہوں پر اسے اس کے حقوق سے محروم کر دیا جاتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جو شخص لڑکیوں کی پیدائش سے آزمائش میں ڈالا گیا اور پھر وہ ان سے نیک سلوک کرے تو یہ اس کے لیے جہنم کی آگ سے بچاؤ کا ذریعہ بنیں گی" (بخاری و مسلم)

بیٹی اللہ کی رحمت ہے اسے بوجھ سمجھنا بدقسمتی ہے، بیٹی کا حق یہ ہے کہ اسے اچھی تعلیم و تربیت دی جائے اور جب وہ بالغہ ہو جائے تو اس کی شادی اچھی جگہ کر دی جائے۔

ایک حدیث مبارکہ کا مفہوم ہے کہ جس نے اپنی بیٹی کی اچھی تربیت کی اور شعور دیا اور اس کی شادی اچھی جگہ کی تو گویا اس نے بیٹی کا حق ادا کر دیا۔

ایک اور جگہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا "جس کے ہاں لڑکی پیدا ہو اور وہ اسے زندہ دفن نہ کرے۔ نہ ذلیل کر کے رکھے۔ نہ بیٹے کو اس پر ترجیح دے۔ اللہ تعالیٰ اسے جنت

میں داخل کریں گے" (ابوداؤد)

امام بخاریؒ اور ابن ماجہؒ نے ایک روایت نقل کی ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "سب سے بڑا صدقہ (یا بڑے صدقوں میں سے ایک) تیری وہ بیٹی ہے جو (طلاق پا کر یا بیوہ ہو کر) تیری طرف پلٹ آئے اور تیرے سوا اس کے لیے کمانے والا کوئی نہ ہو"

(بخاری۔ ابن ماجہ)

واضح رہے کہ یہاں بیٹی سے مراد صرف بیٹی نہیں بلکہ بہن بھی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اس کو بوجھ نہ سمجھا جائے بلکہ اسے دوبارہ اپنے پاس باوجود غربت کے رکھ لیا جائے اور کوئی اچھا جوڑ دیکھ کر اس کی دوبارہ شادی کر دی جائے۔ مگر جان چھڑانے کے لئے کسی غلط آدمی کے حوالے نہ کرے مطلب یہ کہ خواہ مخواہ نکاح نہ کر دے بلکہ کوئی اچھا گھرانہ دیکھے۔ ورنہ اپنے پاس بٹھا کر رکھے اور حسن سلوک کرے۔

ایک حدیث مبارکہ میں آپ ؐ نے فرمایا کہ اگر بیٹی بالغہ ہو جائے اور اس سے کوئی گناہ ہو جائے تو اس کا گناہ اس کے باپ کے سر ہے (کہ اس نے اس کی شادی کیوں نہیں کی جبکہ وہ جوان ہو گئی) مراد یہ ہے کہ بیٹیوں کی شادی ان کے بالغ ہوتے ہی کر دینی چاہیے تاکہ معصوم ذہن میں غلط باتیں نہ آئیں اور وقت کا بے نکاح گذرنا ان میں شرارت پیدا نہ کر دے۔

اولاد کے ابتدائی حقوق ادا کیجئے

ارشاد نبوی ﷺ ہے: "ایک باپ کا اپنے بیٹے پر ادب سکھانے سے بڑھ کر اور کوئی احسان نہیں" (ترمذی)

اسی طرح ایک اور ارشاد ہے کہ معمولی سا وقفہ ڈالیں لوگو تم قیامت میں اپنے اور اپنے باپ کے نام سے پکارے جاؤ گے لہٰذا تم اپنا نام اچھا رکھو۔ (ابوداؤد)

مذکورہ دو ارشادوں میں رسول اکرم ﷺ اپنی امت کو اولاد کے ابتدائی حقوق کے بارے میں تربیت تعظیم فرما رہے ہیں کہ اولاد کی اچھی تربیت ادب سکھانے سے ہوتی ہے اس لئے اپنی اولاد کو ادب سکھاؤ تاکہ وہ دنیا میں اچھے انسان بن سکیں اور ابتداء ہی سے ادب

سکھانے سے فائدہ یہ ہے جو بچپن میں رچ بس گیا وہ ہی آخر تک دل میں بسا رہتا ہے۔ بچپن میں جو عادت پڑ جائے وہی بڑے ہونے کے بعد برقرار رہتی ہے۔

اور ایک باادب انسان دنیا میں عزت پاتا ہے اسے جو عزت ملے گی جو علم حاصل ہوگا وہ ادب ہی کے واسطے سے حاصل ہوگا۔ بے ادب شخص علم حاصل نہیں کر سکتا۔ بہرحال ادب سکھا کر انسان اپنے بچے پر اتنا بڑا احسان کرتا ہے جس کی کوئی نظیر نہیں۔ لہٰذا اپنے بچوں کو ان کے بچپن ہی سے ادب سکھائیے۔

دوسرے ارشاد میں نبی کریم ﷺ اس بات کی تربیت دے رہے ہیں اپنے بچوں کا نام خوبصورت رکھو۔ خوبصورت نام انسان کی وجاہت میں اضافہ کرتا ہے اور جگہ جگہ اس کا نام پکارا جاتا ہے تو وہاں ضرورت ہے کہ اچھا نام پکارا جائے اور پھر ساری دنیا کے لوگ جب رب تعالیٰ کی بارگاہ میں کھڑے ہوں گے تب بھی نام پکارا جائے گا تو وہاں سب کے سامنے اچھا نام آنا چاہئے لہٰذا اچھے نام رکھنے چاہئیں۔

رسول اکرم ﷺ نے اچھے نام بھی بتائے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں عبداللہ اور عبدالرحمٰن بہت زیادہ پسندیدہ نام ہیں۔ دیگر اچھے نام بھی ہیں جو خود رسول اکرم ﷺ نے اپنے صاحبزادوں اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے بچوں کے رکھے۔

بہرحال ماں باپ پر بچوں کے ابتدائی حقوق میں سے ان کا اچھا نام رکھنا بھی ہے لہٰذا بچوں کے اچھے نام رکھے جائیں جن کے معنی بھی خوبصورت ہوں اور لفظ بھی خوبصورت ہو۔

اللہ تعالیٰ سمجھ اور عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

موت کو یاد رکھئے

رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: ”لوگو! موت کو بکثرت یاد کیا کرو کیونکہ وہ عیش کو فنا کرنے والی اور لذتوں کو ڈھانے والی ہے“ (ترمذی ابن حبان)

رسول اکرم ﷺ نے مذکورہ ارشاد میں مسلمانوں کو ترغیب دی ہے کہ وہ موت کو بکثرت یاد کیا کریں۔ کیونکہ انسان دنیا میں اس کی رنگینیاں اور رونق دیکھ کر اپنے انجام کو

بھولنے لگتا ہے اسے آخرت میں ہونے والے سوال و جواب اور عذاب وعقاب سے ذھول ہو جاتا ہے اس لئے موت کو یاد کرنا ان سب چیزوں کی یاد تازہ کر دیتا ہے۔

مختلف ارشادات میں موت کو یاد کرنے کے فوائد بتائے گئے ہیں جن میں کچھ تو دنیاوی ہیں اور کچھ اخروی۔

دنیاوی فوائد تو یہ ہیں کہ موت سب سے بڑی نصیحت ہے۔ جسے موت کو یاد رکھنا آ گیا وہ دنیاوی لذتوں اور عیش کے پیچھے نہیں پڑتا۔ لاکھ نصیحتوں سے ایک نصیحت بڑی وہ ہے موت کا دھیان۔

اسی طرح موت عیش کو فنا کرتی ہے۔ لذتوں کو ختم کرتی ہے۔ تنگی میں یاد کیا جائے تو تنگی کو کشادہ کرتی ہے۔ خوشحالی میں یاد کیا جائے تو خوشحالی کو تنگ کر دیتی اور اسے سر پر چڑھنے نہیں دیتی۔ انسان کو عقل مند بناتی ہے موت کو بھولنے سے دنیا کی حرص بڑھ جاتی ہے۔

آخرت کے لئے عمل کی تیاری کرواتی ہے۔ خوش نصیبی کی علامت ہے کیونکہ اس کے بدلہ میں آخرت کے لئے اعمال کرنے کی توفیق ہو جاتی ہے۔ بکثرت یاد کرنے والے کو شہید کا درجہ عطا ہوتا ہے۔

بہرحال دنیاوی لذات گناہوں اور بداعمالیوں کا ایک ہی تریاق ہے وہ ہے موت کی یاد اور اس کے آنے کا یقین۔ جس دن یقین حاصل ہو گیا بے دینی کی زندگی چھوڑنے پر انسان مجبور ہو جائے گا۔

اسی لئے رسول اکرم ﷺ فرماتے تھے کہ اگر معلوم ہو جائے کہ موت کے بعد کیا ہے تو تم ہنسنا بھول جاؤ۔ اسی لئے آپ موت کو یاد رکھنے کی تلقین فرما رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

رفاہِ عامہ

رفاہ عامہ ایک بہترین کام ہے اس کے لئے رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کی خاص تربیت فرمائی ہے اور تلقین کی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں۔ کہ آنحضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''بیوہ اور مسکین کی مدد کے لئے دوڑ دھوپ کرنے والا شخص ایسا ہے جیسے جہاد فی سبیل اللہ میں دوڑ دھوپ کرنے والا''

(مزید اسی بارے میں حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ)

مجھے خیال ہوتا ہے کہ حضور نے یہ بھی فرمایا تھا وہ شخص (یعنی بیوہ اور مسکین کی مدد کے لئے دوڑ دھوپ کرنے والا) ایسا شخص ہے جیسے وہ (مسلسل) نماز (کی حالت) میں کھڑا ہو اور آرام نہ کرے اور وہ جو پے در پے روزے رکھے اور کبھی نہ روزہ چھوڑے۔

(بخاری و مسلم)

(یعنی ایسے شخص کے عمل کا درجہ مسلسل نماز پڑھنے اور مسلسل روزے رکھنے والے شخص کے عمل کے برابر ہے)

رسول اللہ ﷺ نے غریبوں کی مدد کرنے کی خاص تلقین فرمائی ہے اور آپؐ نے کبھی اپنے گھر میں مال نہیں رکھا بلکہ فوراً ہی تقسیم فرما دیتے، اور یہی معمول امہات المومنین رضی اللہ عنہا کا تھا خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ راتوں کو مدینہ کی گلیوں میں بھیس بدل کر چکر لگایا کرتے تھے تا کہ اگر کوئی مجبور اور مسکین ہو تو اس کی حاجت روائی کر سکیں۔

اسی طرح یتیم کی مدد کرنا اور اس کی حالت پرسی کرتے رہنا بھی حضور ﷺ اور صحابہ کرام کی عادات میں سے تھا ایک غزوہ سے آپؐ واپس ہوئے تو مدینہ کے چھوٹے چھوٹے بچے شہر کے کنارے پر آ کھڑے ہوئے اور اپنے اپنے والد اور بھائی کے ساتھ ملکر خوشی خوشی واپس ہوئے۔

ایک نوعمر صحابی بھی وہاں موجود تھے جب انہوں نے اپنے والد کو نہ پایا تو حضور ﷺ

سے روتے روتے عرض کیا یا رسول اللہ ابی، ابی یعنی میرے والد میرے والد یہ دیکھ کر آپ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے اور آپؐ نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کیا تو اس پر راضی نہیں کہ ''محمد'' ﷺ تیرے والد ہوں اور ''عائشہ'' رضی اللہ عنہا تیری ماں ہوں۔

اپنے اس طرز عمل سے رسول اکرم ﷺ نے تربیت و تلقین فرمائی ہے کہ یتیموں اور بے کسوں کا سہارا بننا چاہئے۔ اسی لئے جب قرآن میں ''النبی اولیٰ بالمومنین'' کا اعلان ہوا تو آپؐ نے فرمایا۔ کہ جس کا کوئی ولی نہیں اس کا میں ولی ہوں۔ جس کا قرض ادا کرنے والا کوئی نہیں اس کا قرض میرے ذمہ ہے۔ آپؐ نے اس ارشاد سے ایک تو خصوصیت نبوی ﷺ کا اعلان فرمایا اور ساتھ یہ تلقین فرما دی کہ یتیموں کے ساتھ خصوصی شفقت کا معاملہ کرو اللہ تعالیٰ نے بھی یتیموں کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی قرآن کریم میں تلقین فرمائی ہے۔

اسی طرح حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''مسلمانوں کے گھروں میں بہترین گھر وہ ہے جس میں کسی یتیم کے ساتھ نیک سلوک ہو رہا ہو اور بدترین گھر وہ ہے جس میں کسی یتیم کے ساتھ برا سلوک ہو رہا ہو'' (بخاری۔ ابن ماجہ)

ایک جگہ مزید ارشاد فرمایا:

''جس نے کسی یتیم کے سر پر محض اللہ کی خوشنودی کی خاطر ہاتھ پھیرا، اس بچے کے ہر بال کے بدلے کہ جس جس بال پر اس شخص کا ہاتھ گزرا، اس کے لیے نیکیاں لکھی جائینگی

اور مزید فرمایا:

''جس شخص نے کسی یتیم کو اپنے کھانے پینے میں شامل کیا اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے جنت واجب کردی۔ الا یہ کہ وہ کوئی (ایسا) گناہ کر بیٹھا ہو جو معاف نہیں کیا جا سکتا''

(شرح السنۃ)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عموماً اگر کوئی بچہ یتیم پاتے کہ جس کے والد کسی غزوے یا سریے میں شہید ہو گئے ہوں یا وفات پا گئے ہوں تو وہ باوجود اپنی غربت کے اس کی کفالت فرماتے تھے۔

آنحضور ﷺ کی زیر کفالت کتنی ہی بیوائیں اور یتیم تھے آپ کے وصال کے بعد خلفاء اربعہ نے بھی ان کی کفالت کو بیت المال اور اپنی ذاتی ملکیت سے جاری رکھا۔

آج کل بہت سارے ٹرسٹ اور دیگر تنظیمیں رفاہ عامہ کے کاموں میں لگی ہوئی ہیں۔ ان کے ساتھ تعاون کرتے رہیں (اور غور کریں کہ ان کے چلانے والوں میں خوف خدا بھی ہے یا نہیں؟ اگر خوف خدا والی کوئی چیز نظر نہ آئے تو ان کے ساتھ تعاون نہ کریں) اگر آپ کے علاقے میں آپ کو کوئی ایسا شخص معلوم نہ ہو تو آپ کی جگہ اس خدمت کو انجام دے سکیں اور بلاتفریق مذہب وقوم اس نیکی کو سرانجام دیا جائے تا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی حاصل ہو۔

اللہ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

نیکیوں اور گناہوں کو چھوٹا بڑا نہ سمجھیں

اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا:

"فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَه، وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَه" (الزلزال)

"پھر جس نے ذرا برابر نیکی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ برابر بدی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا" (الزلزال)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب یہ آیتیں نازل ہوئیں تو میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ کیا میں اپنا عمل دیکھنے والا ہوں؟

آپ نے فرمایا۔ ہاں۔ میں نے عرض کیا یہ بڑے بڑے گناہ؟ آپ نے فرمایا "ہاں" میں نے بھی عرض کیا اور یہ چھوٹے چھوٹے گناہ بھی؟ آپ نے فرمایا "ہاں" اس پر میں نے کہا پھر تو میں مارا گیا۔

حضور ﷺ نے فرمایا: "خوش ہو جاؤ اے ابوسعید کیونکہ ہر نیکی اپنے جیسی دس نیکیوں کے برابر ہوگی" (ابن ابی حاتم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "اے ابوبکر! دنیا میں جو معاملہ بھی تمہیں ایسا پیش آتا ہے جو

تمہیں ناگوار ہو تو وہ ان ذرہ برابر برائیوں کا بدلہ ہے جو تم سے صادر ہوئی ہوں اور جو ذرہ برابر بھی نیکیاں تمہاری ہیں، انہیں اللہ تعالیٰ تمہارے لئے آخرت میں محفوظ کر رہا ہے" (ابن جریرؒ)

ابن جریرؒ نے نقل کیا ہے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اللہ تعالیٰ مومن پر ظلم نہیں کرتا۔ دنیا میں اس کی نیکیوں کے بدلے وہ رزق دیتا ہے اور آخرت میں ان کی جزا دیگا۔ اور رہا کافر، تو دنیا میں اس کی بھلائیوں کا بدلہ چکا دیا جاتا ہے پھر جس دن قیامت ہوگی تو اس کے حساب میں کوئی نیکی نہ ہوگی۔ (ابن جریرؒ)

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے عائشہ ان گناہوں سے بچی رہنا جن کو چھوٹا سمجھا جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کی پرسش بھی ہوتی ہے۔

ایک مرتبہ پھر فرمایا: خبردار! چھوٹے گناہوں سے بچ کر رہنا کیونکہ وہ سب آدمی پر جمع ہو جائیں گے یہاں تک کہ اسے ہلاک کردیں گے" (بخاری، مسند احمد)

جو جب "آیت يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا" (الزلزال) نازل ہوئی کہ اس روز وہ (زمین) اپنے (اوپر گزرے ہوئے) حالات بیان کریگی۔ تو حضور ﷺ نے پڑھ کر پوچھا جانتے ہو اس کے حالات کیا ہیں؟

لوگوں نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو زیادہ علم ہے فرمایا وہ حالات یہ ہیں کہ زمین ہر بندے اور بندی کے بارے میں اس عمل کی گواہی دے گی جو اس کی پیٹھ پر اس نے کیا ہوگا۔ وہ کہے گی کہ اس نے فلاں عمل فلاں دن کیا تھا۔ یہ ہیں وہ حالات جو زمین بیان کریگی۔ (مسند احمد، ترمذی، نسائی)

یہ تمام احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ انسان کو چھوٹی یا بڑی نیکی دیکھ کر نہیں کرنا چاہیے بلکہ اگر موقع ملے جیسی بھی نیکی ہو چھوٹی یا بڑی کر گزرے۔

اسی طرح ہر قسم کے گناہوں سے بچے یہ نہ سوچے کہ یہ تو چھوٹا سا گناہ ہے اس کی خیر ہے۔ نہیں بلکہ اللہ کے ہاں اگر حساب ہو گیا تو چھٹکارا بہت مشکل ہو جائیگا۔

اس لئے ہمیں ہر طرح کے گناہوں سے بلکہ وہ کام جو گناہ کی طرف دھکیلنے اور لے

جانے والے ہیں ان سے بھی بچنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطاء فرمائے۔ وما علینا الا البلغ

قیامت میں ہر نعمت کا حساب ہوگا

ارشاد نبوی ﷺ کا مفہوم ہے کہ اسراف نہ کرو۔ نیز دنیا میں انسان کو دی جانے والی ہر نعمت حساب ہوگا اگر ارشاد نبوی ﷺ پڑھ کر کسی کو حیرت ہو کہ نعمتوں کا حساب کس لئے ہوگا؟ تو اس کی تفصیل عرض ہے کہ اللہ رب العزت نے انسان کو بے کار پیدا نہیں فرمایا بلکہ اس کی پیدائش کا مقصد قرآن مجید میں یوں ارشاد فرمایا:

"وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ"

ترجمہ: "کہ میں نے انسان اور جنات کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے"

اور اس دنیا کی جتنی اشیاء ہیں یہ چاند تارے ہوا، پانی سمندر، دریا پہاڑ اور یہ سرسبز گھاٹیاں ان میں اگنے والے بیل بوٹے اور پھل فروٹ، سبزیاں، یہ جانور غرض ہر چیز جو اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں پیدا فرمائی وہ سب انسان کے لئے اور اس کے فائدے کے لئے پیدا فرمائی ہیں۔

لیکن کیا یہ چیزیں اللہ نے انسان کو بغیر کسی معاملہ کے عطا فرمادی ہیں یا ان کا حساب کتاب بھی ہوگا۔

جب اللہ تعالیٰ نے انسان کے لئے اتنی ساری بلکہ لاتعداد نعمتیں بنائی ہیں اور انسان کو اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے، تو لازمی امر ہے کہ اس سے اس کی عبادت کے بارے میں بھی دریافت کیا جائیگا اور جو چیزیں اور نعمتیں دی ہیں ان کا بھی حساب ہوگا کہ دولت کہاں خرچ کی، میں نے جو یہ خوبصورت جسم دیا اس کو میری راہ میں لگایا کہ نہیں، یہ جو آنکھوں کی نعمت دی ہے اس سے کیا کام لیا۔ یعنی ان چیزوں کو عبادت اور تابعداری کاموں میں استعمال کیا یا گناہ کے کام میں کیا؟

اس ہوا، پانی، اور یہ سبزہ غرض ہر شے کا حساب ہوگا ایک مرتبہ رسول اکرم ﷺ کے صحابی دریا یا کسی نہر کے کنارے وضو فرمارہے تھے اور خوب دل کھول کر آرام سے وضو کر رہے تھے۔ آپؐ نے فرمایا اے سعدؓ یہ اسراف کیسا تو انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ یہ دریا کے پانی میں بھی اسراف ہے؟

"آپؐ نے فرمایا ہاں اگر چہ تم دریا کے کنارے بھی ہو"

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرات ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے کہا کہ چلو ابوالہیثم رضی اللہ عنہ بن التیہان انصاری کے ہاں چلیں۔

چنانچہ ان کو لے کر آپ ابن التیہان انصاری رضی اللہ عنہ کے نخلستان میں تشریف لے گئے۔ وہ جا کر فوراً کھجوروں کا ایک خوشہ توڑ لائے آپؐ نے فرمایا تم خود کیوں نہ کھجوریں توڑ لائے۔ (خوشہ کیوں لائے؟)

انہوں نے عرض کیا میں چاہتا تھا کہ آپ حضرات خود چھانٹ چھانٹ کر کھجوریں تناول فرمائیں۔

چنانچہ انہوں نے کھجوریں کھائیں اور ٹھنڈا پانی پیا۔ فارغ ہونے کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا: "اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے یہ (چیزیں) ان نعمتوں میں سے ہیں جن کے بارے میں تمہیں قیامت کے روز جواب دہی کرنی ہوگی۔ یہ ٹھنڈا سایہ، یہ ٹھنڈی کھجوریں یہ ٹھنڈا پانی" (مسلم، ابوداؤد، نسائی)

ان تمام ارشادات مبارکہ میں اس بات کا احساس دلایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں عطا فرمائی ہیں ان کا شکر ادا کریں اور بے جا اور فضول کاموں میں ضائع نہ کریں بلکہ ضرورت کے مطابق ہر شے کو استعمال کریں کیونکہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ہر چیز کے بارے میں سوال فرمائیں گے کہ میں نے فلاں نعمت دی تھی اس کو کہاں اور کس طرح استعمال کیا اور کس طرح اس نعمت کو ضائع کیا یا اس سے فائدہ اٹھایا۔ لہٰذا ہم اپنا روپیہ پیسہ وقت اور دوسری چیزیں خرچ کرنے سے پہلے ذرا سوچ لیں کہ کہاں خرچ کر رہے ہیں؟ اس کا جواب قیامت میں شرمندہ کرنے والا نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی نعمتوں کا شکر ادا کرنے اور انہیں مناسب انداز میں استعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اللہ کی پناہ مانگتے رہو

اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو ہر طرح کے چھوٹے بڑے عمداً و سہواً گناہوں سے پاک رکھا ہے اور اسی طرح تمام انبیاء ؑ کو بھی۔ اور ان سب مقدس ہستیوں پر نہ تو شیطان غلبہ پاسکتا تھا نہ ہی شیطانی خیالات چھا سکتے تھے۔ اور یہ پاک ومکرم ہستیاں نہ اللہ تعالیٰ کے کسی حکم سے روگردانی کرتی تھیں نہ کر سکتی تھیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے شر کا مادہ ان تمام شخصیات میں سے نکال دیا تھا اور ان سے دور فرما دیا تھا۔

ان تمام کمالات کے باوجود ہمارے پیارے نبی حضرت محمد عربی ﷺ تمام شرور وفتن سے پناہ مانگتے رہتے تھے اور ہر طرح کی برائی اور برے خیالات سے بچنے کی دعا فرماتے تھے۔

اور یہ سب کچھ اس لیے تھا کہ آپؐ کی امت آپؐ کی اقتداء کرے اور آپؐ کے نقش قدم پر چلے۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ اکثر یہ دعا مانگا کرتے تھے: ''خدایا میں تیری پناہ مانگتا ہوں۔ اس علم سے جو نافع نہ ہو۔ اس دل سے جو تیرا خوف نہ کرے اس نفس سے جو کبھی سیر نہ ہو اور اس دعا سے جو قبول نہ کی جائے''

(مسلم شریف)

بظاہر یہ دعا عام سی دعا لگتی ہے مگر ذرا غور کیا جائے تو یہ معلوم ہوگا یہ دعا تمام زندگی کا نچوڑ ہے۔ اس کی سب سے بڑی حیثیت اور اہمیت تو یہ ہے کہ خود نبی کریم ﷺ نے یہ دعا مانگی ہے۔

آپؐ نے پہلی پناہ اس علم سے مانگی جو فائدہ مند نہ ہو۔ علم انسان کو تہذیب وتمدن سکھاتا ہے شعور دیتا ہے اور انسان کو انسان بناتا۔ اور رب کا فرماں بردار بناتا ہے لیکن اگر انسان علم حاصل کرنے کے بعد نہ خود فائدہ اٹھائے اور نہ اس کے ذریعے سے عام خلق کو فائدہ دے تو وہ علم آخرت میں گلے میں آگ بن کر لٹکے گا۔

دوسری پناہ اس دل سے مانگی جو اللہ کا خوف نہ رکھتا ہو انسان اگر گناہوں اور برائیوں سے بچتا ہے تو اللہ کے خوف ہی کی وجہ سے بچتا ہے، لیکن جب اللہ کا خوف نہ ہو تو وہ ہر طرح کی برائی میں بالآخر پڑ جاتا ہے۔ اور تیسری پناہ آپؐ نے اس دعا سے مانگی جو قبول نہ ہو مطلب یہ ہے کہ دعا اس وقت قبول نہ ہوگی جب انسان اللہ کا نافرمان ہوگا حرام کھائیگا اور برائیوں میں مبتلا ہوگا۔

چنانچہ حقیقت میں یہ تینوں نعمتیں جس کے پاس ہوں دنیا میں مزید کسی نعمت کی حاجت نہیں رہتی اور وہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں میں شامل ہوگا۔

اور گویا یہ دعا مانگ کر رسول اللہ ﷺ نے یہ بتایا ہے کہ جب میں جو کہ باعث تخلیق کائنات ہوں محبوب رب العالمین ہوں، ان تمام شرور وفتن سے اور ہر اس چیز سے جو دنیا و آخرت کا نقصان کرنے والی ہے پناہ مانگتا ہوں۔

تو تم اے میرے امتیو اللہ سے بہت زیادہ الحاح وزاری سے دعائیں مانگو اور برائیوں سے پناہ طلب کرو۔

اللھم انا نسئلک علما نافعا. ورزقا و اسعا و شفاء من کل .
اللھم انا لسئک الھذا و التقی و العفاف و الغنی. آمین
اے اللہ! ہمیں تمام برائیوں سے نجات عطا فرمائے اور اپنے محبوب ﷺ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرما۔

انسان نما شیطانوں سے بچو

ارشاد نبوی ﷺ ہے: ''شیاطین جن اور شیاطین انس سے پناہ مانگو'' (الحدیث)

شیطین کی اصل جنس جن ہے لیکن شرارتوں اور بدمعاشی میں ان کی مثل انسانوں کو بھی رسول اللہ ﷺ نے شیطان ہی گردانا ہے۔

جب عزازیل نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کردیا تو وہ ابلیس ٹھہرا۔ اور اس دن سے آج تک ابلیس اور آدم کی اولاد کی دشمنی چل رہی ہے۔

ابلیس یعنی شیطان ''جنوں'' کے قبیل سے تعلق رکھتا ہے اور اس کی ذریات آدم کی اولاد کی طرح بڑھتی جارہی ہیں۔

جب کوئی انسان پیدا ہوتا ہے تو اس کے ساتھ ایک شیطان بھی پیدا ہوتا ہے۔ اور اس کو بہکاتا رہتا ہے۔

آج شیطان کی ذریات کی تعداد انسانوں سے ہزار گناہ زیادہ ہے جو کہ انسانوں کو بہکا رہے ہیں اور گمراہ کرنے میں دن رات لگے ہوئے ہیں۔ لیکن یہ تو وہ شیطان ہیں جو ہمیں نظر نہیں آتے۔ اور جو ہمارے دلوں اور دماغوں میں شیطانی وساوس وخیالات پیدا کرتے ہیں اور ایسے حالات انسان کے لئے پیدا کردیتے ہیں کہ وہ گناہوں میں مبتلا ہوجائے۔

لیکن کیا جنوں کے قبیل کے علاوہ بھی شیاطین اس دنیا میں بستے ہیں؟

چنانچہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ مسجد میں تشریف فرما تھے۔

آپؐ نے مجھ سے فرمایا، اے ابوذر کیا تم نے نماز پڑھی؟ میں نے عرض کیا ''نہیں'' آپؐ نے فرمایا، اٹھو اور نماز پڑھو، چنانچہ میں نے نماز پڑھی اور پھر آکر بیٹھ گیا۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اے ابوذر شیاطین جن اور شیاطین انس (انسانوں) کے شر سے اللہ کی پناہ مانگو'' میں نے عرض کیا یارسول اللہ کیا انسانوں میں بھی شیطان ہوتے ہیں؟ فرمایا ''ہاں''

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ جنوں کے علاوہ انسانوں میں بھی شیاطین ہوتے ہیں۔ لیکن یہ معلوم کیسے ہو کہ شیطان انسان کون ہے؟ تو آسان سی ترکیب ہے۔ یہ معلوم کرنے کی۔ وہ یہ کہ جو شخص خلاف شریعت کام کرے اور دوسرے انسانوں کے اعمال کو ضائع کرنے والا ہو اور اسے سیدھے راستے سے غلط اور گمراہ راستوں پر چلانے کے لئے کوشاں رہے نیک لوگوں کو تنگ کرنا اس کا شیوہ ہو وہ اپنے عمل سے دین اور شریعت اور اہل شریعت کا دشمن ہو تو وہ شیطان کا چیلا ہے اور شیطانی مشن میں شیطان کا ساتھ دے رہا ہے۔

آج ہم اپنے چاروں طرف ذرا غور سے دیکھیں کہ کون کون سے اعمال اور کام ایسے ہیں جو انسانی اخلاق وکردار کو شریعت کے خلاف بنانے والے نہیں۔ کیونکہ جو انسان کو پستی

اور گمراہی میں لے جانے والے کام ہیں وہ تو ہمارے سامنے اتنے ہیں کہ اگر شمار کرنا چاہیں تو ممکن ہی نہیں۔ اور وہ کام ذرا سی دین کی واقفیت سے نظر آجاتے ہیں کہ یہ دین وشریعت کو بگاڑ اور عوام کی گمراہی کے لئے وضع ہوئے ہیں۔

تو معلوم ہوا کہ آج شیاطین جن کی طرح شیاطین انس بھی بہت موجود ہیں جو گلی گلی قریہ قریہ بستی بستی انجانے میں اور جانتے بوجھتے بھی شیطانی افکار ونظریات اور اس کے خیالات واعمال کا پرچار کررہے ہیں اور اپنے آپ کو شیطان کے پیروکار ماننے کو تیار بھی نہیں ہیں۔ حالانکہ قرآنی احکام میں غلط تاویل سنت وحدیث کا انکار، غلط تشریح یہ سب وہ مرضی سے کررہے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت دے اور ہمیں ان کے جیسے اعمال اور کردار سے بچائے جسے رسول اللہ ﷺ نے شیطانی عمل کہا ہے۔

اور ہمیں حق کا پرچار کرنے اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

سات بڑے گناہوں سے بچنے کی ترغیب

رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: ''سات غارت گر چیزوں (باتوں) سے پرہیز کرو۔ صحابہ نے پوچھا کہ وہ کیا ہیں؟ تو آپؐ نے فرمایا: (۱) خدا کے ساتھ کسی کو شریک کرنا۔ (۲) جادو کرنا۔ (۳) کسی جان کو ناحق قتل کرنا جسے اللہ تعالیٰ نے جرم قرار دیا ہے۔ (۴) سود کھانا۔ (۵) یتیم کا مال کھانا۔ (۶) جہاد میں دشمن کے مقابلے سے پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلنا۔ (۷) بھولی بھالی پاک دامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگانا۔ (متفق علیہ)

رسول اکرم ﷺ اپنی امت کو چھوٹی سے چھوٹی برائی سے بچنے کی ترغیب فرماتے تھے۔ اس ارشاد میں سات بڑے گناہوں سے بچنے کی ہدایت فرمائی ہے۔ یہ وہ گناہ ہیں جن کی دنیاوی واخروی سزائیں بہت خطرناک ہیں اس لئے خصوصاً ان کا ذکر فرمایا۔

شرک ایسا گناہ ہے جو قیامت میں معاف نہ ہوگا (اگر دنیا میں توبہ نہ کی تو) اور پھر اگر شرک جلی میں مبتلا ہوئے تو بعض صورتوں میں ارتداد تک نوبت آجاتی ہے اور ارتداد کی دنیاوی سزا بالآخر قتل ہے۔

اسی طرح جادوگر کی دنیاوی سزا ''موت'' ہے اور آخرت میں سخت عذاب بھی ہے اور جادو پورے معاشرے کو برباد کر دیتا ہے اور معاشرے میں زہر پھیلاتا ہے۔

اسی طرح کسی شخص کا قتل پوری انسانیت کا قتل شمار کیا گیا ہے اس کی دنیاوی سزا ''موت'' اور اخروی سزا ہمیشہ کے لئے جہنم میں رہنا ہے۔

اسی طرح سود کھانے کو اللہ تعالیٰ سے جنگ کرنے کے مترادف قرار دیا گیا ہے اور آخرت میں سخت ترین عذاب ہے۔ اسی طرح یتیم کا مال کھانا گویا پیٹ میں آگ بھرنا ہے آخرت میں سخت ترین عذاب کا باعث ہے۔ اسی طرح میدان جہاد سے بھاگنا امت میں بزدلی پھیلا کر کفر کے تسلط کا باعث ہے جس کی سزا دنیا میں لعنت اور آخرت میں سخت رسوائی کا عذاب ہے۔

یہ چند بڑے گناہ ہیں جن کی شناعت زیادہ ہونے کے باعث انہیں الگ ذکر فرما دیا گیا ہے۔ ورنہ گناہ چھوٹا ہو یا بڑا ہر ایک سے بچنا چاہئے۔ رسول اکرم ﷺ نے اپنے دیگر ارشادات میں انہیں بیان فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہر قسم کے گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

یہود و نصاریٰ کی صورتاً وعملاً مشابہت کی ممانعت

رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

''من تشبہ بقوم فھو منھم''

''جو جس قوم سے مشابہت کرے گا وہ انہی میں سے ہے''

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:

''جو شخص عجم کے ساتھ جا کر رہا اور ان کے ساتھ نیروز (نوروز) اور مہرجان میں شریک ہوا اور اسی حال میں مر گیا تو اس کا حشر انہی کے ساتھ ہوگا'' (اقتضاء الصراط المستقیم)

مذکورہ دونوں ارشاد میں رسول اکرم ﷺ اس بات کی تربیت فرما رہے ہیں کہ جس طرح یہود و نصاریٰ کی ان کے اعتقاد میں مشابہت نہیں کرنی چاہئے اسی طرح صورتاً اور عملاً

بھی ان کے اعمال اور صورت میں بھی ان کی مشابہت سے پرہیز کرنا ضروری ہے۔

رسول اکرم ﷺ نے ان باتوں پر اپنے عمل اور اپنے دیگر ارشادات سے مزید پختگی فرمائی۔ مثلاً ایک صحابی نے زعفران سے رنگا لباس پہنا تو آپ نے اس کی ممانعت فرمائی کہ یہ عجمیوں کا مذہبی لباس ہے۔ اسی طرح کسی نے بدھسٹ کی طرح کی ایک چوٹی سر پر رکھ لی تھی تو آپؐ نے بھی منع فرما دیا۔ اور جب آپؐ مدینہ تشریف لے گئے تو وہاں یہود کا دس محرم کے روزے کا معمول دیکھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس میں ایک روزہ پہلے یا بعد ملا لو اور ان کی عملاً مخالفت کرو۔ اسی طرح عمامہ میں ٹوپی رکھ کر پہننے کا حکم دیا کہ بغیر ٹوپی پہننا یہود کی عادت ہے اس کی مخالفت کرو۔

بہر حال ایک نہیں کئی واقعات و ارشادات ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے بعض اعمال میں تبدیلی یا اس کو اس وجہ سے ترک فرمایا کہ وہ یہود کے اعمال تھے یا لباس اور اطوار میں یہود اور دیگر مذاہب کی مشابہت ہوتی تھی۔ چنانچہ نہ صرف آپؐ نے مشابہت سے منع فرمایا بلکہ مشابہت کرنے والے کو وعید بھی سنا دی کہ قیامت میں اس کا حشر انہی لوگوں کے ساتھ ہوگا۔

بہر حال غیر مذاہب کی صورتاً اور عملاً مشابہت سے پرہیز کرنا ضروری ہے اور جس طرح رسول اکرم ﷺ نے نوروز اور مہرجان جیسے غیر اسلامی تہواروں میں شرکت پر وعید سنائی ہے اسی طرح بسنت، چوتھی، مایوں، مہندی، کرسمس اور سالگرہ میں بھی شرکت کرنا غیر اسلامی تہواروں یا تقاریب میں شرکت ہے۔ ان سب کا حکم نوروز اور مہرجان میں شرکت جیسا ہے لہٰذا عملی مشابہت کے ساتھ ان جیسے کپڑے ان جیسے انداز اور ان کے مذہبی شعائر کے نشانات والے کپڑے وغیرہ پہننا بھی اسی حکم میں شامل ہے۔ ان سب سے بچنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ایک عظیم گناہ میاں بیوی میں جدائی کروانا

ارشاد نبوی ﷺ: ''شیطان میاں بیوی میں جدائی کرانے والے شیطان کے چیلے کو کہتا ہے کہ اصل کام تو کر کے آیا ہے'' (الحدیث)

اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا:

''وَمِنْ اٰیٰتِہٖٓ اَنْ خَلَقَ لَکُمْ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْکُنُوْٓا اِلَیْھَا وَجَعَلَ بَیْنَکُمْ مَّوَدَّۃً وَّرَحْمَۃً'' (الروم: نمبر ۲۱)

ترجمہ: ''اور اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے یہ ہے اس نے تم کو تمہارے نفسوں سے جوڑا جوڑا پیدا کیا۔ تاکہ تم ان کے ساتھ چین سکون سے رہو اور تمہارے درمیان محبت ورحمت پیدا کی''

اس دنیا کا نظام خاندان میاں اور بیوی کے باہمی ربط وتعلق اور محبت سے چل رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے میاں اور بیوی کے ہونے کو اپنی نشانیوں میں سے ذکر کیا ہے۔ کہ یہ جو جوڑا ہے مرد اور عورت کا یہ میری نشانیوں میں سے ہے۔

اور آگے فرمایا کہ ''میں نے ان دونوں کے درمیان محبت اور رحمت پیدا کی ہے۔ چنانچہ ایک لازمی سا امر ہے کہ ایک لڑکی جو بیس بائیس سال تک اپنے ماں باپ بہن بھائیوں کے درمیان رہ رہی تھی۔ آج ایک نکاح کے بندھن میں اسے ایک اجنبی مرد کے ساتھ بندھن میں باندھ دیا گیا، اور وہ مرد کہ جسے اس نے نہ دیکھا نہ ملی تھی بجز چند کے۔ اور اس نکاح میں اللہ تعالیٰ نے ایک ایسی برکت رکھی ہے کہ نکاح ہونے کے بعد اس کی کل کائنات اس کا شوہر ہوتا ہے۔

نکاح کے بعد وہ اپنے شوہر کو والدین اور بہن بھائیوں پر ترجیح دیتی ہے۔ اس کی خوشی میں اپنی خوشی سمجھتی اور اس کے غم کو اپنا غم سمجھتی ہے۔ آخر یہ ایک ہی دن میں بلکہ نکاح کے دو بولوں کے ساتھ ہی کیونکر ہو جاتا ہے۔

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''وَمِنْ اٰیٰتِہٖ '' کہ یہ تو میری نشانیوں میں سے ہے

''وَجَعَلَ بَیْنَکُمْ مَّوَدَّۃً وَّرَحْمَۃً'' کہ میں نے ان کے درمیان ایسی محبت اور ایسی رحمت پیدا کر دی ہے کہ اب انہیں کوئی جدا نہیں کر سکتا۔

لیکن اگر کوئی شخص ایسا عمل کرے کہ وہ ان دونوں کے درمیان تفرقہ ڈال دے اور ان کو آپس میں جدا کرنے کی کوشش کرے تو یہ عمل یقیناً اللہ تعالیٰ کی اس نشانی کو توڑنے کی کوشش کرنا ہے اور یہ عمل سوائے شیطان کے کون کر سکتا ہے اور یہ شیطان جہاں جن شیطان کی شکل میں ہوتا ہے وہیں آج کل انسانی شکل میں بھی لاتعداد موجود ہیں کہ ان دونوں کے درمیان بدگمانی پیدا کرتے ہیں اور اچھے بھلے گھرانے کو تباہ وبرباد کر دیتے ہیں۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''کہ ابلیس اپنے مرکز سے زمین کے ہر گوشے میں اپنے (ایجنٹ) پیروکار روانہ کرتا ہے۔ پھر وہ ایجنٹ واپس آ کر اپنی اپنی کاروائیاں سناتے ہیں، کوئی کہتا ہے میں نے فلاں فتنہ برپا کیا، کوئی کہتا ہے میں نے فلاں شر پھیلایا۔ مگر ابلیس ہر ایک سے کہتا ہے کہ تو نے کچھ نہ کیا۔

پھر ایک آتا ہے اور کہتا ہے کہ ''میں نے ایک عورت اور اس کے شوہر کے درمیان جدائی ڈالی ہے'' یہ سن کر ابلیس اسے گلے لگالیتا ہے اور کہتا ہے کہ صرف تو کام کر کے آیا ہے۔

آخر کیا وجہ ہے کہ ابلیس صرف اس بات پر خوش ہوتا ہے؟

اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ دو مرد وعورت کی جدائی نہیں ہوتی بلکہ دو خاندانوں کی تباہی ہوتی ہے۔ اس عمل کی وجہ سے ان کے بچے تباہ ہو جاتے ہیں اور ان کے گھرانے ایک دوسرے کے دشمن ہو جاتے ہیں۔ اور اس کے بعد اس دشمنی کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔

مرد کا خاندان عورت کے خاندان کی بیخ کنی کرتا ہے اور عورت کا خاندان مرد کے خاندان کی، یوں دو خاندان کئی نسلوں تک متاثر ہو جاتے ہیں۔ اور اگر خاندان بیچ میں نہ ہو تو لڑکی اور اس کے بچے بے آسرا ہو کر غلط ہاتھوں میں پہنچ کر معاشرے میں گندگی پھیلانے کا سبب بنتے ہیں۔

تو معلوم ہوا کہ انجانے میں یہ بظاہر نظر آنے والا چھوٹا سا گناہ کتنا بڑا گناہ ہے۔

جو لوگ لگائی بجھائی کر کے دونوں کو ایک دوسرے کے خلاف بھڑکاتے ہیں وہ ذرا غور

کریں اور سوچیں ان کے اس چھوٹے سے عمل سے کتنی بڑی تباہی پھیلتی ہے اور کتنے خاندان برباد ہو جاتے ہیں۔ اسی لئے فقہاء کرام نے عورت اور شوہر کے درمیان تفریق کی کوشش کرنے والے کو سخت تعزیر اور قید کرنے کا حکم دیا ہے۔ (فتاویٰ شامی)

ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ہر برائی سے بچائے اور اس نظام کو خوش اسلوبی سے چلانے کی توفیق دے۔ آمین

وارث کے لئے وصیت نہیں، ورثاء کا حق مت ماریئے

ارشاد نبوی ﷺ ہے: "وارث کے لئے کوئی وصیت نہیں" (الحدیث)

نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد واضح طور پر یہ بات بتلا رہا ہے کہ وارث کے لئے وصیت کرنا درست عمل نہیں ہے، بلکہ وارث کا حصہ قرآن کریم ہر پہلو سے بیان کر دیا گیا ہے۔

چنانچہ اللہ رب العزت نے قرآن عظیم میں

"یُوْصِیْکُمُ اللّٰہُ فِیْۤ اَوْلَادِکُمْ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ"

(النساء: پارہ نمبر۴)

کی آیت نازل فرما کر میراث کے باب اور مسائل کو بیان فرما دیا ہے چونکہ اسلام سے قبل اس طرح کا کوئی نظام نہ تھا۔ یتیم بچوں اور بیوہ کا مال شوہر کا بھائی باپ کھالیا کرتا تھا اور انہیں محروم کر دیتا تھا۔ اسی طرح خود باپ اپنی بیوی اور بیٹیوں کو اپنی وصیت کے ذریعے محروم کر دیتا اور انہیں کچھ نہ دیا جاتا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے جب میراث کے احکامات بیان فرما دیئے اور رسول اللہ ﷺ نے انہیں کھول کھول کر خوب تشریح کے ساتھ بیان فرما دیا تو اس کے بعد فرمایا لاوصیۃ للوارث کہ اب وارث کے لیے کوئی وصیت کی گنجائش نہیں اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کے حصے کو بیان فرما دیا ہے اور اگر کسی اور کے لئے بھی کوئی وصیت کرے تو ایک ثلث (ایک تہائی) میں سے زیادہ میں وصیت جاری نہ ہوگی۔

تو گویا اب اگر کوئی میراث کے حوالے سے وصیت کرتا ہے کہ میرے مال میں سے

اتنا مال میرے اس بیٹے کو دیا جائے اتنا اس بیٹی کو تو یہ غلط ہے اس کا حصہ تو اللہ نے متعین فرما دیا ہے۔

اگر پھر بھی کوئی ایسی وصیت کر دے کہ جس کی وجہ سے دوسرے حقدار کا حق مارا جائے تو اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ایک آدمی تمام عمر اہل جنت کے کام کرتا ہے مگر مرتے وقت وصیت میں ضرر رسانی کر کے اپنی کتاب زندگی کو ایسے (باب) عمل پر ختم کر جاتا ہے جو اسے دوزخ کا مستحق بنا دیتا ہے" (الحدیث)

آج دین سے دوری اور اسلامی احکام سے ناواقفی کی بنا پر لوگ اس عمل میں بہت زیادہ ملوث ہیں اور اس کے مرنے کے بعد آپس میں بھائی بھائی کا دشمن صرف اس جائیداد کی وجہ سے ہو جاتا ہے جو اس کے باپ کی غلط وصیت کی وجہ سے ایک دوسرے کا حق مارتی ہے۔ لہٰذا ورثاء کے حق میں وصیت نہیں کرنی چاہئے اور جسے اپنے کسی غریب بیٹے یا بیٹی کا خیال ہے اسے چاہئے کہ زندگی میں اس کی خفیہ یا علانیہ مدد کر کے اسے حسب ضرورت دیدے۔ اللہ ہمیں اسلام سے محبت اور اس کے احکام کی سمجھ اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

بہترین بیوی کے اوصاف

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "کہ بہترین بیوی وہ ہے جس کی طرف دیکھتے ہی دل خوش ہو جائے" (الحدیث)

یہ ایک حقیقت ہے کہ اس دنیا میں رنگ عورت کے دم سے قائم ہے وہ عورت ہی ہے کہ جو ایک حیوان صفت انسان کو انسان بنا دیتی ہے اور وہ بھی عورت ہی ہے جو ایک اچھے انسان کو حیوان بنا دیتی ہے۔

اگر عورت چاہے تو بگڑے ہوئے گھرانے سدھار دے اور اگر چاہے تو ہنستے بستے گھرانوں میں آگ لگا دے دنیا میں عورت کو اسلام نے جو مقام اور عزت وحرمت عطاء کی ہے اسلام سے قبل اس کا تصور نہ تھا۔

ان درجات میں ایک درجہ عورت کا بیوی کی حیثیت سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن عظیم میں فرمایا:

"وَخَلَقْنٰکُمْ اَزْوَاجاً" (النباء)

"ہم نے تم کو جوڑا جوڑا بنایا ہے"

چنانچہ بیوی کو ہونا کیسا چاہئے۔ اس کی صفات واخلاق کیسے ہوں؟ تو اس بارے میں رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "بہترین بیوی وہ ہے کہ جب تم اسے دیکھو تو تمہارا دل خوش ہو جائے، جب تم اسے کسی بات کا حکم دو تو وہ تمہاری اطاعت کرے، اور جب تم گھر میں نہ ہو تو وہ تمہارے مال اور اپنے نفس کی حفاظت کرے"

اس ارشاد مبارکہ میں بیوی کے تین اوصاف بتائے گئے ہیں ان کے علاوہ اور بھی دیگر احادیث میں اچھی بیوی کی صفات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ پہلی صفت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ا۔ جب تم اسے دیکھو تو دل خوش ہو جائے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے اخلاق گفتار عادات اتنی اچھی ہوں کہ جب بھی تم اسے دیکھو اس کی ان عادات کے پیش نظر تم خوش ہو جاؤ اور یہ کہ وہ شوہر کے گھرانے پر اچھے برتاؤ اور اپنائیت اور حسن سلوک سے پیش آتی ہو۔ اگر چہ وہ خوبصورت نہ ہو یہ ایک عام سی بات ہے کہ کسی سے ملاقات ہو اور وہ شخص اچھی عادات و اخلاق والا ہو تو جب دوبارہ اس سے ملنا ہوتا ہے تو ایک عجیب سی خوشی محسوس ہوتی ہے۔

۲۔ دوسری صفت فرماں بردار ہو۔ اور یہ ایسی عادت ہے کہ اگر کسی عورت میں پائی جائے تو اسے گھر کی ملکہ بنا دیتی ہے کیونکہ جب وہ شوہر کی ہر بات بسر وچشم قبول کرے اور اس کا حکم اپنی رضا نہ ہونے کے باوجود مانے تو پھر شوہر اور اس کے گھر والے بھی اس کی بات کو سنتے اور اہمیت دیتے ہیں۔

۳۔ اور تیسری صفت کہ وہ تمہاری غیر موجودگی میں تمہارے مال اور اپنے نفس (عزت) کی حفاظت کرے۔ یہ صفت اس کی دیانت امانت اور کردار پر دلالت کرتی ہے کہ تم جب گھر سے باہر ہو تو تمہیں اس بات کی فکر نہ ہو کہ گھر میں کوئی شیطان داخل ہو سکتا ہے۔

یہ صفات وہ ہیں کہ جو رسول اکرم ﷺ نے بتائی ہیں اور ان میں خوبصورتی کا ذکر نہیں

ہے اس سے معلوم ہوا کہ عورت کے اخلاق وشمائل میں خوبصورتی اصل چیز نہیں ہے بلکہ خوب سیرتی اصل چیز ہے۔ (یہ الگ بات ہے خوبصورتی کا اپنا ایک مقام ومرتبہ ہے لیکن بداخلاق عورت اگر خوبصورت ہو تو وہ دنیا کی خطرناک ترین عورت شمار کی جاتی ہے)

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ "دنیا کے بہترین اثاثوں میں سے بہترین اثاثہ اچھی بیوی ہے"

ایک اور حدیث میں ارشاد ہے "کہ تم زیادہ اولاد پیدا کرنے والی اور محبت کرنے والی عورتوں سے شادی کرو، کیونکہ میں قیامت کے دن تمہارے ذریعے اپنی امت کے زیادہ ہونے پر فخر کرونگا" (مشکوٰۃ)

بہر حال حسن سیرت انسان کا خصوصاً عورت کا اصل جوہر ہے یہ وہ سرمایہ ہے کہ سخت سے سخت دل والا انسان بھی عورت کی اس عادت کی وجہ سے نرم ہو جاتا ہے۔ چنانچہ جب شوہر کی نگاہ میں عورت کا مقام بلند ہو جائے تو اسے دنیا کے کسی اور سرمائے کی پرواہ نہیں رہتی۔

اللہ تعالیٰ ہمارے گھروں کو قائم ودائم رکھے اور خوشیاں عطا فرمائے۔ آمین۔

نماز قائم کرنے والے حکمرانوں کے خلاف اٹھنا درست نہیں

رسول اللہ ﷺ نے ایک سوال کے جواب میں کہ "حکمرانوں کے خلاف بغاوت کب تک نہ کریں؟ تو فرمایا کہ جب تک وہ تمہارے درمیان نماز قائم کرتے رہیں" (الحدیث)

ملک کی عوام کے لئے اللہ کے نعمتوں میں سے ایک اچھی اور بہترین نعمت "اچھا حکمران" ہے۔ اگر حکمراں اچھا ہو تو ملک کی رعایا خوشحالی اور چین کی زندگی بسر کرتی ہے۔ اور حکمرانوں کا برا ہونا یہ ہمارے اعمال کا بھی اثر ہوتا ہے۔

رسول ہادی ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اَعمالُکم عُمّالُکم تمہارے اعمال تمہارے حکمران ہیں تو معلوم ہوا کہ اگر عوام کے اعمال اچھے ہوں اور وہ شریعت کے پابند ہوں تو اللہ حکمران بھی اچھا دیتا ہے بصورت دیگر کسی ظالم جابر کو مسلط کر دیتا ہے۔

اسی طرح رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "تمہارے بدترین سردار (حکمراں) وہ

ہیں جو تمہارے لئے مبغوض ہوں (یعنی تمہیں ان کی غلط حرکتوں کی وجہ سے ان پر غصہ آئے)
اور تم ان کے لیے مبغوض ہو۔ تم ان پر لعنت کرو اور وہ تم پر لعنت کریں" صحابہ کرام ؓ نے
عرض کیا، یارسول اللہ! جب یہ صورت ہو تو کیا ہم ان کے مقابلہ پر نہ اٹھیں؟ فرمایا: "نہیں،
جب تک وہ تمہارے درمیان نماز قائم کرتے رہیں" (مسلم)

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ اگر حکمران ظالم ہو اور عدل وانصاف سے کام نہ
لیتا ہو مگر نماز قائم کرے تو اس کے خلاف جنگ کے لئے اٹھنا جائز نہیں ہے۔

لیکن اگر ظلم وجبر حد سے بڑھ جائے اور فسق وفجور عادت بن جائے، دین کے احکام کو
ادا کرنا چھوڑ دیں اور ان کا مذاق اڑائیں تو حکمرانوں کے خلاف عوام کو اٹھنا چاہیے اور
یہاں تک کہ جنگ کے لئے بھی تیار ہو جانا چاہئے۔ خصوصاً ایسے وقت میں جب وہ خود نماز نہ
پڑھنے کا اقرار کرلیں، نماز کی ترغیب کو زبردستی شمار کریں، اور اس زبردستی کو برداشت نہ
کرنے کا عندیہ دیں۔ داڑھی اور پردہ کرنے کو دقیانوسیت اور بے وقوفی قرار دیں۔ لوگوں
کے داڑھی اور پردہ چھوڑ دینے تک جنگ جاری رکھنے کا اعلان کرنے والی سپر پاور کا دست و
بازو بنے رہیں، منکرین حدیث کو میدان کھلا دیکر نماز کی فرضیت کے بارے میں شکوک و
شبہات لوگوں کے دلوں میں ڈالیں۔ مساجد اور دینی مدارس کو نمازیوں اور طلبہ سمیت
ڈھادیں۔

یقیناً: ایسا ہی وقت ہوتا ہے جب علماء کرام کو غور وفکر کے بعد فیصلہ کرلینا چاہئے کہ کیا
رسول اکرم ﷺ نے انہی حکمرانوں سے پہلے تک بغاوت کو منع کیا تھا؟ اور کیا یہ لوگ اس
استثناء کے حقدار ہیں یا نہیں؟

حدود اللہ کی پاسداری کرتے رہنا

ھادی عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اللہ تعالیٰ نے کچھ فرائض تم پر عائد کیے ہیں انہیں ضائع نہ کرو۔ کچھ
چیزیں حرام کیں کی ان کے پاس نہ بھٹکو۔ کچھ حدود مقرر کی ہیں ان

سے تجاوز نہ کرو اور کچھ چیزوں کے متعلق خاموشی اختیار کی ہے اور اس
کے متعلق اسے بھول لاحق نہیں ہوئی۔ لہٰذا ان کی کھوج نہ لگاؤ"

اس ارشاد نبوی ﷺ میں چند باتوں کی خصوصی تربیت دی گئی ہے۔

(۱) فرائض کو ضائع نہ کرو۔ نماز، روزہ زکوۃ، اور حج چار اہم فرائض ہیں ان سے غفلت
برتنا اور انہیں ضائع کرنا اپنے دین کو ضائع کردینا ہے لہٰذا ان کو ادا کرنا ضروری ہے۔

(۲) جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے ان کے قریب مت بھٹکو۔ اس طرح
کے الفاظ استعمال کرنے کا واضح مطلب یہ ہے کہ تاویل کرکے بھی ان کے قریب نہ جاؤ۔
ہمارے آس پاس ہمارے معاشرے میں چند حرام ایسے ہیں جن میں یا تو بلاواسطہ لوگ
شریک ہیں یا تاویل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مثلاً

جھوٹ بولنا، لوگوں نے کاروبار میں جھوٹ بولنے کو کاروبار کی مجبوری قرار دے دیا
ہے اپنی سستی کاہلی اور وعدہ پورا نہ کرنے کی عادت کو چھپانے کے لئے جھوٹ بولنا فنکاری
قرار دے دیا ہے۔ اسی طرح سیاست میں جھوٹ بولنے کو سیاست کی مجبوری قرار دے دیا
ہے۔ سود کھانا۔ جسے معاشرے کے بے شمار لوگوں نے تاویل کرکے جائز قرار دے دیا ہے
کسی نے معاشی نظام کی مجبوری بتادیا کسی نے حرام سود اور جائز سود کی تشریح کردی اور کوئی
ڈھٹائی پر اترا ہوا ہے کوئی اسے انفرادی مجبوری کا نام دیتا ہے۔

زنا کرنا۔ جدید مغربی فلسفہ سے وابستہ لوگوں نے ڈاکٹر سگمنڈ فرائیڈ نامی یہودی کے
فلسفہ کو اپنا دین ایمان بنا کر زنا کو جنسی عمل اور جنسی ضرورت کا نام دیکر کھانے پینے کی طرح
ضرورت قرار دیکر اسے ہر طرح سے جائز قرار دیدیا ہے۔ دوسری طرف فحش میڈیا نے
لوگوں کے ذہنوں سے اس گندے کام کی برائی کھرچ دی۔ تیسری طرف جہیز کے مکروہ
انداز اور نام نہاد معاشی استحکام کے نظریئے نے نوجوانوں کو شادی سے دور کررکھا ہے یوں
بدکاری کی طرف میلان بڑھ رہا ہے۔

شراب پینا۔ مال غیر کا کھانا، رشوت لینا، اپنے حق سے زائد وصول کرنا اور دیگر حرام
بھی حلال سمجھے جار ہے ہیں (نعوذ باللہ)

(۳) اسی طرح حدود سے تجاوز نہ کرنے کا حکم فرمایا۔ پردے، میل جول، اور شرعی احکامات تمام کی حدود کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

(۴) بعض احکام بعض دنیاوی یا اخروی راز جنہیں اللہ تعالیٰ نے خود بیان نہیں کیا اس لئے کہ ہم اپنی حدود میں رہ کر رب تعالیٰ کے دوسرے احکام پورے کریں۔ معاشرے میں نیکی اور ہمدردی کی شمعیں روشن کریں۔ اس لئے ہمیں وہاں تک رسائی نہیں دی گئی۔ ایسی باتوں کے جاننے کے پیچھے پڑنا ہر چیز کی حکمت اور وجہ معلوم کرنے کے پیچھے پڑنا۔ یہ سب لایعنی کام ہیں مقصد سے دور کرتے ہیں اس لئے بیان نہیں ہوئے ان کے پیچھے نہیں پڑنا چاہئے۔

میں تم کو ہر نشہ آور چیز سے منع کرتا ہوں (الحدیث)

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں شراب کے پینے سے واضح طور پر ممانعت فرمائی ہے اور حرام قرار دیا ہے۔

اسی طرح سرور دو عالم ﷺ نے بھی ہر نشہ آور چیز کے استعمال سے منع فرمایا ہے۔

ارشاد پاک ہے: ''ہر وہ مشروب جو نشہ پیدا کرے حرام ہے اور میں ہر نشہ آور چیز سے (تم کو) منع کرتا ہے''

نشہ یا نشہ آور اشیاء کس وجہ سے حرام ہیں اس کی وجہ علماء نے دماغ کا کھو جانا یا ایسا سرور آنا کہ آدمی کا مست ہو جانا اور اچھے برے کی پہچان نہ رکھنا ہے۔

اور شراب یا دیگر نشہ آور اشیاء سے آدمی کی عقل مغلوب ہو جاتی ہے۔ اور وہ ماں بیٹی اور بیوی کی تمیز کھو بیٹھتا ہے۔ یہ ایک مشاہدہ ہے کہ نشہ باز شخص اپنے رشتوں اور قابل احترام ہستیوں کے احترام اور عام انسان سے حسن سلوک سے محروم ہو جاتا ہے وہ نشہ میں ہو یا نہ ہو دل سخت ہو جاتا ہے۔

اور عام حالت میں وہ نرم دلی، احترام، حسن سلوک اور تقویٰ سے دور ہو جاتا ہے۔

اسی وجہ سے نشہ کو ام الخبائث تمام برائیوں کی ماں کہا گیا ہے۔ اور پھر نشہ کی ہر چیز انسانی صحت کے لئے بری ہے تو جو چیز سراپا برائی ہے اس کے قریب جانا تو کیا قریب بھٹکنا بھی

نہیں چاہئے۔

رسول اکرم ﷺ نے اس کے استعمال سے منع فرما کر یہ واضح کر دیا کہ ہمارے اور نشہ کے درمیان اللہ اس کے رسول کا حکم آڑ ہے جو اس تک پہنچنا چاہے وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کو پامال کر کے ہی وہاں تک پہنچے گا۔

اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو اس سے باز رہنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

(ارشاد نبویؐ ہے ''امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرتے رہنا تم پر لازم ہے'' (الحدیث)

امر بالمعروف و نہی عن المنکر یعنی اچھائیوں کا حکم دینا اور برائی سے روکنا یہ ہر مسلمان کا فریضہ ہے اور اگر اسلام کی اسی تعلیم پر عمل ہونے لگے تو دنیا میں امن و امان قائم ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی خصوصی تعلیم دی ہے اور اس امت کو تمام امتوں میں ''بہترین امت'' ہونے کا خطاب بھی اس عمل کی وجہ سے ملا ہے۔ یہی ایک عمل ہے جس سے امت اپنے اصل دین پر قائم رہ سکتی ہے اور اس عمل کو چھوڑنے کا نتیجہ امت کی گمراہی اور دین سے دوری کی شکل میں سامنے آرہا ہے۔

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جب لوگوں کا یہ حال ہو جائے کہ وہ برائی کو دیکھیں اور اسے بدلنے کی کوشش نہ کریں۔ ظالم کو ظلم کرتا پائیں مگر اس کے ہاتھ نہ پکڑیں تو بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے عذاب میں سب کو لپیٹ میں لے لے۔

خدا کی قسم تم کو لازم ہے کہ بھلائی کا حکم دو اور برائی سے روکو، ورنہ اللہ تعالیٰ تم پر ایسے لوگوں کو مسلط کر دیگا جو تم میں سب سے بدتر ہونگے۔ اور وہ تم کو سخت سزائیں دینگے۔ پھر تمہارے نیک لوگ خدا سے دعا مانگیں گے مگر دعا قبول نہ ہوگی۔

اس ارشاد مبارکہ میں آپؐ نے صاف اور واضح الفاظ میں امر و نہی کا حکم دیا ہے اور اس بابرکت عمل کو ترک کرنے کی سزا بھی سنا دی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَ
جَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ''

دعوت دو اپنے رب کے راستے کی حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ اور ان سے اچھی
طرح بحث مباحثہ کرو۔ (فصلت)

اس آیت مبارکہ میں امر بالمعروف صیغہ امر کے ساتھ مذکور ہے اور امر ونہی کو فرض کیا
ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ نماز و زکوٰۃ کی طرح ضروری امر ہے۔

اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

نیکی اور ایمان پر غرور مت کرو

رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

''خوب جان لو کہ تم محض اپنے عمل کے بل بوتے پر جنت میں نہیں پہنچ
پاؤ گے۔ (صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ بھی؟ تو فرمایا) ہاں
میں بھی مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنی رحمت اور فضل سے ڈھانک لے''

رسول اکرم ﷺ کا یہ ارشاد گرامی اس بات کو واضح کر رہا ہے کہ محض نیک عمل کر کے
جنت کی تمنا کرنا درست نہیں ہے۔ جنت میں داخلہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہوگا۔ اگر
نیک عمل پر ہی جنت کا وعدہ کر لیا جاتا کہ نیک عمل پر جنت ضرور ملے گی۔ تو نیک عمل کرنے
والا اتراتا پھرتا کہ میں جنتی ہوں اور جو نیک عمل نہیں کر رہا وہ جہنمی ہے۔

لہٰذا یہ ضروری ہے کہ نیک عمل کیا جائے اور جہاں کہیں نیکی نظر آئے اسے حاصل
کرنے کا موقع نہ گنوایا جائے اور پھر اللہ تعالیٰ سے ان اعمال کو قبول کرا کے اپنی رضا اور
جنت دینے کی دعا کی جائے اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کا طالب رہا جائے۔

نیک اعمال کے ساتھ امید و خوف کی کیفیت ضروری ہے کہ یہ امید ہو کہ اللہ تعالیٰ قبول
فرمالے گا مگر ساتھ ہی یہ خوف بھی ہو کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ اسے قبول نہ کرے۔ یہی وہ
کیفیت ہے جس کے لئے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا تھا کہ یہی مطلوب ہے اور ایسے میں اللہ
تعالیٰ خوف ختم کر کے اس کی امید کے مطابق مغفرت فرمادے گا۔

گویا کہ رسول اکرم ﷺ یہ تربیت فرما رہے ہیں کہ نیک اعمال کر کے کسی غلط فہمی

یا غرور میں مبتلا نہ ہو جانا کہ تم نے نیک عمل کیا ہے تو رب تعالیٰ تمہیں جنت ہی میں داخل
فرمائے گا بلکہ اللہ تعالیٰ جس شخص پر رحمت کریں گے اسے ہی جنت میں داخل فرمائیں گے۔

کیونکہ نیک اعمال ایمان کی بدولت ہیں اور ایمان کی طرف ہدایت اور ایمان والا ہونا
محض اللہ تعالیٰ کا احسان ہے لہٰذا جب ایمان رب تعالیٰ کے احسان کے نتیجے میں ملا ہے تو
اس پر غرور کیسا اور اترانا کیا، اور رب کی دیگر مخلوق پر اپنی بڑائی کیسے کرنی؟ رب تعالیٰ نے
سورہ حجرات میں فرمایا۔

بلکہ اللہ تعالیٰ نے تم پر یہ احسان کیا ہے کہ تم کو ایمان کی طرف رہنمائی کر دی۔ اگر تم
سچے ہو۔

بہر حال اپنے نیک اعمال پر مغرور نہ ہونا چاہئے بلکہ رب تعالیٰ سے امید اور خوف کی
کیفیت کے ساتھ رحمت کی اور اس کے فضل کی دعا کرتے رہنا چاہئے۔

ایمان کا معیار ''عشق نبویؐ''

عشق رسول ﷺ یقیناً ہر مومن کا ایمان ہے، عشق نبوی میں ڈوبے ہوئے نہ جانے
کتنے لوگ ہیں کہ جن کے روز و شب اتباع نبی میں گذرتے ہیں تاکہ ان کے محبوب ﷺ کی
کوئی ادا ان سے رہ نہ جائے۔

لیکن سرکار دو عالم ﷺ نے ایمان کا معیار کیا بتایا ہے۔ فرمایا محبوب رب کائنات ﷺ
نے ''تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اس کو اس کے باپ اس کی اولاد
اور تمام انسانوں سے بڑھ کر محبوب نہ ہو جاؤں'' (بخاری، مسلم)

معلوم ہوا کہ سچا مومن سچا عاشق تو وہ ہے کہ جو سرور دو عالم ﷺ کی اتباع میں آپ کی
عزت و حرمت و تقدس پر اپنے ماں باپ اپنا نفس اپنی اولاد اپنا مال تک قربان کر دے اور آقا
کی عظمت کو ان سب سے بڑا جانے کسی بھی قربانی سے دریغ نہ کرے۔ یعنی رسول اللہ ﷺ
کے حکم اور ان کی سنت پر عمل کرے اور اس پر عمل کرنے کے لئے جان کی قربانی دینی پڑے تو
دے۔ اس کا کوئی عمل اسے رسول اللہ ﷺ کا باغی یا نافرمان نہ بنائے۔ اس کا ہر عمل اسے سچا

عاشق ہی بناتا ہو۔ ایسا آدمی ہی سچا مومن کہلانے کا حقدار ہے چنانچہ ہم جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم
کے حالات پڑھتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے آپ کو سچا مومن
وسچا عاشق ثابت کر کے دکھایا۔ اور اپنی جان اپنا مال و دولت اپنی اولاد غرض ہر چیز آقا کے
فرمان پر آقا کی عزت وحرمت پر قربان کر دی اور ''رضی اللہ عنہ''، اولئک ھم المفلحون'' کا
مصداق قرار پائے۔ تمام مسلمانوں کو صحابہ کرام کے نقش قدم پر چل کر رسول اللہ ﷺ کا سچا
عاشق ہونے کا ثبوت دینا چاہئے۔

اللہ ہمیں حب وعشق نبوی ﷺ عطا فرمائے۔ آمین۔

نبی کے فرمان کے آگے اپنی خواہش چھوڑ دو

ارشاد نبوی ﷺ ہے، ''تم میں سے کوئی شخص اسوقت تک مومن نہیں جب تک اس کی
تمام خواہشات میرے لائے ہوئے دین کے تابع نہ ہوں'' (الحدیث)

انسان اس دنیا میں محض بے کار نہیں بھیجا گیا بلکہ اسے ایک طویل زندگی کی کامیابی
حاصل کرنے کے لئے اس دنیا کی آزمائش میں مبتلا کیا گیا ہے۔ اور اس آزمائش وامتحان کی
خاصیت یہ ہے کہ آخرت میں پوچھے جانیوالے تمام سوالات اسے بتا دیئے گئے ہیں تا کہ وہ
اچھی طرح تیاری کرے۔

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ. وَ مَا نَهٰکُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا.

''کہ حضور پاک جو کچھ تمہیں دیں وہ لے لو اور جن چیزوں سے منع
فرمائیں ان سے رک جاؤ''

اور یہ سب اسی وقت ہوسکتا ہے جب آدمی اللہ اور رسول ﷺ کو کچھ سمجھے
فرمایا سرور کائنات ﷺ نے:

''ایمان کا لذت شناس ہو گیا وہ شخص جو راضی ہوا اس بات پر کہ اللہ ہی اس کا رب ہے
اور اسلام ہی اس کا دین ہے اور محمد ﷺ ہی اس کے رسول ہیں (مسلم)

معلوم ہوا کہ آخرت کی نجات کے لئے پہلے ان تین سوالوں کو ذہن نشین کرنا ہوگا۔
اور یہ سوال اور جواب تو بڑے آسان معلوم ہوتے ہیں لیکن اس سے پہلے ایمان والی زندگی
کا گذارنا ضروری ہے وہ ایمان والی زندگی جس اصول کے تابع ہے وہ رسول اکرم ﷺ کے
اس ارشاد میں ہے:

فرمایا.......... کہ تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کی
خواہش نفس اس دین کے تابع نہ ہو جائے، جسے میں لایا ہوں'' (شرح السنہ)

وہ کیا چیز ہے جس کے حضور ﷺ لیکر تشریف لائے ہیں اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے دیا
اور فرمایا:

''هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ
علی الدین کله''

وہ ذات کہ جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق یعنی سچا دین دیکر بھیجا ہے۔
تا کہ تمام ادیان (باطلہ) پر اس کو غالب کر دے۔ (سورۃ الصف)

اور وہ دین کونسا ہے جسے رسول اکرم ﷺ لائے ہیں فرمایا خداوند قدوس نے:

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ.

''اللہ کے نزدیک دین حق اسلام ہے''

تو حضور ﷺ ہدایت اور سچا دین لیکر آئے ہیں اور سچا مومن بننے کے لئے اور آخرت
میں نجات پانے کے لئے محض اس دین پر عمل کرنا ہی شرط نہیں بلکہ اپنی تمام خواہشات کو اس
دین کے تابع کرنا ضروری ہے۔ بصورت دیگر ایمان میں ثابت قدم رہنا مشکل ہوگا اور
نجات آخرت کی مفقود ہو جائیگی۔ کیونکہ قرآن کریم میں ہے اور جو کوئی اسلام کے سوا کسی
اور طریقے کو چاہے تو اس سے وہ قبول نہیں کیا جائے گا اور ایسا شخص آخرت میں خسارہ پانے
والوں میں ہوگا۔ (آل عمران آیت نمبر ۸۵)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہماری تمام خواہشات وہ اپنے دین کے تابع بنا دے جو اس
نے اپنے پیارے رسول حضرت محمد ﷺ کو دے کر دنیا میں بھیجا تھا۔

ایمان والوں کی پہچان

رسول اکرم ﷺ کے ارشاد کا ایک حصہ ہے کہ جب برائی کو دل میں برا نہ سمجھے تو اس کے بعد دل میں ایمان رائی کے دانے کے برابر بھی نہیں رہے گا۔ (مفہوم حدیث)

رسول اکرم ﷺ نے تین شرائط (تین اجزاء) والی حدیث میں یہ بتایا ہے کہ مسلمان ''مومن'' کس طرح ہے اور کب تک اور کس کیفیت میں اس کا ایمان معتبر ہے؟ چنانچہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''مجھ سے پہلے جس امت میں بھی کوئی نبی بھیجا گیا اس کی امت میں ایسے لوگ ضرور ہوتے تھے۔ جو اس نبی کے مددگار اور اسکے طریقہ کے پیروکار اور اسکے حکم کے فرماں بردار ہوا کرتے تھے۔ پر ان کے بعد ان کے جانشین کچھ ایسے بداطوار لوگ ہوئے کہ جو بات اپنی زبان سے کہتے اس پر عمل نہ کرتے اور وہ ایسے کام کرتے جن کا انہیں حکم نہیں دیا گیا تھا۔ سو جو شخص بھی ایسے لوگوں کا مقابلہ اپنے ہاتھ سے کریگا وہ مومن ہے۔ اور جو شخص زبان سے ان کی تردید کریگا وہ مومن ہے۔ اور جو صرف دل سے ناگواری پر قناعت کریگا وہ بھی ایک درجہ کا مومن ہے۔ اس کے بعد آدمی میں ایک رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان کا کوئی جز (باقی) نہیں رہتا۔ (مسلم)

نبی کریم ﷺ ہمیں حدیث مبارکہ میں سنت نبوی پر عمل کرنے اور نافرمانوں منافقوں اور بدعتیوں کا مقابلہ کرنے کی تعلیم فرما رہے ہیں۔

اور مومن کے ایمان کے درجے بتائے ہیں کہ برائی کو ہاتھ سے روکنا یا زبان سے تردید کرنا اور دل میں برا سمجھنا اس درجہ تک انسان میں ایمان کی رمق موجود ہوتی ہے۔

لیکن اس کے بعد آدمی مومن نہیں رہتا کیونکہ اس کے دل میں برائی کو برائی سمجھنے کا سلسلہ ختم ہونے کی وجہ سے ایمان ختم ہو چکا، بلکہ یوں کہا جائے کہ ایمان ختم ہونے کی وجہ سے برائی کو برائی نہیں سمجھتا تو زیادہ بہتر ہے۔

آج کتنی ہی برائیاں ہمارے معاشرے کا حصہ ہیں جنہیں لوگ فیشن رواج اور مجبوری

سمجھ کر کرتے ہیں اور انہیں برائی ہی نہیں سمجھتے۔

ہم خود غور کریں کیا اس طور پر ہمارا ایمان معتبر ہے اور کیا ہمارے لیے نجات کی کوئی راہ ہے؟

اللہ تعالیٰ ہمیں سمجھنے اور عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

عورت کے گھر میں بیٹھنے کا ثواب

جہاد ایمان کے بعد افضل اعمال میں سے ہے، جس سے پہلو تہی کرنا منافقت شمار کیا جاتا ہے اعمال کے تمام فضائل چونکہ عموماً مرد حضرات ہی حاصل کرتے ہیں اس لئے اس ارشاد میں خصوصیت سے عورت کے بارے میں فرمایا گیا ہے۔ عورت معاشرے کا ایک حصہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے عورت کو کئی حقوق عطا فرمائے ہیں۔ لیکن بہت سے معاملات اور اعمال ایسے ہیں کہ خواتین ان اعمال میں حصہ نہیں لیتیں اور مرد ان اعمال کی فضیلت حاصل کر لیتے ہیں۔

مسند بزار میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک روایت نقل کی ہے کہ عورتوں کا ایک وفد حضور اکرم ﷺ کے خدمت میں آیا اور عرض کیا:

یا رسول اللہ! ساری فضیلت تو مرد لوٹ کر لے گئے وہ خدا کی راہ میں بڑے بڑے کام کرتے ہیں۔ جہاد کرتے ہیں، ہم کیا عمل کریں کہ ہمیں بھی مجاہدین کے برابر اجر ملے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو تم میں سے گھر میں بیٹھے گی وہ مجاہدین کے عمل کو پائے گی'' (الحدیث)

گھر میں بیٹھنے سے مراد یہ ہے کہ عورت گھر کی ذمہ داری نبھائے کام کاج کرے شوہر اور اسکے گھر اور اولاد کی خدمت کرے۔ اولاد کی اچھی تربیت کرے، شوہر کے مال کی حفاظت کرے، اپنے نفس کی حفاظت کرے اور آبرو و عفت میں خیانت نہ کرے۔ اور بلا ضرورت گھر سے باہر نہ نکلے۔

یہ وہ اعمال ہیں کہ عورت گھر میں ان کو احسن طریقے اور سلیقے سے کرتی رہے تو اسے جہاد میں شرکت کرنے کا ثواب ملے گا۔

اور جہاد کوئی چھوٹا سا مستحسن عمل نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کے لئے قرآن

کریم میں جنت کا وعدہ کر رکھا ہے۔ اور یہ فضیلت خواتین اپنے گھروں میں بیٹھے بیٹھے حاصل کر سکتی ہیں۔ چنانچہ رسول اکرم ﷺ کے ارشاد میں خواتین کو گھر اور چار دیواری میں رہنے کی ترغیب ہے اور دنیا دار اور مادہ پرست نام نہاد حقوق نسواں کی بات کرنے والوں کے منہ پر طمانچہ ہے جو عورتوں کو گھر میں رہنے سے منع کرتے ہیں اور حیلے بہانے کر کے ان کو گھر سے باہر نکلنا ان کا حق بتا کر جنت چھیننے کی کوشش کرتے ہیں۔ مسلمان خواتین کو جان لینا چاہئے کہ ضرورت کے تحت باہر نکلنے سے اسلام قطعی منع نہیں کرتا۔ اور بلا ضرورت باہر نکلنے کو اسلام تو کیا کوئی شرم وحیا رکھنے والا شخص اور معاشرہ اچھا نہیں سمجھتا۔ بلا ضرورت تو مرد کو باہر نکلنے اور ادھر ادھر گھومنے سے منع کیا جاتا ہے لیکن اسے کوئی حقوق غصب کرنے سے تعبیر نہیں کرتا۔ عورت کو تو صرف گمراہ کرنے کے لئے قید کرنے پنجرہ میں رکھنے اور چار دیواری میں محدود کرنے کے نعرے لگائے جاتے ہیں اور حقیقت حالانکہ ان سب جھوٹے نعروں کے برخلاف ہے۔

اللہ تعالیٰ سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

عورت کے لفظی معنی اور حقوق

ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ ''عورت باہر نکلتی ہے تو شیطان اسے تاکتا رہتا ہے اور وہ اللہ کی رحمت کے قریب اس وقت ہوتی ہے جب وہ اپنے گھر میں ہو'' (الحدیث)

اللہ تعالیٰ نے عورت کو گھر کی ملکہ بنایا ہے اور اسے معاشرے میں عزت و مقام عطا کیا ہے۔ زمانہ جاہلیت میں عورت کو کوئی حق حاصل نہ تھا بلکہ وہ محض ایک کھلونا تھی جس کا مقصد مردوں کی خواہشات کی تکمیل کرنا تھا۔ مگر اسلام نے اسے ماں، بہن، بیٹی اور بیوی کے لقب سے عظیم مرتبے پر فائز کیا۔

اور مزید رتبہ دینے کے لئے پردے کا حکم نازل کیا۔ کیونکہ اس زمانے میں غلام اور باندی ہوا کرتے تھے اور باندی یا لونڈی پردہ نہیں کیا کرتی تھی۔ تو آزاد عورت اور لونڈی میں فرق کرنے اور دیگر فوائد کے لئے پردہ کا حکم نازل ہوا۔ اس کے علاوہ پردے میں اور کیا

حکمتیں ہیں؟

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''عورت مستور (چھپی ہوئی) رہنے کے لائق ہے (عورت کا معنی ہی مستور ہے) جب وہ نکلتی ہے تو شیطان اس کو تاکتا ہے۔ اور اللہ کی رحمت سے وہ اس وقت قریب ہوتی ہے جبکہ وہ اپنے گھر میں ہو۔ (ترمذی، بزار)

حدیث مبارکہ میں دو حکمتیں واضح کی گئی ہیں۔ کہ عورت کا لفظی اور معنوی مطلب چھپی ہوئی چیز ہے اور وہ اگر ظاہر ہوگی تو اسے شیطان کی نظر بد لگے گی۔ اور یہ شیطان جن کے علاوہ شیطان انس کی نظروں میں آئے گی جس کی وجہ سے گناہ اور فساد پھیلنے کا اندیشہ ہے۔

دوسری حکمت اللہ کی رحمت سے قریب ہونا ہے۔ اور دنیا و آخرت میں سب سے بڑی نعمت اللہ تعالیٰ کی رحمت کا حصول ہے جو کہ عورت کو صرف گھر میں بیٹھے رہنے پر حاصل ہو رہی ہے۔

اور گھر میں بیٹھے رہنا گھر کے کام کاج میں مصروف رہنا اپنے نفس و اولاد کی حفاظت کرنا یہ عورت کے لیے جہاد کے برابر ہے۔

اور یہی عزت کا معیار ہے کہ عورت گھر میں رہے بضرورت اگر نکلے تو پردے کے ساتھ تاکہ وہ آزاد عورت شمار ہو اور باعزت معلوم ہو۔

عورت کا لباس اور پردہ

ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ ''عورت کے بالغ ہونے کے بعد جائز نہیں کہ اس کے جسم کا کوئی حصہ بجز چہرے اور ہتھیلی کے نظر آئے'' (الحدیث)

اللہ تعالیٰ نے عورت کو چھپے رہنے کی تلقین فرمائی ہے تاکہ اس کی عزت و توقیر میں اضافہ ہو۔ اور وہ فواحشات و منکرات کے پھیلنے کا سبب نہ بنے۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ ان کی بہن حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے سامنے آئیں اور انہوں نے باریک کپڑے پہنے ہوئے تھے۔

حضور ﷺ نے فوراً منہ پھیر لیا اور فرمایا: ''اسماء جب عورت بالغ ہو جائے تو جائز نہیں کہ منہ اور ہاتھ کے سوا اس کے جسم کا کوئی حصہ نظر آئے'' (ابوداؤد)

ایک حدیث مبارکہ کا مفہوم ہے کہ قرب قیامت میں ایسی عورتیں ہونگی کہ انہوں نے بظاہر کپڑے پہنے ہوئے ہونگے مگر وہ برہنہ ہونگی۔

ان احادیث میں دو باتیں غور کرنے کی ہیں۔

(۱) کپڑے۔ (۲) پردہ۔

ایسے کپڑے پہننا کہ جن میں سے جسم جھلکتا ہو یہ ناجائز ہے۔ اور انہیں کپڑوں کے حکم میں چست کپڑے بھی ہیں جنہیں آج کل اسکن فٹنگ (Skin Fitng) کے کپڑے کہا جاتا ہے جو جسم سے بالکل ملے ہوئے ہوتے ہیں اور جسم کے خطوط اور ڈیل ڈول نمایاں ہوتا ہے۔ اس طرح کے کپڑے پہننا ناجائز اور حرام ہیں اور قیامت کی نشانیوں میں سے ہے اور اسے برہنہ شمار کیا جائے گا۔

(۲) دوسرا مسئلہ پردے کا ہے۔ حدیث مبارکہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اگر عورت کا ہاتھ اور منہ کھلا ہو تو یہ محرم کے سامنے پردے کے منافی نہیں ہے۔ ہاتھ اور منہ کا کھلا رکھنے کی اجازت ہر شخص کے سامنے نہیں بلکہ اپنے محرم افراد کے لئے ہے جیسے والد، بھائی، بیٹا، بھتیجا، بھانجا اسی طرح نانا دادا، چاچا ماموں وغیرہ۔ یا جہاں ضرورت ہو وہاں کھلا رکھا جائے اسی طرح وہاں جہاں فتنہ کا اندیشہ نہ ہو۔ اس کے علاوہ اپنا پورا جسم محرم و غیر محرم سب سے چھپانا ضروری ہے۔ لیکن غیر محرم کے سامنے چہرہ اور ہاتھ بھی چھپے ہوں کیونکہ آج کل فتنہ کا مرکز چہرہ ہی ہے۔ اور یہی علماء حق کا فتویٰ ہے۔ اللہ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

''عورت'' اور خوشبو کی حدود

(ارشادات نبوی ﷺ) عورت ہلکی خوشبو لگائے۔ جو عورت خوشبو لگا کر باہر نکلے دوسرے مرد اس کی خوشبو سے لطف اندوز ہوں تو وہ بدکار ہے'' (الحدیث)

اسلام ایک عالمگیر اور پاکیزگی کا مذہب ہے اور اس کے احکام قیامت تک آنیوالی ہر

قوم اور نسل کے لئے ہر دور میں یکساں اور قابل قبول و عمل ہیں۔

اسلام نے ہر طرح کے آداب سکھائے ہیں بڑے سے بڑا مسئلہ ہو یا چھوٹی سے چھوٹی بات اسلام میں اس کا حل اس کا ادب موجود ہے۔

انہی آداب میں سے ایک خوشبو لگانے کی سنت ہے۔ لیکن اس کے بھی آداب و مسائل ہیں۔ ان میں سے ایک ادب اور مسئلہ ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایک عورت مسجد سے نکل کے جارہی تھی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس کے قریب سے گزرے اور آپ نے محسوس کیا کہ اس نے خوشبو لگائی ہوئی ہے۔

آپؓ نے اسے روک کر پوچھا، اے خدائے جبار کی بندی کیا تو مسجد سے آرہی ہے۔ اس نے کہا ''ہاں''

آپؓ نے فرمایا: میں نے اپنے محبوب ابوالقاسم ﷺ کو فرماتے سنا ہے:

''کہ جو عورت خوشبو لگا کر مسجد میں آئے۔ اس کی نماز اس وقت تک قبول نہیں ہوتی جب تک وہ گھر جا کر غسل جنابت نہ کرلے'' (ابوداؤد، ابن ماجہ، نسائی)

حدیث پاک میں جو ادب بیان کیا گیا ہے وہ ہے عورت گھر سے خوشبو لگا کر نہ نکلا کرے اور اس پر تنبیہ بھی خصوصی انداز میں فرمائی کہ ''اس کی نماز اس وقت تک نہیں ہوتی جب تک وہ غسل جنابت نہ کرے'' غسل جنابت انسان جب کرتا ہے جب وہ شرعی ناپاک ہوتا ہے۔ کیونکہ رسول اکرم ﷺ نے خوشبو لگا کر نکلنے والی عورت کو بدکار شمار فرمایا ہے۔

گویا عورت کا خوشبو لگا کر گھر سے نکلنا اور پھر مسجد میں آنا ایسا ہے جیسا وہ ناپاک ہو کر آئی ہے۔ کیونکہ جب مسجد میں یا باہر جائیگی تو اس کی خوشبو کی وجہ سے لوگوں کے اذہان اس کی طرف متوجہ ہونگے اور لوگوں کے قلوب کی کیفیت علیحدہ علیحدہ ہوتی ہے۔

نہ جانے کون اس کے بارے میں کس انداز سے سوچے۔ چنانچہ اسی مضمون پر ایک حدیث مبارکہ میں انتہائی سخت تنبیہ فرمائی گئی ہے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"جو عورت عطر لگا کر راستے سے گزرے تا کہ لوگ اسکی خوشبو سے لطف اندوز ہوں تو وہ "ایسی" ہے اور "ایسی" ہے۔ اور آپؐ نے اس کے لیے بہت سخت الفاظ استعمال فرمائے۔ (یعنی بدکار کہا) (ابوداؤد، ترمذی، نسائی)

اس حدیث میں واضح الفاظ میں عورت کو خوشبو لگا کر گھر سے باہر جانے کی ممانعت فرمائی ہے۔ اور صرف ممانعت نہیں بلکہ اسے ناپسندیدہ عورت شمار فرمایا۔

اس کی وجہ کیا ہے کہ عورت خوشبو لگا کر گھر سے باہر کیوں نہ نکلے۔

(۱) اول تو عورت کا گھر سے بلاضرورت باہر نکلنا ہی اسلام میں ممنوع ہے۔ اور اگر نکلے تو مکمل شرعی پردے کا اہتمام کر کے نکلے۔

(۲) دوسری وجہ یہ کہ جب عورت خوشبو لگا کر نکلے گی تو یقیناً راہ گزرتے لوگوں کو خوشبو محسوس ہوگی۔ اور لوگ اسکی طرف متوجہ ہونگے۔ لامحالہ وہ عورت لوگوں کی نگاہوں کا مرکز بنے گی، اور لوگ ہر طرح کے ہوتے ہیں۔ کون اس کے بارے میں کس طرح کی سوچ قائم کرتا ہے اور کس طرح سوچتا ہے یہ معلوم نہیں۔ لیکن اس کی وجہ سے کئی افراد غیر محرم کی طرف دیکھنے اور اس کے بارے میں خیالات وتصور قائم کرنے کے گناہ میں مبتلا ہونگے۔ دوسری وجہ یہ کہ اس طرح کا انداز فاحشہ قسم کی عورتوں کا ہوتا ہے لہٰذا کہیں شریف عورت اس زمرے میں شمار نہ ہو اور لوگ اسے ایسی نہ سمجھیں تو اسی وجہ سے سرور دو عالم ﷺ نے اس کے لئے سخت الفاظ استعمال فرمائے۔

اب یہ مسئلہ سامنے آتا ہے کہ آیا عورت خوشبو بالکل استعمال کر سکتی ہے یا نہیں کر سکتی؟ اور اس کا طریقہ کیا ہے؟

چنانچہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "کہ عورت وہ خوشبو استعمال کرے جس کا رنگ تیز ہو اور خوشبو ہلکی ہو" (ابوداؤد)

اس حدیث مبارکہ میں عورت کے لئے خوشبو استعمال کرنے کی اجازت اور اس کا ادب وطریقہ مذکور ہے۔

چونکہ گھر سے باہر لگانے کی تو ممانعت ہے اس لئے لامحالہ یہ اجازت اسے صرف گھر

میں خوشبو استعمال کرنے کی ہے۔

باقی تیز رنگ کا ہونا ضروری نہیں ہے (کیونکہ اس زمانے میں خوشبو رنگدار ہوا کرتی تھی) لیکن ہلکی بو کا ہونا شرط ہے۔ اور یہ اجازت ان خواتین کے لئے ہے جو شادی شدہ ہوں غیر شادی شدہ کے لئے ضروری بھی نہیں ہے لیکن ہلکی خوشبو میں یہ راز پوشیدہ ہے کہ کسی بھی عورت کے قریب اس کا خاوند ہوتا ہے لہٰذا اگر وہ یہ خوشبو سونگھتا ہے تو دونوں کے تعلق و محبت میں اضافہ ہوتا ہے۔

لہٰذا یہ آداب ہمارے سامنے واضح ہوئے کہ

(۱) عورت خوشبو لگا کر مسجد میں نہ جائے اس سے اس کی نماز قبول نہیں ہوگی۔

(۲) عورت خوشبو لگا کر گھر سے باہر نہ جائے اس پر سخت وعید اور الفاظ آئے ہیں۔

(۳) تیسرا وہ گھر میں خوشبو استعمال کر سکتی ہے مگر ہلکی بو والی اور یہ اس وقت ہے جب جسم میں بو ہونے کا اندیشہ ہو یا بو پیدا ہو جائے۔ لیکن اس سے مقصود کسی نامحرم سے ملاقات نہ ہو۔

(۴) خوشبو اپنے شوہر کو خوش کرنے کے لئے لگائی جائے، اگر خوشبو لگانے کا مقصد یہ نہ ہوگا تو درست نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

نامحرم عورت سے تنہائی میں ملنے کی ممانعت

ارشاد نبوی ﷺ: "نامحرم عورت سے تنہائی بغیر محرم کی موجودگی کے نہ ملے" (الحدیث)

اللہ تعالیٰ نے عورت کو بڑا نازک اور قابل کشش بنایا ہے اس لئے اس کی زندگی میں حدود وقیود بہت لگائی گئی ہیں۔ دنیا میں سب سے پہلا جھگڑا اور اس جھگڑے کی صورت میں قتل کی وجہ عورت تھی۔ عورت کے نزدیک شیطان بہت زیادہ رہتا ہے اور اس کے ذریعے سے شر وفساد پھیلاتا ہے، اس لئے مردوں کو بہت زیادہ احتیاط کا حکم دیا گیا ہے۔

چنانچہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا (النساء حبائل الشیطان) عورتیں شیطان کا جال ہیں"

اس حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ عورتیں سراپا شر ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ شیطان عورت کو فتنہ وشر پھیلانے کے لئے استعمال کرتا ہے۔ ورنہ عورت تو فطرتاً بھولی بھالی محبت کرنے والی اور قربانی دینے والی ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اللہ اور روز آخر پر ایمان رکھتا ہو وہ کبھی کسی عورت سے تنہائی میں نہ ملے۔ جب تک کہ اس کے ساتھ اس عورت کا کوئی محرم نہ ہو کیونکہ (ان دو کے درمیان) تیسرا اس وقت شیطان ہوتا ہے''

(مسند احمد)

اس حدیث مبارکہ میں کسی بھی غیر محرم عورت سے تنہائی میں ملنے سے منع فرمایا ہے۔ مقصد یہ نہیں کہ مرد یا عورت یا دونوں کوئی خراب یا بدکردار ہونگے بلکہ اس کی وجہ یہ بتائی کہ اس وقت ان کے درمیان تیسرا شیطان ہوتا ہے۔

اور وہ ان دونوں کو کسی بھی فتنہ میں یا کسی گناہ میں مبتلا کر سکتا ہے۔ کیونکہ شیطان ازل سے انسان کا دشمن ہے اور وہ ہر صورت میں انسان کو برائی کے کنویں میں دھکیلنے کی کوشش کرتا ہے لیکن اس کا مطلب یہ بھی نہیں کہ غیر محرم سے کسی تیسرے کی موجودگی میں ملنے کی اجازت ہے۔ بلکہ یہ تو ممانعت ہمیشہ کی ہے۔ اگر کبھی ضرورت ہو تو اس کی یہ صورت بتائی گئی ہے۔ اس لئے ڈاکٹر اور علماء سے بھی روحانی وبدنی علاج کے سلسلے میں ملنا ہو تو وہاں بھی محرم مرد یا سمجھدار خواتین کی موجودگی ضروری ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

عورت کا مسجد میں آنا جانا

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا روایت فرماتی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''عورتوں کے لئے بہترین مسجدان کے گھروں کے اندرونی حصے ہیں'' (مسند احمد طبرانی)

اگر حدیث مبارکہ پر غور کیا جائے تو اس سے دو مسئلے واضح ہوتے ہیں۔

(۱) عورت کا گھر سے نکلنا۔ (۲) عورت کا مسجد میں جانا۔

عورت کو گھر سے بلا ضرورت نکلنے کی تو شریعت اسلامی میں پہلے ہی ممانعت ہے۔

البتہ دوسرا مسئلہ قابل غور ہے کہ عورت نماز ادا کرنے کے لئے مسجد جائے یا نہیں؟

چنانچہ حنفیہ کے نزدیک جائز نہیں بلکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں خواتین کو مسجد میں جانے کی ممانعت کر دی گئی تھی۔

حضور ﷺ نے واضح الفاظ میں تو خواتین کے مسجد میں جانے کی ممانعت نہیں فرمائی لیکن یہ حدیث مبارکہ آپ کی خواہش کی عکاسی ضرور کرتی ہے۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اگر اس روز میں آپؐ حیات ہوتے تو خواتین کے مسجد میں جانے پر پابندی لگا دیتے۔

حضرت ام المومنین کا دور آپؐ کے بعد کچھ زیادہ عرصہ دور نہیں ہے۔ جب اس وقت کے ماحول کو ام المومنین خواتین کے مسجد میں جانے کو نامناسب قرار دے رہی ہیں تو آج کا دور جو کہ شرور وفتن کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے اس میں اس کی اجازت بھلا کس طرح دی جا سکتی ہے جبکہ اس وقت تو صحابہ کرام بھی موجود تھے اور خیر القرون کا زمانہ تھا۔ اور پھر ہم ہر عمل میں افضل عمل کو اپناتے ہیں تو گھر میں عورت کا نماز پڑھنا زیادہ افضل ہے تو اس کو اپنانے میں کیا تامل ہے؟ بہرحال خواتین کا مسجد میں جانا حنفیہ کے نزدیک درست نہیں ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

عورت کے لئے راستے میں چلنے کا ادب

امام ابوداؤدؒ نے ایک روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اکرم ﷺ مسجد نبوی سے باہر تشریف لائے تو دیکھا کہ مرد اور عورتیں راستے میں گڈمڈ ہو گئے ہیں۔

اس پر آپؐ نے عورتوں سے فرمایا: ٹھہر جاؤ۔ تمہارے لیے سڑک کے بیچ میں چلنا درست نہیں کنارے پر چلو'' یہ سنتے ہی خواتین (سڑک کے) کنارے ہو کر دیواروں کے ساتھ ساتھ چلنے لگیں۔ (ابوداؤد)

ہمارے مربی ومشفق رحمۃ اللعالمین ﷺ نے ہمیں معاشرتی دینی اور گھریلو معاملات کے بھی آداب سکھائے ہیں ان ہی آداب میں راستے میں چلنے کا ادب بھی ہے سڑک اور

راستے کے بیچ میں چلنا تو ویسے بھی مناسب نہیں ہے چاہے مرد ہوں یا خواتین۔

لیکن اس دور میں چونکہ ہماری طرح کا ٹریفک نہیں ہوتا تھا اس لیے لوگ سڑک پر بیچ میں بھی چلتے تھے۔

لیکن یہاں جو خاص حکم ہے وہ ہے مردوں اور عورتوں کا اختلاط سے بچنا، اس لئے عورت کو راستے کے ایک طرف اور مردوں کو عام راستہ اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے اسی میں عورت کی بھلائی ہے جس سے وہ شیطانی دست برد سے محفوظ رہتی ہے۔ ہمارے ہاں آج کل جو تعلیم کے نام پر مخلوط اسکول و کالج ہیں یا اسی طرح شادی ہالوں میں مرد و عورت کا اختلاط ہے۔ یہ کسی بھی طرح جائز نہیں۔ رسول اکرم ﷺ صرف راہ چلتے ہوئے مردوں سے قریب ہو کر چلنے کی ممانعت فرمائی ہے تو ساتھ بیٹھ کر پڑھنے اور ایک ساتھ کھانا کھانے کی بھلا کیسے اجازت ہو سکتی ہے"

اللہ تعالیٰ سمجھ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

نظر کا پردہ کافی نہیں

ایک مرتبہ ام المومنین حضرت ام سلمۃ رضی اللہ عنہا اور ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا حضور اکرم ﷺ کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں۔

اتنے میں حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور آپؓ نابینا تھے۔ حضور ﷺ نے دونوں زوجات سے فرمایا کہ "ان سے پردہ کرو"

امہات المومنین نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا یہ اندھے نہیں ہیں؟ یہ نہ ہمیں پہچانیں گے نہ ہی دیکھ سکیں گے؟

تو حضور ﷺ نے فرمایا: "کیا تم دونوں بھی نابینا ہو؟" کیا تم انہیں نہیں دیکھتی ہو؟

(مسند احمد۔ ابوداؤد۔ ترمذی)

اس حدیث مبارکہ سے واضح ہوتا ہے کہ پردہ تو عورتوں کو ہی کرنا ہے تاکہ غیر محرم مردوں کی نظر ان پر نہ پڑے لیکن خواتین کے لیے بھی ضروری ہے کہ وہ غیر محرم مردوں کی

طرف بلا ضرورت نہ دیکھیں۔ اور اگر مرد نہ بھی دیکھ رہا ہو تب بھی اس سے پردہ کرنا ضروری ہے اس سے ان لوگوں کی تردید بھی ہوگئی جو کہتے ہیں کہ نظر کا پردہ کافی ہے اور ان لوگوں کی بھی جو سمجھتے ہیں کہ فتنہ کا اندیشہ نہ ہو تب چہرہ کھولا جا سکتا ہے ایک نابینا سے کیا فتنے کا اندیشہ ہو سکتا تھا؟ نبی کریم ﷺ نے پردے کا حکم فرما کر نامحرم کے سامنے کلیۃً چہرہ چھپانے کا قانون بنا دیا۔

اور پھر جس طرح خواتین کے ذریعے فتنہ پھیلنے کا اندیشہ ہے اسی طرح مردوں کی طرف اگر خواتین دیکھیں تو ان سے فتنہ میں پڑ جانے کا بھی اندیشہ ہوتا ہے۔ اگرچہ امہات المومنین کے بارے میں ایسا سوچنا عقل کی بات نہیں لیکن قانون کی پابندی سب کے لئے لازم ہے۔

چنانچہ امہات المومنین کو منع فرما کر رسول اللہ ﷺ نے امت کو تعلیم دی کہ جب ایک نابینا صحابی رضی اللہ عنہ کو دیکھنے سے منع کیا جا رہا ہے اور منع بھی امت کی ماؤں کو کیا جا رہا ہے تو عام امت تو اس حکم میں بدرجہ اولیٰ داخل ہیں۔ چنانچہ نامحرم دولہا ہو یا مردہ دنیا میں ہو یا اسکرین پر دیکھنا جائز نہیں چاہے نامحرم مرد ہو یا عورت ہو۔

اللہ تعالیٰ محفوظ فرمائے۔ آمین

ہر وقت اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے رہنا

حضرت معاذ بن انس جہنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ "ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا یا رسول اللہ جہاد کرنے والوں میں سب سے بڑھ کر اجر پانے والا کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا: جو ان میں سب سے زیادہ اللہ کو یاد کرنے والا ہے۔

اس نے پھر عرض کیا کہ روزہ رکھنے والوں میں سب سے زیادہ اجر پانے والا کون ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: جو ان میں سب سے زیادہ اللہ کو یاد کرنے والا ہے۔ پھر اس نے نماز، زکوۃ، حج اور صدقہ ادا کرنے والوں کے متعلق (یہی) پوچھا۔ اور حضور ﷺ نے ہر ایک کا یہی جواب دیا" کہ جو اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ یاد کرنے والا ہو" (مسند احمد)

اس حدیث مبارکہ میں نبی کریم ﷺ امت کو اللہ تعالیٰ کے ذکر کی تعلیم و ادب سکھا رہے ہیں۔ اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ اللہ کا ذکر ہر عمل کی فضیلت بڑھا دیتا ہے۔

جہاد، نماز، زکوۃ، حج یہ تمام فرائض اسلام میں سے ہیں اور ہر ایک کی فضیلت و اہمیت پر بڑی بڑی کتابیں تصنیف کی جا چکی ہیں۔ اور یہ اعمال خود بھی اللہ کا ذکر ہی ہیں۔

لیکن ہر ایک کی فضیلت کو اللہ کا ذکر و تسبیح مزید بڑھا دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

الابذکر الله تطمئن القلوب.

"کہ دلوں کو اطمینان اللہ ہی کے ذکر سے حاصل ہوتا ہے"

اور اسی طرح ارشاد نبوی ﷺ ہے مسلمان کی زبان ہر وقت اللہ کے ذکر سے تر رہنی چاہئے۔ چنانچہ حج، روزہ اور جہاد کے عمل کے دوران اعمال ذکر، اسم ذات کا ورد تلاوت قرآن اور درود وغیرہ اور دیگر اذکار کرتے رہنا چاہئے۔

پھر جب وہ اعمال و فرائض جو کہ خود ہی ذکر اللہ ہیں ان کا اجر اللہ کے ذکر سے بڑھ رہا ہے تو دنیاوی زندگی کے شب و روز میں ہونے والے اعمال اور کاروبار کے دوران اگر فضول باتوں سے اجتناب کرتے ہوئے اگر اللہ کا ذکر اور تسبیح کی جاتی رہے تو ان میں برکت بھی حاصل ہوگی اور اللہ کا قرب بھی حاصل ہوگا اور پورے دن اللہ کی عبادت کرنے والوں میں بھی شمار ہوگا۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

درود شریف نہ پڑھنے والا محروم ہے

حضور اکرم حضرت محمد ﷺ دنیا و آخرت کی سب سے محترم و باعزت ہستی ہیں۔ اور آپ کے بعد قیامت تک آنے والے انسان آپ ہی کی امت ہیں آپ کو جو عزت و شرف و فضیلت حاصل ہے وہ تمام انبیاء علیہم السلام میں کسی کو بھی حاصل نہیں اور آپ ہی کو امام الانبیاء بنایا گیا۔ اسی لیے حضور ﷺ پر اللہ کی طرف سے بھی درود بھیجنے کا حکم ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا"

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی کریم ﷺ پر درود و سلام بھیجتے ہیں، اس لئے اے ایمان والو! تم بھی نبی کریم ﷺ پر درود و سلام بھیجو"

علماء کرام کا متفقہ فیصلہ ہے کہ جب نبی کریم ﷺ کا نام کسی کے سامنے لیا جائے تو کم از کم ایک مرتبہ درود پڑھنا اس شخص پر واجب ہے اور اس کی کتنی فضیلت ہے۔

خود نبی کریم ﷺ کا ارشاد پاک ہے "قیامت کے روز میرے ساتھ رہنے کا مستحق سب سے زیادہ وہ شخص ہوگا جو مجھ پر سب سے زیادہ درود بھیجے گا" (ترمذی)

حضور ﷺ کا قرب حاصل ہو جائے بھلا اس سے زیادہ خوش قسمتی کی بات اور کیا ہوسکتی ہے۔ ایک اور جگہ ارشاد فرمایا: "جو شخص مجھ پر درود بھیجتا ہے ملائکہ اس پر درود بھیجتے رہتے ہیں جب تک وہ مجھ پر درود بھیجتا رہتا ہے" (ابن ماجہ)

فرشتے اللہ کی مخلوق میں سب سے نیک اور پاک باز مخلوق ہیں اور اگر وہ کسی کیلئے رحمت و بخشش کی دعا کریں تو یقیناً اس شخص کے حق میں قبول ہوگی۔

ایک اور حدیث مبارکہ ہے کہ "جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے اللہ اس پر دس بار درود بھیجتا ہے" (ابن ماجہ)

فرشتوں کی دعائیں اور حضور ﷺ کا قرب قیامت میں حاصل ہو جانا کیا کم بڑی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ خود اس شخص پر دس رحمتیں ایک درود شریف کے بدلے میں بھیجتا ہے اور اللہ کی رحمت حاصل ہو جائے یہ تو بڑے شرف کی بات ہے۔

لیکن ان تمام فضائل و مناقب کے بعد بھی اگر کوئی شخص حضور ﷺ پر ہر وقت نہ ہی اس وقت بھی درود نہ پڑھے جب آپ کا نام نامی لیا جائے تو اس کی کیا حیثیت ہوگی؟

چنانچہ رحمۃ اللعالمین ﷺ نے فرمایا: "بخیل" ہے وہ شخص جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے" (ترمذی)

درود شریف پڑھنا باعث فضیلت و رحمت ہے جو شخص دن میں کم از کم تین سو مرتبہ حضور ﷺ پر درود بھیجے وہ شخص کثرت سے درود پڑھنے والوں میں شمار ہوتا ہے۔

درود شریف کی سنت درود ابراہیمی پڑھنے سے بھی ادا ہو جاتی ہے اور اگر مختصراً صرف صلی اللہ علیہ وسلم پڑھے تو بھی درود ادا ہو جائے گا۔

لہٰذا درود پڑھنے میں بخل سے کام نہ لیا جائے بلکہ جتنا ہو سکے درود پڑھیں یہ ہم پر رسول اکرم ﷺ کا حق ہے، جو کہ شافع محشر بھی اور رحمۃ اللعالمین بھی۔ ساقی کوثر بھی ہیں اور اپنی امت کو میدان حشر میں نہ بھولنے والے بھی۔ جس وقت ہر ایک ''نفسی''، ''نفسی'' پکارتا ہوگا اس وقت حضور ﷺ امتی امتی پکارتے ہونگے۔

تو ایسے کریم و رحیم محبوب پر ہم سب درود کیوں نہ پڑھیں؟

اللھم صلی علی محمد افضل صلوٰتک کما تحب و ترضی
فی کل حین من الاوقات.

دعا مانگتے رہنا

کہا جاتا ہے کہ دعا تقدیر کو بھی بدل دیتی ہے۔

یہ بات سچ ہے یا نہیں مگر اس سے قطع نظر ''دعا'' کی ایک اہمیت اور ایک بڑا مقام ہے۔

دنیا کی سب سے باعزت مشرف اور مکرم شخصیات حضرات انبیاء علیہم السلام بھی جو کہ گناہوں اور خطاؤں سے معصوم و محفوظ تھے، اس ''دعا'' سے کبھی دور نہ رہے بلکہ ہر لحہ ہر وقت ان کی لسان مبارک پر اپنی امت کی بھلائی اور اپنی ذات معصوم کے لئے بھی مغفرت کی دعا رہتی تھی۔

ہمارے پیارے نبی کریم ﷺ نے تو وقت نزع بھی اپنی امت کو دعاؤں میں فراموش نہ فرمایا اور محشر کے ہنگامے میں جب کہ سب نفسی نفسی پکارتے ہونگے اس وقت بھی آپ کی زبان مقدس پر ''اللھم امتی امتی'' ہوگا۔

بہر حال دعا کے مقام و مرتبے اور اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا خود ذات باری تعالیٰ عزّ اسمہ نے قرآن کریم میں جا بجا دعا مانگنے اور اللہ کو پکارنے کا حکم فرمایا ہے۔

فرمایا: فَادْعُوْ اللّٰہ مُخْلِصِیْنَ۔ کہ اللہ کو اخلاص کے ساتھ پکارو۔

دوسرے مقام پر فرمایا: فَادْعُوْہُ وَ اسْتَجِیْبُوْ لَکُمْ۔ کہ اس (اللہ) کو پکارو وہ تمہاری (پکار) کا جواب دیگا۔

خود نبی کریم ﷺ نے اپنے قول و عمل سے دعاؤں کی تلقین فرمائی ہے۔ فرمایا:

الدعاء مُخُّ العبادہ. (ترمذی)

''کہ دعا عبادت کا مغز ہے''

مزید اہمیت کے لئے فرمایا کہ: ''دعا عین عبادت ہے'' (ترمذی، ابن ماجہ، نسائی)

ان دو احادیث مبارکہ سے دعا کی اہمیت معلوم ہوتی ہے کہ جس طرح ایک پھل ہو اوپر سے بھرا ہوا مگر اس کے اندر گودا یا مغز نہ ہو تو اس کی وہ اہمیت نہیں ہے جو گودے اور مغز والے پھل کی ہے۔

اسی طرح دعا بھی عبادت میں مغز اور گودے کا مقام رکھتی ہے۔ لہٰذا اجتماعی و انفرادی طور پر دعاؤں کا اہتمام کرنا چاہئے۔

اس کے علاوہ اپنی ہر حاجت روائی کے لئے اللہ کو پکارنے کا حکم دیا گیا ہے۔

فرمایا (حدیث) تم میں سے ہر شخص کو اپنی ہر حاجت اللہ سے مانگنی چاہئے حتی کہ اپنی جوتی کا تسمہ بھی ٹوٹ جائے تو خدا سے دعا کرنی چاہئے۔ (ترمذی)

دعا تو ہر حال میں مانگنا اللہ کو پسند ہے۔ دنیا کے لوگوں سے اگر ایک مرتبہ مانگو تو وہ چیں بچیں ہو جاتے ہیں اور دوسری تیسری مرتبہ میں تو انکار کر دیتے ہیں یا کوئی طعنہ دے دیتے ہیں۔

لیکن رب کریم کی ذات اقدس کا کیا کہنا کہ وہ زیادہ مانگنے سے خوش ہوتا ہے چنانچہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل مانگو۔ کیونکہ اسے پسند ہے کہ اس سے مانگا جائے'' (ترمذی)

مزید ارشاد فرمایا: ''جو اللہ تعالیٰ سے نہیں مانگتا اللہ اس پر غضبناک ہوتا ہے'' (ترمذی)

عموماً ایسا ہوتا ہے کہ بظاہر ہمیں دعاؤں کی قبولیت نظر نہیں آتی اور پھر بندہ یہ سوچتا ہے کہ میں گنہگار ہوں اس لئے میری دعا قبول نہیں ہوتی۔ یہ ٹھیک ہے کہ گناہ کرنے سے بندہ اللہ تعالیٰ سے دور ہو جاتا ہے۔ لیکن اللہ اپنے بندے سے دور نہیں ہوتا بلکہ وہ مزید اس کی

طرف متوجہ ہو جاتا ہے کہ میرا بندہ مجھ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگ لے گا۔

اور یہ بھی ضروری نہیں کہ دعا بعینہٖ قبول ہو رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''آدمی جب کبھی اللہ سے مانگتا ہے تو اللہ یا تو اسے بعینہ وہی چیز دیدیتا ہے جس کی اس نے دعا کی تھی یا اسی درجے کی کوئی ''بلا'' (یعنی مصیبت) اس پر آنے سے روک دیتا ہے، بشرطیکہ وہ کسی گناہ یا قطع رحمی کی دعا نہ کرے'' (ترمذی)

اس حدیث مبارکہ سے دو باتیں سمجھ میں آتی ہیں۔

(۱) ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ دعاء کو قبول تو ضرور فرماتے ہیں۔ یا تو وہی چیز دیدیتے ہیں یا پھر اس کے بدلے میں کچھ اور۔ اور یہ ہمارا مشاہدہ ہے کہ ہم بعض اوقات کسی بڑے حادثے کی زد میں آجاتے ہیں۔ لیکن معجزانہ طور پر اس کے نقصان سے محفوظ رہتے ہیں اور یہ وہی دعا ہوتی ہے جو ہم اللہ سے مانگ رہے ہوتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے اس کے بدلے میں ہم سے یہ مصیبت ٹال دی۔

(۲) دوسری بات کے دعا ہمیشہ جائز حاجات کی مانگنا چاہئے کسی ناجائز عمل کی کامیابی کی دعا یا کوئی غلط بات کی دعا نہ اللہ قبول فرماتے ہیں نہ ہی مانگنی چاہئے۔

''مسند احمد'' میں اسی مضمون کی حدیث نقل کی گئی ہے جس میں ایک تیسری بات بھی ہے۔

(۳) کہ وہ دعا اسے آخرت میں اجر دینے کے لئے محفوظ کر لی جاتی ہے۔ (مفہوم حدیث) (مسند احمد)

اسی طرح دعا کے مانگنے میں اخلاص ہو اور بندہ صدق دل اور انتہائی عجز و ندامت کی حالت میں اللہ تعالیٰ سے روتے ہوئے دعا مانگے۔ اور اگر دعا کا اثر بظاہر نظر نہ آئے تو دعا کو نہ ترک کرے نہ بددل ہو۔

رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ سے دعا مانگو اس یقین کے ساتھ کہ وہ (ضرور) قبول فرمائیگا'' (ترمذی)

مسلم شریف کی روایت ہے کہ: ''بندے کی دعا قبول کی جاتی ہے، بشرطیکہ وہ کسی گناہ یا قطع رحمی کی دعا نہ کرے۔ اور جلد بازی سے کام نہ لے۔

عرض کیا گیا، جلد بازی کیا ہے یا رسول اللہ؟ فرمایا۔ جلد بازی یہ ہے کہ آدمی کہے کہ میں نے بہت دعا کی۔ بہت دعا کی۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ میری دعا قبول ہی نہیں ہوتی اور یہ کہہ کر آدمی تھک جائے اور دعا مانگنا چھوڑ دے۔ (مسلم شریف)

اللہ کے ہاں دیر ہے پر اندھیر نہیں۔

(غالباً یہ کہاوت اسی حدیث پر کہی گئی ہے) لہٰذا بندہ دعا کے مانگنے میں کمی نہ کرے۔

بلکہ اپنے گناہوں کا استحضار کرتے ہوئے انتہائی عجز سے مانگیں اور مغفرت چاہے۔

اور کسی چیز کی طلب کیلئے تو عاجزی انتہائی ضروری ہے۔ ہم دنیا میں بھی کسی سے کوئی چیز مانگتے ہیں تو دنیا بھر کا درد ہمارے لہجے میں عود کر آتا ہے۔

پھر خالق کائنات سے جس کے دینے میں بخل کا تو شائبہ بھی نہیں کہ ہم کیوں نہ عاجزی اور اپنے کم تر ہونے کا احساس رکھتے ہوئے مانگتے ہیں۔

لیکن اس کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ تقویٰ اختیار کریں اور گناہوں کو ترک کردیں۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ کی نگاہ میں دعا سے بڑھ کر کوئی چیز باوقعت نہیں ہے'' (ترمذی)

لہٰذا اللہ تعالیٰ سے ہم خوب مانگیں کیونکہ وہ دینے میں خوش ہوتا ہے اور اپنی ذات سے مانگنے کو بہت پسند کرتا ہے۔

اللّٰھم انا نسئلک علماً نافعا، ورزقاً و اسعاً. وشفاء من کل داءٍ و عملاً متقبلاً و مغفرةً من کل ذنب. اللھم انا نسئلک الھُدیٰ و التقیٰ و العفاف و الغنیٰ. آمین.

اللہ تعالیٰ سے اچھا گمان رکھیں

انسان خطاء کا پتلا ہے وہ غلطی وخطا کرتا رہتا ہے۔

خصوصاً جب کسی کے ساتھ کوئی معاملہ کیا جائے اور دوسرا شخص کوئی غلطی کر جائے جو پہلے کے حق میں بہتر نہ ہو تو آدمی دوسرے شخص سے بدگمان ہو جاتا ہے، اور اپنے ذہن میں

کوئی غلط خیال راسخ کر لیتا ہے کہ فلاں شخص مجھ سے مخلص نہیں ۔ حالانکہ ایسا ہوتا نہیں ہے ۔

اسی لیے رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ظنوا المومنین خیراً۔

''مومن سے اچھا گمان رکھو''

(کہا جاتا ہے کہ اگر کسی شخص میں ۹۹ برائیاں ہوں اور ایک اچھائی ہو
تو اس ایک اچھائی کو دیکھ کر معاملہ کرو اور اچھی سوچ رکھو)

یہ تو معاملات ایک انسان کے دوسرے انسان کے ساتھ ہیں ۔

لیکن کسی معاملے میں اللہ تعالیٰ سے اگر کوئی بدگمانی کرے تو اس کا کیا بنے گا؟

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''میں اس گمان کے ساتھ ہوں جو میرا بندہ مجھ سے رکھتا ہے'' (مسلم شریف)

لہٰذا جب بھی کوئی کام کیا جائے اور وہ کام ناجائز نہ ہو نہ ہی نیت فاسدہ اس کی بناء ہو۔ تو آدمی اپنے کام کی کامیابی کا یقین رکھے کہ اللہ تعالیٰ ضرور اس کے کام میں برکت عطا فرمائیں گے۔

اور اس کا کام ہو جائیگا۔ اگر کام نہ بنے تو یہ نہ کہے کہ تقدیر کو میرا کام پسند نہیں یا اللہ تو (نعوذ باللہ) میرے ساتھ اچھا چاہتے ہی نہیں یہ تو اللہ تعالیٰ سے بدگمانی ہے بلکہ یہ کہے کہ اس کام کے تکمیل نہ ہونے میں اللہ کی کوئی مصلحت ہے اسی لیے یہ کام مکمل نہیں ہو رہا۔

اور اگر برا گمان رکھا تو پھر برا ہی ہوگا رب سے یہ گمان رکھا کہ وہ کام نہیں ہونے دیگا یا یہ کہ دعا قبول نہیں کرے گا تو پھر ایسا ہی ہوگا۔ کام نہ ہوگا دعا بھی قبول نہ ہوگی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

برائی کا بدلہ اچھائی سے دیں

مفہوم ارشاد نبوی ﷺ ہے: کسی کے برے عمل کا بدلہ برائی سے نہ دیں۔

ہر انسان کے نفس میں کیفیت انفعالی ہوتی ہے۔

کیفیت انفعال اس کیفیت کو کہتے ہیں کہ کوئی شخص آپ کو کچھ ایسی بات کہے کہ جس کی وجہ سے آپ کے دل میں تکدر پیدا ہوا اور اس کے بارے میں بھی برے خیالات آپ کے دل میں آئیں۔

کیفیت انفعال کا پیدا ہونا ایک فطری سی بات ہے، کیونکہ جب انسان یہ دیکھے یا کسی سے سنے کہ فلاں شخص اس کے بارے میں کوئی غلط بات کہہ رہا ہے تو اس کے دل میں اس کے لیے بھی برے جذبات پیدا ہوتے ہیں، ان جذبات کا پیدا ہونا تو کوئی غلط نہیں ہے۔ لیکن اس کے تقاضے پر عمل کرنا یہ غلط ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ''ایک مرتبہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی موجودگی میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو گالیاں دیتا رہا۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خاموشی سے اس کی گالیاں سنتے رہے اور نبی کریم ﷺ انہیں دیکھ کر مسکراتے رہے۔

بالآخر جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا پیمانہ لبریز ہو گیا اور انہوں نے بھی جواب میں اسے ایک سخت بات کہہ دی۔

آپؓ کی زبان سے یہ الفاظ جاری ہونے تھے کہ رسول اکرم ﷺ پر شدید (غصہ) طاری ہوا اور چہرہ مبارک پر نمودار ہونے لگا۔

اور آپ فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور تشریف لے گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی آپ کے پیچھے روانہ ہوئے اور راستے میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ! یہ کیا ماجرا ہے؟ وہ مجھے گالیاں دیتا رہا اور آپ خاموشی سے مسکراتے رہے، مگر جب میں نے اسے جواب دیا تو آپ ناراض ہو گئے؟

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: جب تک تم خاموش تھے، ایک فرشتہ تمہارے ساتھ رہا اور وہ تمہاری طرف سے اس کو جواب دیتا رہا۔ مگر جب تم بول پڑے تو فرشتے کی جگہ شیطان آ گیا۔ اور میں شیطان کے ساتھ تو نہیں بیٹھ سکتا تھا۔ (مسند احمد)

اس حدیث مبارکہ سے ہمیں صبر و تحمل کا درس ملتا ہے کہ اگر ہمیں کوئی برا بھلا کہے تو ہم خاموشی سے اس پر صبر کریں، کیونکہ اس صورت میں ہمارے لیے اللہ کی طرف سے مدد نازل

ہوتی ہے۔

لیکن اگر ہم اسے اس کا جواب اور بدلہ دینا شروع کر دیں تو وہ شیطان کی طرف سے ہماری اس لڑائی کو طول دینے کا حال ہوتا ہے۔

لہٰذا برائی کا بدلہ برائی سے نہ دیا جائے تو اللہ کی مدد حاصل ہوگی اور خود انسان برائی سے بچ جائیگا اور اللہ کے ہاں مواخذے سے بچ جائیگا۔

تکلیف دہ باتیں سن کر برداشت کرنا۔ اور برائی کا بدلہ برائی سے نہ دینا یہ نبی کریم ﷺ کا حکم بھی ہے اور سنت بھی۔ آپ کی ساری زندگی اس کا عملی نمونہ ہے کہ کبھی بھی رسول اکرم ﷺ نے اپنی ذات کا بدلہ نہیں لیا۔

آپ کو کتنا کتنا ستایا گیا، مارا پیٹا گیا، غلیظ غلیظ الفاظ کہے گئے مگر آپؐ نے کبھی جواب نہیں دیا۔

ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ مسلمانوں میں کچھ مال تقسیم کر رہے تھے۔ اس مجلس سے جب لوگ باہر نکلے تو ایک شخص نے کہا: ”محمد (ﷺ) نے اس تقسیم میں خدا اور آخرت کا لحاظ نہیں کیا۔ (نعوذ باللہ) یہ بات حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے سن لی اور جا کر رسول اکرم ﷺ سے عرض کیا کہ آج آپؐ پر یہ باتیں بنائی گئی ہیں۔

آپؐ نے جواب میں ارشاد فرمایا: ”اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو موسیٰ علیہ السلام پر انہیں اس سے زیادہ اذیتیں دی گئیں اور انہوں نے صبر کیا۔ (ترمذی، مسند احمد، ابوداؤد)

حدیث مبارکہ سے ہمیں مزید صبر پر قائم رہنے کی رسول اکرم ﷺ نے عملی تلقین فرمائی ہے۔ بعض اللہ والے اپنے نفس کو اتنا کچل چکے ہوتے ہیں کہ انہیں کچھ بھی کہا جائے وہ اس کی بات کا برا ماننے کے بجائے اپنے ہی نفس کو مزید ملامت کرتے ہیں کہ اس نے جو کہا ہے میرے اندر تو اس سے بھی زیادہ برائی ہے۔ اور میں تو اس سے بھی زیادہ کا مستحق ہوں۔

اسی لیے علماء کرام نے فرمایا کہ کیفیت انفعال کا پیدا ہونا تو کوئی برا عمل نہیں ہے۔ لیکن اس کے مقتضیٰ پر عمل کرنا برا ہے۔

کیونکہ جب ہمیں کوئی برا کہے اور ہم بھی برابر سے جواب دیں تو یقیناً ہم سے اس کے

حق میں مزید زیادتی ہو جائیگی جتنا اس نے کہا ہم اس سے زیادہ کہہ دیں گے تو اللہ کے ہاں ہم مجرم ٹھہریں گے۔

جب برابری کا ہمارے پاس کوئی پیمانہ نہیں تو بہتر ہے کہ ہم صبر کریں اور اس کا بدلہ نہ لیں بلکہ معاف کر دیں کیونکہ معاف کرنا اللہ کی صفت ہے اور اللہ کو پسند بھی ہے اور ہمارے پیارے نبی ﷺ کی زندگی اس کا جیتا جاگتا ثبوت ہے۔

اللہ عمل کی توفیق دے۔

عزت وطاقت کے حصول کا طریقہ

ارشاد نبوی ﷺ میں عزت اور طاقت کے حصول کا اصل طریقہ بتایا گیا ہے۔ یہ بات سب پر عیاں ہے کہ عزت، شہرت، طاقت، مرتبہ، شان وشوکت، دولت یہ وہ چیزیں ہیں کہ تقریباً ہر انسان کی خواہش ہوتی ہے کہ یہ چیزیں اسے حاصل ہوں۔

لیکن یہ تمام چیزیں بیک وقت کسی شخص کے پاس ہوں ایسا کوئی عام انسان نظر نہیں آتا، لیکن یقیناً ایسے افراد بھی ہونگے کہ جنہیں اللہ تعالیٰ نے یہ تمام اشیاء عطا فرمائی ہوں۔

لیکن یہ تمام چیزیں حاصل کی جاسکتی ہیں اور اس کے حصول کا طریقہ بھی بہت آسان ہے۔

اور یہ طریقہ بتانے والا کوئی نہیں ہے۔ بلکہ عقلمندوں کے شہنشاہ، حکماء کے بادشاہ، محبوب کبریا احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص چاہتا ہے کہ سب انسانوں سے زیادہ طاقتور ہو جائے اسے چاہیے کہ اللہ پر توکل کرے۔ اور جو شخص چاہتا ہے کہ سب سے بڑھ کر غنی ہو جائے اسے چاہئے کہ جو کچھ اللہ کے پاس ہے اس پر زیادہ بھروسہ کرے۔ بہ نسبت اس چیز کے جو اس کے اپنے ہاتھ میں ہے۔ اور جو شخص چاہتا ہے کہ سب سے زیادہ عزت والا ہو جائے اسے چاہیے کہ اللہ عزوجل سے ڈرے۔ (ابن ابی حاتم)

یہ طریقے ہیں مقام ومرتبہ عزت وشہرت اور طاقت ودولت حاصل کرنے کے، کہ اگر

انسان کا اللہ تعالیٰ پر توکل اور یقین کامل ہو کہ اگر اس کا حکم ہوگا تو یہ معاملہ ہوگا ورنہ کوئی کچھ بھی کرے میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا، یہ یقین ایسی طاقت ہے کہ ۳۱۳ کو ایک ہزار سے اور ۶۰ کو ۶۰ ہزار سے مقابلے پر آمادہ کردیتا ہے اور فتح مقدر ہوجاتی ہے۔

اور مال و دولت کو بڑھانے کا طریقہ بھی بتادیا کہ اللہ کے خزانوں پر یقین ہو کہ وہ ختم نہیں ہوتے۔ یہ یقین دل میں لاکر اللہ کے راستے میں خوب خرچ کرے اللہ اسے تونگر اور غنی بنادیگا۔

اور تیسری چیز اللہ کا خوف ہے۔ کہ اگر میں نے غلط کام کیا تو اس کی پکڑ ہوجائے گی۔

اور یہ خوف ہی ہے جو دیگر تمام چیزوں کو بھی اپنی حد میں رکھتا ہے۔ اس لئے انسان ظلم کرنے سے بچتا ہے۔ بہرحال عزت اور طاقت کے حصول کے دوسرے طریق سب فنا ہونے والے ہیں اور دنیاوی اسلحہ سے طاقت اور اس کے نتیجے میں عزت حاصل ہوتو جاتی ہے لیکن وہ اصل عزت نہیں ہوتی۔ کسی کے اسلحہ یا غنڈہ گردی کا خوف اگر اس کی عزت کرائے تو درحقیقت وہ بزدلی اور بے عزتی ہے اور خدا کی نظر میں برائی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی نظر میں ایسا شخص جس کی عزت اس کے خوف (بدمعاشی کے خوف) سے کی جائے وہ سب سے زیادہ بدتر شخص ہے۔ (الحدیث)

ایسے شخص کی لوگ سب کے سامنے عزت کرتے ہیں اور پیٹھ پیچھے اس کی برائی کرتے ہیں اور یہ بتاتے ہیں کہ اس کی عزت ان لوگوں کے دلوں میں نہیں۔ لیکن جس شخص کی طاقت رب کے توکل اور خشیت الٰہی کی بنیاد پر ہو اس کی عزت لوگ دل سے کرتے ہیں اور پیٹھ پیچھے بھی اسے اچھے الفاظ سے یاد کرتے ہیں۔ کسی کا دل جیت لینا ہی اصل شرافت اور عزت ہے۔

اللہ تعالیٰ ہر ایمان والے کو اپنے توکل اور خشیت کی دولت اور عزت و طاقت عطا فرمائے۔ آمین

اللہ کی عظمت کا احساس کیجئے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ

''ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ منبر پر خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ (آپ نے قرآن مجید کی سورۃ الزمر کی آیت ۶۷ تلاوت فرمائی)

''ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی قدر ہی نہ کی جیسا کہ اس کی قدر کرنے کا حق ہے) اس کی قدرت کاملہ کا حال تو یہ ہے کہ) قیامت کے دن پوری زمین اس کی مٹھی میں ہوگی اور آسمان اس کے دست راست میں لپٹے ہوئے ہوں گے اور وہ بالاتر ہے اس شرک سے جو یہ لوگ کرتے ہیں''

اور پھر مزید ارشاد فرمایا:

کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمینوں کو اپنی مٹھی میں لے کر اس طرح پھرائے گا جیسے ایک بچہ گیند پھراتا ہے اور فرمائے گا۔

میں ہوں خدائے واحد، میں ہوں بادشاہ، میں ہوں جبار میں ہوں کبریائی کا مالک۔

کہاں ہیں زمین کے بادشاہ؟ کہاں ہیں جبار؟ کہاں ہیں متکبر؟

یہ کہتے کہتے حضور اکرم ﷺ پر ایسا لرزہ طاری ہوا کہ ہمیں خطرہ ہونے لگا کہیں آپ منبر سمیت گر نہ جائیں۔ (مسند احمد، بخاری، مسلم نسائی)

حدیث مبارکہ میں امت کو اس بات کی تعلیم دے رہے ہیں اور احساس دلا رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی اور اس کی حاکمیت کا احساس دل میں ہونا چاہئے۔

اس لئے کہ جب اس کی قدرت کا احساس ہمیں ہوگا تو ہر کام میں ہم پہلے اللہ کی علمیت حاکمیت و قدرت کی طرف نظر دوڑائیں گے اور کسی بھی عمل میں خلاف شریعت کام کرنے سے اجتناب کرینگے اور ہر کام میں اللہ کا خوف و عظمت جب شامل ہوگی تو انسان کوئی بھی غلط کام نہیں کریگا اور یوں اس دنیا سے برائی کا خاتمہ ہوجائیگا۔

لہٰذا ہمیں لازمی طور پر اللہ تعالیٰ کی عظمت اس کا خوف اپنے دل میں بٹھالینا چاہئے تا کہ اللہ کے خوف سے اس کی کبریائی اور بڑائی کے احساس سے غلط راستے پر نہ چلیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

گناہوں سے بچنے کا لائحہ عمل

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: حلال واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے اور ان دونوں کے درمیان مشتبہ چیزیں ہیں۔

چنانچہ جو شخص مشتبہ (گناہ) کو چھوڑ دے گا، وہ کھلے گناہ کو اور بھی زیادہ چھوڑنے والا ہوگا۔ اور جو شخص مشتبہ گناہ کے معاملے میں جری ہوگا اس کے متعلق اندیشہ ہے کہ وہ کھلے گناہ میں پڑ جائے گا۔ اور گناہ کی حیثیت اللہ کی ممنوعہ چراگاہ کی سی ہے۔ جو جانور ممنوعہ چراگاہ کے کنارے چرتا ہے اندیشہ ہے کہ وہ اس کے اندر داخل ہو جائے گا۔ (متفق علیہ)

انسان کو اشرف المخلوقات کا جو شرف اور فرشتوں تک پر فضیلت حاصل ہے اس کی وجوہات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ انسان میں اللہ تعالیٰ نے گناہ کا مادہ رکھا ہے جبکہ فرشتے اس مادہ سے مبرا ہیں۔

اور یہ گناہ کا مادہ انسان کے لئے آزمائش کے طور پر ہے۔ جس انسان نے بھی اپنے اس مادہ کو کنٹرول کرلیا وہ عظیم شخص بن گیا شریعت مطہرہ نے اس مادہ کی وضاحت بھی کی ہے اور واضح اور کھلے الفاظ میں سمجھایا ہے کہ گناہ کیا ہے؟ اور کون کون سے اعمال گناہ ہیں؟ اور ان سے بچنے کے طریقے بھی سمجھا دیئے ہیں۔

اور اللہ کے رسول حضرت محمد ﷺ اپنی امت کے لئے اپنی ساری زندگی اس لئے کوشاں رہے کہ امت گناہوں سے بچ جائے اور اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کے سائے میں زندگی گذارے۔

اور اس لئے آپ نے مختلف ارشادات فرمائے اور اپنے عمل کے ذریعے سے امت کو سیدھے راستے پر چلنے کے آداب سکھائے۔

انہی آداب میں سے ایک ادب یہ بھی سکھلایا کہ واضح گناہوں کے علاوہ مشتبہ گناہ

بھی ہیں جوان سے بچ گیا وہ صریح گناہوں سے کوسوں دور رہے گا اور ایک آسان فہم مثال کے ذریعے سے واضح فرمایا کہ

اگر کوئی ممنوعہ زمین اور چراگاہ ہو اور کوئی جانور اس کے قریب اور حد کے کنارے چرتا ہے تو ممکن ہے کہ وہ اس حد میں داخل ہو جائے۔

اس مثال کو ہم یوں سمجھ سکتے ہیں کہ ہم اگر ٹی وی یا نامحرم کے سامنے بیٹھے ہوں یا اس کے قریب ہوں اور ہم جانتے ہیں کہ اس کا دیکھنا گناہ ہے۔ پر ہم اسے دیکھتے نہیں ہیں۔ لیکن یہ ممکن ہے کہ بار بار اس کی طرف نظر اٹھے اور ہم اپنی نظر بار بار ہٹالیں پر ایک وقت ایسا آئیگا کہ ہم مستقل اسے دیکھنا شروع کردینگے جب تک بیٹھے رہیں گے۔

اسی طرح بازار ایک ایسی جگہ ہے جہاں بدنظری کے گناہ میں ملوث ہونے کا 90% امکان ہے۔ اب اگر ہم بار بار وہاں جائینگے تو ممکن ہے اس گناہ میں آلودہ ہو جائیں۔

لہٰذا گناہ سے بچنے کا یہی حل ہے کہ ٹی وی کے سامنے بیٹھا ہی نہ جائے اور بازار کے چکر فضول نہ لگائے جائیں۔

کیونکہ کیچڑ میں سے اگر گذریں گے تو ہر ممکن کوشش کے باوجود بھی جوتیاں تو آلودہ ہو ہی جاتی ہیں لیکن بار بار اگر اس میں سے گذریں تو جوتیوں کے ذریعے گندگی کے چھینٹے کپڑوں کو بھی ناپاک کردیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

غرور سے پرہیز کریں

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''وہ شخص جنت میں نہ جائے گا جس کے دل میں ایک ذرہ کے برابر بھی گھمنڈ ہوگا۔

ایک شخص نے عرض کیا کہ آدمی پسند کرتا ہے کہ اس کا کپڑا اچھا ہو اور اس کا جوتا اچھا ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ صاحب جمال ہیں اور وہ جمال کو پسند کرتا ہے۔ گھمنڈ تو یہ ہے کہ آدمی حق کو نہ مانے اور لوگوں کو حقیر سمجھے۔ (مسلم)

تکبر اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور یہ صفت اگر کسی انسان میں ہو تو اللہ تعالیٰ اسے پسند نہیں فرماتے۔ انبیاء علیہم السلام کی شخصیات کامل و مکمل تھیں اور ان کے علاوہ تمام انسان نامکمل ہیں۔ لیکن اپنی کاملیت اور اکملیت کے باوجود بھی انبیاء علیہم السلام اپنے حواریین اور اپنے جانثار ساتھیوں سے مشورہ فرماتے تھے اور ان کے مشوروں پر عمل بھی کرتے تھے۔ اور کبھی ان مقدس ہستیوں نے کسی کو حقیر نہ جانا کہ یہ عام سا آدمی ہے اور مجھے کسی بات کا مشورہ دے رہا ہے۔

ماقبل میں ہم نے جو حدیث پڑھی اس حدیث مبارکہ میں انسان کو زندگی گزارنے کا ایک اہم راز بتایا جارہا ہے وہ راز ہے ''حق بات کو قبول کرنا''

دنیا میں بڑے بڑے عقلمند اور حکماء گذرے کہ دنیا ان کو انسانیت کا حکیم تسلیم کرتی ہے لیکن ہم دیکھتے ہیں ان کے دس حکماء کے سامنے ایک مسئلہ رکھا گیا تو اکثر نے علیحدہ علیحدہ اس کا حل بتایا۔

تو معلوم ہوا کہ جو شخص کسی معاملے میں حل نکالے لیکن اس کے سامنے اس معاملے کا اور کوئی بہتر حل آجائے تو وہ یہ نہ سوچے کہ اگر میں نے اس کی بات مان لی تو میری سبکی ہوگی اور شرمندگی اٹھانا پڑے گی بلکہ وہ اس پر عمل کرے تاکہ دوسرے کئی فوائد بھی حاصل کر سکے۔

(۱) ایک تو اس کا معاملہ احسن انداز سے انجام پائے گا۔

(۲) دوسرا جس شخص کے مشورے پر اس نے عمل کیا ہے وہ اس کے ساتھ اور مخلص ہو جائیگا اور آئندہ بھی اس کو بہتر مشوروں سے نوازے گا۔ جس کی وجہ سے آپس کے تعلقات بہتر ہونگے۔

اور اگر وہ شخص خود کسی غلطی پر ہوگا اور سمجھانے سے سمجھ جائے گا تو اپنی دنیا و آخرت سنوارے گا، بصورت دیگر خود بھی نقصان اٹھائے گا اور دوسروں کو بھی نقصان دے گا۔

اور مذکورہ ارشاد مبارکہ سے یہ بھی واضح ہوا کہ نئے کپڑے اور اچھے جوتے پہننا تو اللہ کو پسند ہے کہ بندہ اس کی نعمت کا اظہار کرے۔

لیکن وہ کپڑے پہن کر دوسروں کو حقیر سمجھنا ایک غلط عمل ہے۔

لہٰذا رسول اکرم ﷺ نے ہمیں یہ تربیت دی ہے کہ اچھی بات کو اور حق بات کو قبول کریں چاہے اس میں ہمارا نفس ہمیں ملامت کرے اور یہ باور کرائے کہ اس عمل سے تیری شان میں کمی واقع ہوگی۔ لیکن حقیقت میں حق کو قبول کرنے سے شان میں کمی نہیں بلکہ شان میں اضافہ ہوتا ہے اور اللہ برکت عطا فرماتا ہے۔

فخر اور غصہ سے بچیئے

رسول عربی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(۱) اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی کی ہے تم باہم متواضع رہو۔ یہاں تک کہ کوئی دوسرے پر فخر نہ کرے اور نہ ظلم و تعدی کرے۔ (مسلم)

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

(۲) آسانی کرو، اور تنگی نہ کرو، بشارت دو۔ اور نفرت مت دلاؤ۔ (مسلم)

(۳) ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا! پہلوان وہ نہیں جس کا مقابلہ کوئی نہ کر سکے۔ بلکہ مضبوط پہلوان وہ ہے جو کہ غصے کے وقت اپنے نفس پر قابو رکھے۔ (متفق علیہ)

رسول اکرم ﷺ کو سردار انبیاء اور امام انبیاء اس لئے بنایا گیا کہ دیگر انبیاء علیہم السلام کو کسی ایک خاص قوم اور قبیلے یا کسی ملک و شہر کی طرف مبعوث کیا گیا۔ لیکن شافع محشر ﷺ کو مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک بسنے والے ہر ہر انسان ہر قوم، ہر قبیلے ہر شہر اور بستی کی رشد و ہدایت کے لئے بھیجا گیا۔

اسی لیے ہادی اعظم ﷺ نے انسانیت کی راہنمائی کے لئے ہر طرح کے مسئلے مسائل رہن سہن معیشت و معاشرت کے آداب و اطوار بتائے۔

رسول اللہ ﷺ نے آپس کے تعلقات کو بہتر رکھنے پر بہت زور دیا کیونکہ اس سے ایک بہترین انسانی معاشرہ تشکیل پاتا ہے۔

اور فرمایا کہ ''آپس میں متواضع رہو'' تواضع اور انکساری اختیار کرو۔ ایثار کرو، یعنی اپنے اوپر دوسرے کو ترجیح دو اور دوسروں کو اپنے آپ سے بہتر سمجھو۔ اور ''فخر نہ کرو اور نہ ہی

ظلم وتعدی کرو“

جب انسان سے تواضع ختم ہو جاتا ہے تو وہ اپنی دولت اپنی طاقت پر فخر کرتا ہے اور اللہ کی دی ہوئی نعمتوں سے دوسروں پر ظلم کرتا ہے چنانچہ معاشرے میں برائیاں جنم لیتی ہیں۔ اور آپس میں ایک دوسرے کے لئے نفرت وغصہ پیدا ہوتا ہے۔

(٢) دوسری حدیث پہلی حدیث کی وضاحت ہے کیونکہ جب تواضع ہوگا تو باوجود طاقت اور دولت کے انسان دوسرے کے لئے آسانیاں پیدا کریگا۔ کیونکہ دولت وطاقت گھمنڈ اور تکبر پیدا کرتے ہیں۔

جب تکبر دل میں آئیگا تو انسان دوسرے کو حقیر جانے گا اور جواب میں بھی اسے بہتری کی خوشخبری کے بجائے نفرت کا پیغام ملے گا۔

(٣) اور تیسری حدیث میں انسان کو اپنے غصے پر قابو رکھنے کی تلقین فرمائی ہے۔ کیونکہ غصے کی حالت میں انسانی عقل سلب ہو جاتی ہے اور آدمی ایسا کام کر بیٹھتا ہے کہ جس کی وجہ سے سوائے ندامت وشرمندگی وحسرت کے کچھ ہاتھ نہیں آتا۔

اور غصے پر کنٹرول اسی صورت میں ہوگا جب انسان میں عجز وانکساری ہوگی۔ اگر کسی نے برا کہا تو آدمی یہ سوچے کہ مجھ میں تو اس سے بھی زیادہ برائیاں ہیں جو اس نے بتائی ہیں اور میں اس سے بھی زیادہ ملامت کا مستحق ہوں تو غصہ رفو چکر ہو جائیگا اور تواضع وانکساری پیدا ہوگی۔

اور جب دوسرے پر ہم غصہ نہیں کرینگے تو وہ خود ہی شرمندہ ہوگا کہ میں نے تو اسے برا کہا پر یہ کچھ نہیں کہتا تو وہ آئندہ یہ حرکت بھی نہیں کریگا اور اس کے ساتھ تعلقات بھی بہتر ہو جائینگے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے مذکورہ ارشادات میں تواضع انکساری، ایثار، خیر خواہی اور غصہ پر کنٹرول کی تربیت فرمائی ہے۔

میٹھی بات

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”اچھی اور میٹھی بات بھی صدقہ ہے“ (بخاری)

رسول اکرم ﷺ کا یہ ارشاد اللہ تبارک وتعالیٰ کے اس ارشاد گرامی کی تفسیر ہے:

”قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّ مَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ“

”اچھی بات کرنا اور معاف کرنا یہ صدقہ سے بہتر ہے“

(پارہ نمبر ٣ رکوع نمبر ٤)

حدیث مبارکہ میں ہمیں آپس کے کلام کا اور کوئی اچھی بات بتانے کا ادب سکھایا گیا ہے۔ اور ایک مثال کے ذریعے سے واضح کیا ہے۔

”صدقہ“ یعنی اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنا بذات خود ایک نیک عمل ہے اور قرآن کریم میں صدقہ کو ”قرضاً حسناً“ سے تعبیر کیا گیا ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کو دیا جارہا ہے اور اللہ تعالیٰ کو قرضہ دینا یقیناً ایک بڑا عمل ہے جس پر جنت کا وعدہ کیا گیا ہے آپؐ نے لوگوں سے اچھی بات کرنے کو، یعنی ایسا کلام کرنا کہ دوسرے انسان کا دل خوش ہو جائے اور اس کی دل آزاری نہ ہو، اسے بھی صدقہ کے مترادف قرار دیا۔

لیکن رب کائنات نے فرمایا کہ اچھی بات کرنا تو صدقہ کرنے سے بھی بہتر ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ آپس میں اچھا کلام کیا جائے اور خوشدلی اور مسکراہٹ سے بات کی جائے اور لوگوں کو خوشخبری اور حدیث مبارکہ یا اقوال زریں سنائے جائیں۔ تاکہ اس پر عمل کے ذریعے سے آدمی نجات پائے۔ واللہ اعلم بالصواب

گھر والوں کو سلام کرنا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”اے بیٹے! جب تم اپنے گھر جایا کرو تو گھر والوں کو السلام علیکم کہا کرو یہ تمہارے اور تمہارے گھر والوں کے لئے برکت کا موجب ہوگا“ (ترمذی)

اسلام نے ہمیشہ انسان کو شرافت کا درس دیا ہے۔اور ایسے آداب وطریقے بتلائے ہیں کہ اگر انسان ان پر کاربند ہوجائے تو دنیا وآخرت کی فلاح حاصل کرسکتا ہے۔

سلام کے حوالے سے ایک اور ادب سکھایا گیا ہے اور وہ ادب ہے سلام کرنے کا۔

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:''افشوا السلام''،''سلام کو پھیلاؤ''

کیونکہ سلام ایک دعا ہے اور ہم جب ایک دوسرے کو سلام کرینگے تو گویا ہم ایک دوسرے کو سلامتی اور رحمت کی دعا دے رہے ہیں نا معلوم کونسا وقت قبولیت کا ہو اور ہمارے وارے نیارے ہوجائیں۔

لیکن جو ادب اس حدیث مبارکہ میں سکھلایا ہے وہ گھر میں داخل ہوتے ہوئے سلام کرنے کا ہے۔

اس ادب میں کئی حکمتیں پوشیدہ ہیں۔اور یہ صرف اپنے گھر کے لئے نہیں بلکہ ایسے دوسرے گھرانوں کے لئے بھی ہے کہ جن میں ہم بلا اجازت آتے جاتے ہوں۔

حکمت یہ ہے کہ جب مرد سلام کرکے اپنے گھر میں داخل ہونگے تو ان کے گھر کی مستورات اپنے دوپٹے اور اپنے لباس درست کرلیں گی۔کیونکہ خواتین جب اکیلی ہوں تو عموماً سر پر چادر وغیرہ نہیں ہوتی۔یا وہ لیٹی بیٹھی ہوتی ہیں اور چونکہ گھر میں عموماً صرف بیوی نہیں ہوتی بلکہ ماں بہنیں بھی ہوتی ہیں تو ان کو ایسی حالت میں اگر دیکھا جائے تو ان کو شرمندگی سی ہوتی ہے۔

ہمارے سلام کرنے سے وہ متنبہ ہوجائینگی اور اپنے آپ کو درست کرلیں گی۔اور سلام کرتے ہی داخل نہ ہوجائیں بلکہ سلام کرکے ایک لمحے کے لئے ٹھہریں تاکہ وہ باآسانی اپنے عمل سے فارغ ہولیں۔اور چونکہ سلام دعا بھی ہے جو ہم اپنے گھر والوں کو دینگے تو سلام کے جواب میں بھی ہمیں دعا ملے گی۔جو کہ یقیناً باعث برکت ورحمت ہے۔

مستحق کی مدد اللہ کی مدد ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرزند آدم سے فرمائے گا کہ اے ابن آدم! میں بیمار پڑا تھا۔تو نے میری خبر نہ لی؟ بندہ عرض کریگا اے میرے مالک و پروردگار میں کیسے تیری تیمارداری یا بیمار پرسی کرسکتا تھا؟ تو تو رب العالمین ہے۔

اللہ تعالیٰ فرمائیگا، کیا تجھے علم نہ تھا کہ میرا فلاں بندہ بیمار پڑا ہے تو نے اس کی عیادت نہیں کی، اور خبر نہیں لی۔کیا تجھے معلوم نہیں تھا کہ اگر تو اس کی خبر لیتا اور تیمارداری کرتا تو مجھے اس کے پاس ہی پاتا۔

(پھر فرمائیگا) اے ابن آدم میں نے تجھ سے کھانا مانگا تھا تو نے مجھے نہیں کھلایا، بندہ عرض کریگا، میں تجھے کیسے کھانا کھلا سکتا تھا؟ تو تو رب العالمین ہے اللہ تعالیٰ فرمائیگا، کیا تجھے معلوم نہیں کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا مانگا تھا۔تو تو نے اس کو کھانا نہیں دیا۔کیا تجھے علم نہیں ہے کہ اگر تو اسے کھانا کھلاتا تو اس کو میرے پاس پالیتا۔(پھر فرمایا) اے ابن آدم میں نے تجھ سے پینے کیلئے (پانی) مانگا تھا۔تو نے مجھے نہیں پلایا۔بندہ عرض کریگا۔میں تجھے کیسے پانی پلاتا تُو تو رب العالمین ہے۔اللہ تعالیٰ فرمائیگا۔میرے فلاں بندے نے تجھ سے پینے کیلئے پانی مانگا تھا تو نے اسکو نہیں پلایا۔سن تُو اگر پلا دیتا تو اسکو میرے پاس پالیتا (صحیح مسلم)

ہمارے پیارے نبی ﷺ اس حدیث مبارکہ میں ہمیں رفاہ عامہ اور غریبوں کی مدد کرنے کے آداب سکھا رہے ہیں۔اور اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کی خوشنودی کے حصول کی خبر دے رہے ہیں۔

غریبوں کی مدد کرنا اللہ تعالیٰ کا حکم بھی ہے اور رسول اکرم ﷺ کی سنت بھی اس دنیا میں اللہ تعالیٰ نے مراتب کے نظام کو جاری فرمایا ہے کہ کہیں کوئی دولت مند اور امیر کبیر ہے تو کوئی غریب اور محتاج ہے اور کہیں کوئی سفید پوش اور مالی طور پر درمیانہ طبقہ ہے۔

اسی نظام کی بدولت دنیا کا کاروبار جاری اور اس کی رنگینیاں قائم ہیں۔

کسی بھوکے کو کھانا کھلانا۔ پیاسے کو پانی پلانا بیمار کی عیادت کرنا کسی پریشان حال کی پریشانی کو دور کرنے کی کوشش کرنا یہ صرف شریعت کا حکم ہی نہیں بلکہ ضابطہ اخلاق بھی ہے۔ اور انسانیت کا تقاضہ بھی۔

پانی ایک بے قیمت چیز ہے جسے اللہ تعالیٰ نے دنیا کے تین حصوں پر رکھا ہے اس میں مختلف جگہوں پر استعمال کا پانی بھی رکھا ہے۔ اگر کوئی پینے کے لئے پانی مانگے تو اسے پانی بھلا کیوں نہ پلایا جائے۔

اگر کوئی بیمار ہو اور اس کی عیادت کی جائے تو اس کو تسلی ملتی ہے اور اس کی بیماری میں کمی واقع ہوتی ہے۔

کسی بھوکے کو کھانا کھلانا بھی انسانیت کے تقاضوں میں سے ہے۔

اور سب سے بڑی بات یہ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس کے بدلے میں میں تمہیں مل جاتا اور پانی پلانا بھوکے کو کھانا کھلانا ایسا ہے گویا اللہ تعالیٰ کو پانی پلایا جائے اور کھانا کھلایا جائے حالانکہ اللہ تعالیٰ کی ذات بھوک پیاس سے مبراء ہے۔

لیکن امت کو اس کی اہمیت بتلانے کے پیش نظر یہ عمل اللہ کے ساتھ انجام دینا قرار دیا گیا۔ تاکہ اس کی فضیلت اور فوائد کا اندازہ ہو اور امت بآسانی اس پر عمل کرے۔

اللہ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

زکوٰۃ ادا نہ کرنے والے پر عذاب

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار دوعالم ﷺ نے فرمایا: ''جس آدمی کو اللہ تعالیٰ نے دولت دی پھر اس نے اس کی زکوٰۃ ادا نہ کی تو وہ دولت قیامت کے دن اس آدمی کے سامنے ایسے زہریلے ناگ کی شکل میں آئیگی جس کے انتہائی زہریلے پن سے اس کے سر کے بال جھڑ گئے ہونگے۔

اور اس کی آنکھوں کے اوپر دو سفید نقطے ہونگے۔ پھر سانپ اس (زکوٰۃ ادا نہ کرنے

والے) کے گلے کا طوق بنا دیا جائیگا۔ وہ اس کی دونوں باچھیں پکڑے گا (اور کاٹے گا) اور کہے گا کہ میں تیری دولت ہوں۔ میں تیرا خزانہ ہوں۔ (بخاری شریف)

اسلامی فرائض میں سے ایک فریضہ زکوٰۃ بھی ہے۔ زکوٰۃ اصل میں ایک ایسا سسٹم اور طریقہ کار ہے کہ جس کی وجہ سے مال و دولت کی منتقلی ہوتی ہے اور یہ مال و دولت امیروں سے غریبوں کے پاس اور پھر دوبارہ غریبوں سے امیروں کے پاس آ جاتی ہے۔

زکوٰۃ کے ذریعے سے معیشت کو استحکام حاصل ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ہر طرح کے انسانوں کو بسایا ہے اور ہر ایک کی حالت مختلف رکھی ہے، امیر، غریب اور متوسط یہ تین طبقات اس دنیا میں پائے جاتے ہیں۔

زکوٰۃ کے ذریعے سے امیروں کے مال کا کچھ حصہ غریبوں تک پہنچایا جاتا ہے جس کے ذریعے وہ لوگ اپنی ضروریات کو پورا کرتے ہیں اور یہ پیسہ جو امیر نے غریب کو دیا واپس اس تک پہنچ جاتا ہے۔ اور اس معمولی سے کام کی وجہ سے انسان بڑی پریشانیوں اور خرابیوں سے بچ جاتا ہے۔

کیونکہ دنیا میں چوری ڈاکہ قتل و غارت گری کی ایک اہم وجہ غربت ہے۔ جب غریبوں کو روزگار نہ ملے تو اپنا پیٹ پالنے اور اپنے بیوی بچوں کو موت سے بچانے کے لئے چوری ڈاکہ جیسے ناجائز عمل کئے جاتے ہیں۔ دکانوں کو لوٹ لیا جاتا ہے راہ چلتے مسافروں کی جیبیں خالی کروالی جاتی ہیں۔ دوکان دار اور تاجروں سے کہا جائے کہ غریبوں کی مدد کرو تو کہا جاتا ہے کہ کاروبار نہیں ہے، اپنا پیٹ نہیں بھرتا دوسروں کو کیا کھلائیں۔

لیکن اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ تاجر کا کاروبار اس لئے ٹھپ پڑا ہے کہ خریدار نہیں آتے اور خریداروں میں ایک بڑی تعداد غریب غرباء کی ہے۔ چونکہ ان کے پاس پیسہ نہیں تو وہ خریدنے نہیں آتے بلکہ چوری چکاری کرکے اپنا پیٹ پالتے ہیں۔

اگر یہی تاجر اور سیٹھ لوگ اپنی زکوٰۃ نکالیں تو غریب کو چوری کی ضرورت نہ پڑے اور وہ اس پیسے سے اپنا کوئی چھوٹا کام کرے ہر چھوٹا دوکاندار بڑے دوکاندار سے مال خریدتا ہے اور ہر بڑا دوکاندار فیکٹریوں سے۔

یوں ان کی دی ہوئی دولت اور پیسے سے ریل پیل شروع ہو جاتی ہے اور چوری اور ڈاکہ زنی وقتل وغارت گری کا خوف کم ہوتے ہوتے ختم ہو جاتا ہے۔

حدیث مبارک میں رسول اکرم ﷺ نے ایک وعید کے ذریعے سے ہمیں غریب اور ضرورت مندوں کی حاجت براری اور ضروریات کو پورا کرنے کے لئے زکوٰۃ کا ادب سکھایا ہے۔

کہ یہ زکوٰۃ اگر دنیا میں ادا کر دی جائے تو دنیا وآخرت دونوں کی بھلائی ہے۔ اور اگر مال دبا لیا جائے تو دنیا میں پریشانی اور آخرت میں رسوائی اور عذاب بنا کر ایسے لوگوں پر ڈال دیا جائیگا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو زکوٰۃ جیسا اہم فریضہ ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ماں کا حق ادا نہیں ہو سکتا

رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول میں نے اپنی ماں کو یمن سے اپنی پیٹھ پر لاد کر حج کروایا ہے۔ اسے پیٹھ پر لیے ہوئے بیت اللہ کا طواف کیا۔ صفا ومروہ کے درمیان سعی کی۔ اسے لئے ہوئے عرفات گیا۔ پھر اسی حالت میں مزدلفہ آیا اور منیٰ میں کنکریاں ماریں۔

وہ نہایت بوڑھی ہیں۔ ذرا بھی حرکت نہیں کر سکتیں۔ میں نے یہ کام ماں کو اپنی پیٹھ پر اٹھائے ہوئے انجام دیئے ہیں۔ تو کیا میں نے اس کا حق ادا کر دیا؟

آپ ؐ نے فرمایا ''نہیں'' اس کا حق ادا نہیں ہوا۔

اس نے عرض کیا: ''کیوں'' آپ ؐ نے فرمایا:

''یہ اس لیے کہ اس نے تمہارے بچپن میں تمہارے لئے ساری مصیبتیں جھیلیں اس تمنا کے ساتھ کہ تم زندہ رہو۔ اور تم نے جو کچھ اس کے ساتھ کیا اس حال میں کہ تم اس کے مرنے کی تمنا رکھتے ہو''

قرآن کریم میں اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا ''وَلَا تَقُلْ لَّهُمَا أُفٍّ'' کہ ان دونوں (والدین) کو (کسی بات پر) اف بھی نہ کہو۔

اس دنیا میں انسان کے لئے سب سے مقدم ومعظم ہستی (اللہ و نبی کے علاوہ) والدین کی ہستی ہے، اور ان میں بھی ''ماں'' کو زیادہ شرف حاصل ہے۔ بوجہ اس کی محبت، محنت مشقت اور تکالیف کو برداشت کرنے کے۔

ماں کے ان ہی احسانوں کے بدلے اسے اتنا مقام دیا گیا۔ اسلام سے قبل تو خواتین کو کوئی مقام حاصل نہ تھا۔ لیکن اسلام نے ہر ایک کا مقام ومرتبہ متعین کیا۔

اللہ رب العزت نے قرآن عظیم میں جابجا والدین کے ساتھ حسن سلوک ان کے لیے رحمت ومغفرت کی طلب کی تلقین کی۔ یہاں تک کہ اگر وہ غیر مسلم بھی ہوں تو ان کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے۔

احادیث مبارکہ میں بھی ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک اور احسان کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور ماں کو خصوصی شرف دیا گیا ہے کہیں فرمایا ''وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا''۔ کہیں رَبِّ اغْفِرْلِيْ وَلِوَالِدَيَّ فرمایا۔

درج بالا ارشاد مبارکہ میں بھی رسول اکرم ھادی عالم ﷺ نے ماں کے ادب واحترام اور اس کے ساتھ حسن سلوک اور خدمت کرنے کا ادب سکھایا ہے اور تلقین فرمائی ہے۔

اور اس بات کو واضح فرما دیا کہ تم کتنی ہی خدمت کر لو یہ اس کا حق ہے لیکن اس کی خدمت کر کے اگر یہ سمجھو گے کہ اس کا حق ادا کر دیا تو یہ محض خیال ہے۔

اور یہ حقیقت ہے کہ ماں کے احسانات کا بدلہ دینا ناممکن ہے۔ اس کے احسانات کو کیا شمار کیا جائے وہ لاتعداد ہیں۔

اگر ہم ماں کے اس احسان کا بدلہ ہی ساری زندگی چکانے کی کوشش کریں تو یقیناً نہیں چکا سکتے جو اس نے ہمیں نو ماہ اپنے پیٹ میں ہمیں رکھ کر کیا ہے۔

اور پھر دو سال اپنے سینے کے چشموں سے سیراب کرنا اور ساری ساری رات ہماری خدمت کے لئے جاگتے رہنا، خود بھوکا رہ کر ہمارا پیٹ بھرنا، خود گیلی جگہ لیٹ کر ہمیں خشک جگہ لٹا دینا۔ ان احسانات کے بدلے کی باری تو بہت بعد میں ہے۔

اسی لئے رحمۃ للعالمین ﷺ نے ارشاد فرمایا ''الجنة تحت اقدام الامهات'' کہ

ماں کے قدموں تلے جنت ہے۔

ایک حدیث مبارکہ میں ہے کہ ایک شخص کے دریافت کرنے پر کہ سب سے پہلے کس کا حق ہے کہ اس کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے آپؐ نے تین مرتبہ ''ماں'' کے لئے فرمایا۔ اس کے بعد باپ کا ذکر کیا۔

اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم ﷺ کے مذکورہ تمام ارشادات ہمیں ادب سکھا رہے ہیں کہ ماں کے ساتھ حسن سلوک کرو اس کی خدمت کرو۔ اور آخرت میں مغفرت پا جاؤ۔

حضور ﷺ نے فرمایا (مفہوم) کہ بدنصیب ہے وہ شخص جو والدین کا بڑھاپا پائے (یا ان میں سے کسی ایک کو پائے) اور جنت حاصل نہ کر سکے۔ یعنی ان کی خدمت کرے تاکہ جنت میں جگہ مل جائے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

قیامت میں پانچ چیزوں کا حساب کتاب پہلے ہوگا

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''قیامت کے دن (جب حساب کتاب کے لئے بارگاہ خداوندی میں پیشی ہوگی تو) آدمی کے قدم اپنی جگہ سے سرک نہ سکیں گے۔ جب تک کہ اس سے پانچ چیزوں کے بارے میں پوچھ گچھ نہ کر لی جائے۔

۱۔ ایک سوال اس کی پوری زندگی کے بارے میں ہوگا کہ کن کاموں اور مشغلوں میں اس کو ختم کیا۔

۲۔ دوسرے اس کی جوانی کے بارے میں کہ کن مشغلوں میں اس کو بوسیدہ کیا۔

۳۔۴۔ تیسرا اور چوتھا سوال مال و دولت کے بارے میں کہ کہاں سے اور کن طریقوں سے اور کن ذرائع سے ان کو حاصل کیا تھا۔ اور کن کاموں اور کن راہوں اور کاموں میں اسکو صرف کیا۔

۵۔ پانچواں یہ کہ جو کچھ معلوم تھا (علم حاصل کیا تھا) اس پر کتنا عمل کیا۔ (ترمذی)

اللہ رب العزت نے انسان کی تخلیق کا مقصد اپنی عبادت فرمایا ہے۔ لیکن اس عبادت کے ساتھ اسے مختلف آزمائشوں میں مبتلا رکھا ہے وہ کتنا میری عبادت کرتا ہے اور کتنا آزمائشوں میں ناکام ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو ہماری عبادات کی ضرورت نہیں ہے نہ ہی وہ اس کا محتاج ہے۔ اور فرشتے ہمہ وقت جی جان کے ساتھ اللہ کی عبادت میں مصروف ہیں۔

لیکن اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا اور خلافت عطا فرمائی اور اس خلافت کے حق کو ادا کرنے کے لئے رسول اکرم ﷺ نے ہمیں دنیا کے معاملات ادا کرنے کے لئے آداب سکھلائے۔

اس دنیا میں ہر اچھا کام عبادت ہے۔ یہاں تک کہ اپنی زوجہ کے ساتھ حسن سلوک کرنا بھی۔ کیونکہ حسن سلوک کرنا اللہ کا حکم ہے۔ اور اس کے احکام کی بجا آوری ہی اس کی عبادت ہے۔

درج بالا ارشاد مبارکہ میں رحمۃ للعالمین ﷺ نے ہمیں کچھ آداب زندگی سکھائے ہیں اور انداز تنبیہانہ ہے کہ پوچھ گچھ ان باتوں کی ہوگی۔ تاکہ امت ان اعمال و معاملات کو احسن طریقوں سے اور حضور ﷺ کے بتائے ہوئے طریقوں سے ادا کرے۔

۱۔ پہلی بات جو سمجھائی اور سکھلائی گئی ہے وہ یہ ہے کہ زندگی کو کن کاموں اور مشغلوں میں صرف کیا اس کا سوال ہوگا۔

اور زندگی گذارنے کے لئے ہمیں قرآن کریم میں اور احادیث مبارکہ میں رہنمائی فرمائی گئی ہے۔ اور یہ پہلا سوال عمومی ہوگا۔

۲۔ دوسرا سوال زندگی کے ایک خاص حصے سے متعلق ہے کیونکہ یہی وہ وقت ہوتا ہے کہ جس میں انسان بنتا سنورتا اور بگڑتا ہے۔ اور اسی لیے اس جوانی کے اعمال صالحہ کو زندگی کے دیگر اعمال پر سونے اور مٹی کی نسبت سے تعبیر کیا گیا ہے۔

۳۔ تیسرا اور چوتھا سوال مال و دولت کا حصول اور ان کے خرچ کا ہے۔

کیونکہ مال و دولت کی طلب اور اس کا حصول ہر شخص کی تمنا ہوتی ہے۔ تو فرما دیا کہ اس کے بارے میں مکمل پوچھ گچھ ہوگی۔ کہ حاصل کس طرح اور کن ذرائع سے کیا حلال یا

حرام یا مشتبہ طریق اپنائے۔

اورخرچ کہاں کی۔ اللہ کے راستے میں یا عیش وعشرت میں۔ اسی وجہ اور اس کی اہمیت کو بیان کرنے کے لئے فرمایا کہ دوسوال ہونگے۔

۵۔ اور پانچواں ادب علم وعمل کے مطابق ہوگا کہ کتنا علم حاصل کیا تھا اور اس کے مطابق کتنا عمل کیا۔

یہ وہ تمام زندگی کا نقشہ ہے کہ جن چیزوں سے فرشتے مبراء ہیں کہ ان سے ان باتوں کے متعلق سوال ہوگا نہ پوچھ گچھ (اور یہی وجہ انسان کو اشرف المخلوقات بنانے والی ہے) انسان سے ضرور پوچھ گچھ ہوگی۔

اگر ان سوالات کی تیاری ہم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے بتائے ہوئے طریقوں سے کرینگے تو آخرت میں کامیاب ہونگے۔ ہم پر ضروری ہے کہ بتائے ہوئے طریقوں سے زندگی گزاریں اور حساب وکتاب سے پناہ مانگیں اور حساب یسیر کو طلب کریں اس لئے کہ اگر کسی بھی چیز کے بارے میں سوال ہوگیا تو پکڑ کے امکانات شروع ہوجائیں گے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں حساب یسیر سے نوازے اور نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں عطا فرمائے۔

دعا قبول کیوں نہیں ہوتی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''لوگو! اللہ تعالیٰ پاک ہے وہ صرف پاک چیز ہی کو قبول کرتا ہے۔ اور اس نے اس بارے میں جو حکم اپنے پیغمبروں کو دیا ہے وہی اپنے سب مومن بندوں کو دیا ہے۔ پیغمبروں کے لیے ارشاد فرمایا: کہ ''اے پیغمبرو تم کھاؤ پاک اور حلال غذا اور عمل کرو صالح'' اور اہل ایمان کو مخاطب کر کے اس نے فرمایا:

اے ایمان والو! تم ہمارے رزق میں سے حلال اور طیب کھاؤ (اور حرام سے بچو۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے ایک ایسے آدمی کا ذکر فرمایا جو طویل سفر کر کے (کسی مقدس مقام پر) ایسے حال میں جاتا ہے کہ اس کے بال پراگندہ ہیں۔ اور جسم اور کپڑوں پر گرد وغبار ہے اور

آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا اٹھا کر دعا کرتا ہے اے میرے رب میرے پروردگار.......... اور حالت یہ ہے کہ اس کا کھانا حرام ہے اور اس کا پینا حرام ہے اس کا لباس حرام ہے اور حرام غذا سے اس کی نشو ونما ہوئی ہے تو اس آدمی کی دعا کیسے قبول ہوگی؟ (صحیح مسلم)

اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا:

''یٰاَیُّھَاالنَّاسُ کُلُوْا مِمَّا فِی الْاَرْضِ حَلٰلاً طَیِّباً''

ترجمہ: ''اے لوگو! کھاؤ جو کچھ زمین میں حلال اور پاک ہے''

اور رسول اکرم ﷺ نے بھی رزق حلال کے کمانے اور کھانے کی تلقین فرمائی ہے اور حدیث بالا میں جس بات کی طرف اشارہ فرمایا ہے اور ادب سکھایا ہے۔ وہ یہ ہے کہ ہماری دعا قبول کیوں نہیں ہوتی، اس کا سبب بیان فرمایا کہ حرام انسان کے پیٹ میں جاتا ہے اور اس کی نشو ونما اسی حرام مال سے ہوتی ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ دعا قبول نہیں کرتے۔

ایک حدیث مبارکہ کا مفہوم ہے کہ اگر انسان کے پیٹ میں حرام کا ایک لقمہ چلا جائے تو اس کی نماز اس کی عبادت اور دعا چالیس دن تک قبول نہیں ہوتی۔

آج کے دور میں حرام اس حد تک رائج ہو چکا ہے کہ اس سے بچنا بہت مشکل ہوگیا۔ اور ہمارے حالات حد درجہ خراب ہیں۔ نہ ہمارے مال میں برکت ہے نہ جان میں برکت ہے۔ ہر وقت ہم پریشانیوں میں مبتلا ہیں۔

اس کی وجہ یہی ہے کہ ہمارے حلال اور طیب مال میں حرام اور مشتبہ مال کی آمیزش ہوگئی ہے۔

آج سود کا دور دورہ ہے اور حلال کمائی کے ساتھ ایسی ایسی اسکیمیں اور لاٹریاں جاری ہو چکی ہیں کہ جنہیں ہم اپنی محنت سمجھ کر اور حلال سمجھ کر استعمال کرتے ہیں لیکن درحقیقت وہ مال حرام اور تجارت ناجائز ہوتی ہے۔ اور یوں ان وجوہات کی وجہ سے حرام اور مشتبہ مال ہمارے جسم وجاں کا حصہ بن جاتا ہے۔

اور ان ہی وجوہات کی وجہ سے ہماری دعائیں قبول نہیں ہوتی ہیں اور ہم اللہ تعالیٰ سے رو رو کر ہاتھ اٹھا اٹھا کر التجائیں کرتے ہیں اور دعاؤں کی قبولیت کی اور پریشانیوں سے

چھٹکارے کی دعا کرتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرماتا۔ اور ہم شکوہ کرتے ہیں کہ اللہ ہماری دعائیں قبول نہیں کرتا۔ حالانکہ ہم نماز روزہ کے پابند ہیں، حلال تجارت کرتے ہیں۔ حالانکہ ہمارے پیٹوں میں مال حرام انجانے میں داخل ہو چکا ہوتا ہے۔

لہٰذا ضروری ہے کہ ہم اپنی تجارت کاروبار میں ایسے کاموں سے بچیں کہ جو حرام یا مشتبہ ہوں اور ان کے متعلق اہل علم سے دریافت کرلیں تاکہ جس تجارت کو ہم حلال سمجھ کر اس کی وسعت کے لئے دن رات محنت کررہے ہیں وہ ضائع نہ ہو جائے اور ہمارے لیے قیامت میں وبال نہ بن جائے۔ اللہ تعالیٰ ہمارا حامی وناصر ہو۔ آمین

ریشم اور سونا مرد پر حرام ہے

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسالت مآب ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ریشم اور سونا میری امت کی عورتوں کیلئے حلال اور مردوں کے لئے حرام کیا گیا ہے'' (ترمذی، نسائی)

حدیث مبارکہ میں سرور دو عالم ﷺ نے دو چیزوں کو بیان فرمایا ہے اور اس کے استعمال کرنے کی جگہ بیان فرمائی اور ایک ادب مردوں کے لئے یہ بیان کیا کہ وہ عورتوں کی مشابہت سے بچیں۔

اس ارشاد نبوی ﷺ میں غور کیا جائے تو ایک قاعدہ معلوم ہوتا ہے اور وہ چیزیں جو خصوصی طور پر خواتین کے لئے ہوں ان کو استعمال نہ کیا جائے اور ان کی مشابہت سے بچا جائے۔

کیونکہ سونا اور ریشم یہ زینت کی چیزیں ہیں اور ایسی زینت ہے جو انسان کو نرم و نازک بنا دیتی ہے اور عورتوں کے ساتھ ہی مخصوص ہے اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے اس کے استعمال سے منع فرمایا اور کہا کہ یہ مرد پر حرام ہے۔ کیونکہ زینت کی چیزیں مرد کو نازک بنا دیتی ہیں اور وہ میدان جنگ سے دور بھاگتا ہے۔

البتہ ریشم کے حوالے سے صرف ایک استثناء ہے وہ یہ کہ مرد اسے میدان جنگ میں استعمال کرسکتا ہے کیونکہ تلوار کا وار اس پر پھسل جاتا ہے۔ اور اب چونکہ تلوار کی جنگ نہیں لہٰذا

اس کے استعمال سے گریز کیا جائے۔ واللہ اعلم بالصواب

دیوث جہنمی ہے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرور انبیاء ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص دیوث ہو وہ جنت میں داخل نہیں ہوسکتا''

(مسند احمد، نسائی، ابوداؤد)

دیوث کسے کہتے ہیں:

۱۔ وہ شخص جسے معلوم ہو کہ اس کی بیوی بدکار ہے اور وہ یہ جان کر بھی اس کا شوہر بنا رہے۔

۲۔ وہ شخص جو اپنی زوجہ سے بدکاری کروائے اور اس کی کمائی کھائے۔

بدکاری ایک عظیم گناہ ہے اور اخلاقیات میں ایک گری ہوئی اور گھٹیا حرکت ہے۔ اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا:

''وَلَا تَقْرَبُو الزِّنَا اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّسَآءَ سَبِيْلًا'' (القرآن)

ترجمہ: ''زنا کے قریب بھی نہ جاؤ بے شک یہ کھلی بے حیائی اور برا راستہ ہے''

پھر اس گناہ میں اپنی زوجہ کو شریک کرنا اور پھر اس پر مستزاد یہ کہ اس کے ذریعے مال کمایا جائے اور کھایا جائے۔ یہ تو انتہائی پستی کی علامت ہے اور بے غیرتی کی انتہا ہے۔ اور مردانگی کے بھی خلاف ہے۔

حدیث مبارک میں رسول اکرم ﷺ ہمیں یہ ادب سکھا رہے ہیں۔ کہ بدکاری کے خود بھی قریب نہ جاؤ اور نہ ہی اپنے گھر والوں کو اس گناہ میں دھکیلو۔

یہ ایک عام سی بات ہے کہ کوئی شخص کتنا ہی بڑا گناہ گار ہو بے حیاء اور فاحش ہو لیکن اپنے گھر والوں کے معاملے میں غیرت کا مظاہرہ کرتا ہے۔ لیکن اس شخص کی بے ہودگی کی کیا حد ہے؟ جو یہ جانتے ہوئے بھی کہ اس کی بیوی اس گناہ میں مبتلا ہے وہ اسے کچھ نہ کہے بلکہ برداشت کرے۔

اوراس سے بڑھ کر یہ کہ اس کی اس بری حرکت کی کمائی بھی کھائے۔
اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو ہر قسم کے گناہ سے محفوظ فرمائے۔ (آمین)

تہمت لگانے سے گریز کریں

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ایک عفیفہ (پاک دامن) عورت پر تہمت لگانا سو برس کے اعمال کو غارت (تباہ) کر دینے کے لئے کافی ہے'' (طبرانی)

الزام تراشی، تہمت بہتان یہ اخلاقی برائیاں ہیں جن کے ذریعے سے جہاں ایک دوسرے کے دل خراب ہوتے ہیں وہیں تعلقات چاہے وہ معاشی ہوں یا معاشرتی متاثر ہوتے ہیں۔ اور یہ معاملہ یعنی الزام تراشی عام چیزوں میں ہونے کی وجہ سے یہ خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔

لیکن کسی عورت پر تہمت لگانا (یہاں تہمت سے مراد ہے کہ پاک دامن عورت پر بدکاری کا الزام لگانا) معاشرے کی بدترین برائی ہے اس سے معاشرے میں شر وفساد پھیلتا ہے۔ خاندان رسوا اور برباد ہو جاتا ہے۔ اور فساد پھیلانا خود ایک عظیم گناہ ہے اور معاشرے کے بگاڑ میں حصہ داری ہے۔

سرور دو عالم ﷺ ہمیں یہ ادب سکھا رہے ہیں تہمت لگانے سے بچو کیونکہ بظاہر نظر آنے والے اس ایک چھوٹے سے جملے سے کتنی قیامتیں ٹوٹ پڑتی ہیں۔ کتنے خاندان متاثر ہوتے ہیں۔ اور بات غیرت کی بنا پر قتل وغارت گری تک جا پہنچتی ہے اور معاشرہ تباہ وبرباد ہو جاتا ہے۔

ہم ذرا غور کریں کہ اس گناہ اور لعنت میں انجانے میں لوگ کتنے مبتلا ہیں۔ مخلوط تعلیم، مخلوط کاروبار وتجارت آفس ورکنگ اور نہ جانے کتنی ایسی چیزیں ہیں جن میں اختلاط کی لعنت ہمارے معاشرے کا حصہ بن چکی ہے۔

چنانچہ جب دو افراد ایک ساتھ پڑھتے ہیں ایک ساتھ کام کرتے ہیں کہ وہ مختلف

جگہوں میں اپنی تعلیم اور کام کی غرض سے گھومتے پھرتے نظر آتے ہیں۔ جب دو افراد کہ جن کا آپس میں کوئی شرعی رشتہ نہیں ہوتا یا ایک دوسرے کے محرم نہیں ہوتے تو ایسے افراد کو دیکھ کر بعض لوگ ان کی طرف انگلیاں اٹھاتے ہیں اور مختلف نازیبا کلمات ادا کرتے ہیں کہ یہ لڑکی یا عورت ایسی ایسی اور ویسی ویسی ہے۔ حالانکہ انہیں اس معاملے میں بالکل تحقیق نہیں ہوتی۔ اور وہ اس طرح پاک دامن عورت پر تہمت لگا دیتے ہیں۔

ممکن ہے کہ وہ خاتون کسی مجبوری کے تحت کسی جگہ ملازمت کر رہی ہو۔

اگر اس طرح خواتین کی عصمت پر قدغن لگایا جائیگا تو ان سے باوجودیکہ وہ پاک دامن ہیں کوئی رشتہ نہ کریگا جب وہ اپنی عمر گزاریں گی بنا شوہر کے تو ممکن ہے کہ شیطانی وسوسوں اور شہوت نفسانی کی وجہ سے وہ گناہ میں مبتلا ہو ہی جائیں۔ اور اس گناہ کا سبب وہ شخص بنا کہ جس نے اس پر الزام تراشی کی تھی اور بہتان لگایا تھا۔

اور اگر وہ خاتون شادی شدہ ہو تو اس کے شوہر کو اگر یہ بات پہنچ جائے تو ممکن ہے کہ اس کا گھر تباہ ہو جائے اور ممکن ہے کہ وہ غیرت کی پر بنا اس الزام لگانے والے سے لڑائی جھگڑے کرے اور نوبت جان کے تلف ہونے تک پہنچ سکتی ہے۔

بہر حال یہ ایک عظیم گناہ ہے جس کی وجہ سے دنیا میں بھی عذاب ہے اور آخرت میں بھی عذاب ہے۔ اور کسی پاک دامن خاتون پر تہمت لگانے کی سزا شریعت میں ۸۰ کوڑے ہے، جس سے اس گناہ کی سنگینی کا اندازہ ہوتا ہے اور اگر دنیا میں بچ جائے تو اللہ کی پکڑ سے بچنا تو ممکن ہی نہیں ہے۔ ہاں البتہ اس تہمت سے بچنے کے لئے خواتین کو خصوصاً ملازمت پیشہ خواتین کو ایسا انداز اور طریقہ اپنانا چاہئے جسمیں مردوں سے بلاضرورت اختلاط نہ ہو اور وہاں بھی اپنی عزت وحرمت کی حفاظت کریں دینی دائرہ کار میں رہیں غیر مردوں سے پینگیں نہ بڑھائیں تاکہ تہمت سے محفوظ رہیں۔

اور حدیث مبارکہ میں ہمیں رسول کریم ﷺ یہی ادب سکھا رہے ہیں کہ کسی پر تہمت نہ لگائیں چاہے تحقیق ہو یا نہ ہو۔ اگر آپ کو یقین بھی ہے تو پردہ دری کرنا بھی کوئی چھوٹا گناہ نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

گھر میں اجازت لیکر داخل ہو

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''(۱) جب نگاہ (گھر کے) اندر داخل ہوگئی تو پھر خود داخل ہونے کے لئے اجازت مانگنے کا کیا موقع رہا'' (ابوداؤدشریف)

(۲) پرے (ایک طرف) ہٹ کر کھڑے ہوں۔ اجازت مانگنے کا حکم تو اس لئے ہے کہ نگاہ (اندر) نہ پڑے۔ (ابوداؤدشریف)

(۳) جس نے اپنے بھائی کی اجازت کے بغیر اس کے گھر میں نظر دوڑائی وہ گویا آگ میں جھانکتا ہے۔ (ابوداؤدشریف)

(۴) اگر کوئی تیرے گھر میں جھانکے اور تو ایک کنکری مار کر اس کی آنکھ پھوڑ ڈالے تو کچھ گناہ نہیں۔ (بخاری، مسلم)

حضور نبی کریم ﷺ کو اس دنیا میں اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا اور آپؐ نے اخلاق کی تعلیم لوگوں میں عام فرمائی اور ہر ایک چیز کا ہر ایک کام ومعاملات کا ادب سکھایا۔

اور یہ نبی کریم ﷺ کا معجزہ بھی ہے۔ چنانچہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نبی کریم ﷺ کی اخلاق کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ قرآن کریم رسول اللہ کے اخلاق کا مجموعہ ہے۔

ہر شعبے اور روز ہائے زندگی کے معاملات کے آداب آپؐ نے سکھائے ان ہی میں سے اپنے گھر اور کسی دوسرے کے گھر میں داخل ہونے کا طریقہ اور اس کے آداب بھی سکھلائے۔ اور سکھانے میں ایسا عام فہم اور سادہ انداز اپنایا ہے (جو کہ آپ کا معجزہ بھی ہے کہ غبی سے غبی (کند ذہن اور کم فہم) انسان بھی با آسانی اس ادب کو اور سمجھ سکتا ہے۔

ابتدائی دو احادیث میں نبی کریم ﷺ نے ہمیں دو آداب کی تعلیم دی۔

(۱) ایک تو کسی کے بھی گھر میں داخل ہونے سے قبل اجازت مانگی جائے یہ بھی فرمایا کہ اگر گھر کا دروازہ کھلا ہوا ہو تو احتیاط کی جائے اور اپنی نگاہوں کو گھر کے اندر داخل نہ ہونے دیں۔ کیونکہ اجازت مانگنے کا حکم ہی اس لئے ہے کہ اندرون خانہ ستر اور پردہ رہے۔ اگر باہر

سے کھڑے ہو کر اجازت مانگی جائے لیکن گھر میں دیکھتا رہے تو یہ ایسا ہے جیسا کہ کسی کے حرم میں بلا اجازت اندر داخل ہو جائے۔ اور پھر چوتھی حدیث میں اس بات پر زور دیا اور اندرون خانہ نظر دوڑانے کا گناہ اور اس کی برائی کو بیان کرنے کے لئے فرمایا۔ کہ اگر کوئی گھر میں جھانکتا ہو تو تم اس کو پتھر مار کر اس کی آنکھ بھی پھوڑ دو تو کوئی گناہ نہیں۔

حالانکہ کسی انسان کے کسی عضو کو تلف کر دینے پر قصاص کا حکم ہے قرآن کریم میں ارشاد ہے ''اَلْعَیْنُ بِالْعَیْنِ'' آنکھ کے بدلے آنکھ کا قصاص لیا جائیگا اور آنکھ پھوڑنے والے کی آنکھ نکال لی جائیگی۔

لیکن یہ فعل کتنا برا ہے کتنا قبیح ہے کہ اس کے کرنے والے کی آنکھ پھوڑنے پر بھی کوئی گناہ نہیں۔

اور گھر میں داخل ہوتے ہوئے اجازت لینے کی اہمیت وادب کو کتنے احسن انداز میں بتایا۔ کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور دریافت کیا۔ کہ کیا میں اپنی والدہ کے پاس بھی جاتے ہوئے اجازت طلب کروں تو رسول کریم ﷺ نے فرمایا ''ہاں'' اس نے کہا کہ میرے سوا ان کی خدمت کرنے والا کوئی نہیں ہے کیا میں ہر بار ان کی خدمت میں جاؤں تو اجازت مانگوں؟ فرمایا ''کیا تو پسند کرتا ہے کہ اپنی ماں کو برہنہ دیکھے۔ (ابن ماجہ)

اس حدیث مبارکہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ گھر میں داخل ہوتے ہوئے اجازت لینا کتنا ضروری ہے چاہے اپنے گھر میں ہی کیوں نہ داخل ہو رہا ہو۔

اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

اعضائے انسانی کے زنا

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''آدمی اپنے حواس سے زنا کرتا ہے۔ (۱) دیکھنا (غیر محرم کو) آنکھوں کا زنا ہے۔ (۲) (غیر محرم سے) لگاوٹ (پیار ومحبت) کی باتیں کرنا زبان کا زنا ہے۔ (۳) آواز سے لذت لینا کانوں کا زنا ہے۔ (۴) (غیر محرم) کو ہاتھ لگانا اور

ناجائز مقصد کے لئے چلنا ہاتھ پاؤں کا زنا ہے۔ (اور) بدکاری کی یہ ساری تمہیدیں جب پوری ہو جاتی ہیں تب شرمگاہیں یا تو اسکی تکمیل کر دیتی ہیں یا تکمیل کرنے سے رہ جاتی ہیں۔

(بخاری، مسلم، ابوداؤد)

آج دنیا میں گناہ کرنے اور گناہ میں چاہتے اور نہ چاہتے ہوئے بھی میں مبتلا ہونے کے اتنے مواقع ہیں کہ ان سے بچنے کا بظاہر اس کے سوا کوئی راستہ نظر نہیں آتا کہ انسان اس دنیا کی بستی سے کنارہ کش ہو کر جنگل میں کوئی گوشہ عافیت ڈھونڈ لے۔

لیکن اسلام میں چونکہ رہبانیت نہیں ہے اس لئے اس کی اجازت نہیں ہے۔ رسول کریم ﷺ نے قیامت کی جو پیشن گوئیاں فرمائی تھیں وہ تقریباً مکمل ہو چکی ہیں سوائے چند ایک بڑی بڑی نشانیوں کے جیسے خروج دجال ونزول عیسیٰ علیہ السلام ومہدیؒ کی آمد گناہوں کا عام ہو جانا اور اتنا عام ہو جانا کہ انسان کو اپنا آپ بچانا محال ہو جائے یہ بھی قیامت کی نشانیوں میں سے ہے۔

اور کبیرہ گناہوں میں سے ایک قبیح اور شنیع گناہ بدکاری اور زنا ہے۔ اور یہ فعل جس طرح قبیح ہے اسی طرح اس کے لوازمات بھی قبیح اور برے ہیں۔

اور رسول کریم ﷺ نے اس کے لوازمات کو بھی زنا قرار دیا ہے۔ اور امت کو اس برے فعل سے بچنے کے آداب واطوار سکھائے ہیں۔

مندرجہ بالا حدیث پر نظر ڈالنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ جن افعال سے آنحضور ﷺ نے منع فرمایا ہے ان افعال میں خلقت کثیر مبتلا ہے۔ اور اس عظیم گناہ کو گناہ سمجھا بھی نہیں جاتا۔ ان افعال سے بچنے کے لئے رسول اللہ ﷺ نے انہیں زنا سے ملقوب فرمایا اور یہ کہا یہ اصل زنا اور بدکاری کی طرف دواعی ہیں اور بلانے والے ہیں کہ انسان جب ان افعال میں مبتلا ہوتا ہے تو کچھ ہی عرصے میں وہ اصل زنا میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے آنکھوں کے زنا کے متعلق اور اس کی قید کے متعلق فرمایا حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

"یاعلی! لا تتبع النظرة النظرة فان لک الاولیٰ ولست

لک الآخرہ" (الحدیث)

"یعنی اے علیؓ! ایک نظر پر دوسری نہ ڈالو، پہلی نظر تو تمہاری ہے پر دوسری تمہاری نہیں (بلکہ اس میں خواہش نفس وشہوت اور شیطان داخل ہو جاتا ہے۔ (ترمذی، ابوداؤد، مشکوٰۃ)

حضرت جویر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا اچانک نگاہ پڑ جائے تو کیا کریں فرمایا فوراً نگاہ پھیر لو یا نیچی کر لو۔ (ترمذی، ابوداؤد، مشکوٰۃ)

ان دو احادیث پر غور کرنے سے معلوم ہوا کہ اس گناہ سے بچنا ممکن ہے کیونکہ اچانک نگاہ اگر پڑ جائے تو وہ گناہ نہیں ہے۔ لیکن پہلی نگاہ ہٹانے کے بعد اگر دوبارہ نظر ڈالی جائے تو وہ گناہ ہے اور آنکھوں کا زنا ہے۔

حلاوت ایمان:

نظر کے متعلق آپ ﷺ نے فرمایا کہ: "نگاہ ابلیس کے تیروں میں سے ایک تیر ہے جو شخص مجھ سے ڈر کر اس کو چھوڑ دیگا میں اس کے بدلے اسے ایسا ایمان دونگا جس کی حلاوت وہ اپنے دل میں محسوس کریگا" (طبرانی)

یہ انسانی فطرت ہے کہ جب ایک مرتبہ غیر محرم پر نظر پڑتی ہے اور اگر تو دوبارہ دیکھنے کی خواہش پیدا ہوتی ہے اور انسان فوراً نظریں اس طرف گھما دیتا ہے۔ چونکہ بے پردگی عام ہے اس وجہ سے اس گناہ میں مبتلا ہونے کے امکانات بھی کثیر ہیں۔

لیکن اگر انسان اپنے آپ کو اللہ کے حکم پر چلائے اور اپنے دل پر جبر کرے۔ کیا دل تقاضا کرتا ہے؟ اس طرف دوبارہ دیکھو مگر انسان شریعت پر عمل کرتا ہے اور سنت رسول اپناتا ہے تو اللہ رب العزت اسے حلاوت ایمان کی دولت سے نوازتے ہیں۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جس مسلمان کی نگاہ کسی عورت کے حسن پر پڑے اور (وہ باوجود تقاضائے نفس کے) نگاہ ہٹالے تو اللہ تعالیٰ اس کی عبادت میں لطف اور لذت پیدا کر دیتا ہے" (مسند احمد)

رحمۃ اللعالمین ﷺ نے ہمیں کتنے پیارے انداز میں اور کس احسن طریقے سے اس

گناہ سے بچنے کا سلیقہ وادب سکھایا ہے۔ اور ساتھ میں اللہ تعالیٰ کے انعام کا تذکرہ بھی فرمایا۔

آج کے دور میں عبادت میں لطف آجائے اور لذت محسوس ہونے لگے تو یقیناً یہ ایک بہت بڑا تحفہ اور انعام خداوندی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی قربت کا ذریعہ بھی ہے اور اس کا طریقہ زبان رسالت نے یہ بتایا ہے حسین چہروں پر سے نظر کو ہٹالیا جائے اور اس کا اول مرحلہ یہ ہے نظروں کو جھکا کر رکھا جائے۔

اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

تنہائی میں بھی ننگے نہ رہیں

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''کبھی ننگے نہ رہو۔ کیونکہ تمہارے ساتھ وہ ہیں جو کبھی تم سے جدا نہیں ہوتے (یعنی خیر اور شر کے فرشتے) سوائے اس وقت کے جب تم رفع حاجت کرتے ہو یا اپنی بیویوں کے پاس جاتے ہو۔ لہٰذا ان سے شرم کرو اور ان کا احترام ملحوظ رکھو'' (ترمذی)

ادب:

حدیث مبارکہ میں نبی کریم ﷺ امت کو شرم وحیاء اور پردے کی تعلیم وادب سکھا رہے ہیں۔

برہنہ ہونا انسانی ضرورت میں سے ہے کہ بعض لمحات ایسے ہوتے ہیں کہ جن میں انسان اپنا ستر کھولتا ہے۔ اور جس وقت انسان ستر کھولتا ہے تو فرشتے بوجہ حیا اور شرم کے اس کے پاس سے چلے جاتے ہیں۔

غور کرنے سے معلوم ہوا کہ بلاوجہ ستر کھولنا ناپسندیدہ عمل ہے اور اللہ ورسول اور اس کے فرشتے اس کو ناپسند کرتے ہیں۔

ایک حدیث کے مفہوم سے معلوم ہوتا ہے کہ برہنگی سے انسان سے حیا اٹھ جاتی ہے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اذا فاتک الحیاء فافعل ماشئت'' کہ جب تو شرم نہ کرے تو جو چاہے کر۔

مطلب یہ ہے کہ جس آدمی میں شرم وحیا نہ ہو برائی اور فحاشی وعریانی کے کام کرنا اس کے لیے مسئلہ نہیں ہوتے۔

اس لیے حضور ﷺ نے مسلمانوں کو محفل وتنہائی میں رہنے کے ادب سکھائے ہیں اور یہ تنہائی کا ادب ہے کہ اس وقت بھی بلاضرورت عریاں نہ ہو۔ کیونکہ اگر انسان انسان سے شرم کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے زیادہ حقدار ہیں کہ ان سے شرم کی جائے۔ ایک اور ارشاد نبوی ﷺ ہے۔ بہتر شخص وہ ہے جس کی تنہائی اور جلوت کی شرم ایک جیسی ہو۔ لہٰذا جس طرح جلوت میں شرم وحیاء کا پاس رکھتے ہیں خلوت میں بھی اسی طرح رکھا جائے۔

اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

ظالم کا ساتھ نہ دیں

سرور دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص کسی ظالم کا ساتھ دیکر اس کو قوت پہنچائے گا۔ حالانکہ وہ جانتا ہے کہ وہ ظالم ہے تو وہ اسلام سے خارج ہے'' (مشکوٰۃ)

اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ لَایَھْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ.

''کہ اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتے''

کسی کمزور کے ساتھ زیادتی کرنا، یا حکمران ہونے کی صورت میں رعایا وعوام پر مختلف قسم کے ٹیکسز لگانا، اور عوام کی فلاح وبہبود پر کوئی خرچ نہ کرنا اور ان کو کوئی آسانی نہ دینا بھی اسی طرح کا ظلم ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ ظلم کرنے والے کو ہدایت نہیں عطا فرماتے۔

حدیث بالا میں بھی سرور کائنات ﷺ نے ظلم وتعدی سے منع فرمایا ہے اور ظالم کا ساتھ بھی نہ دینے کا ادب اور اس کی تعلیم دی ہے۔

ایک تو خود بھی ظلم کرنا ہے۔ یہ تو جرم عظیم ہے لیکن اس ظالم کا ہاتھ بٹانا اس کا ساتھ دینا اس کی حکومت کو تقویت دینا۔ اور اسے ظلم سے باز نہ رکھنا، اسے بھی جرم عظیم قرار دیا اور فرمایا کہ اس شخص کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں ہے اور وہ اسلام سے خارج ہے۔

آپؐ نے ارشاد فرمایا: ''مومن وہ شخص ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرا مومن بچا رہے۔

معلوم ہوا کہ ظالم کا ساتھ دینا بھی ظلم ہے۔ اگر کوئی ظالم شخص ناجائز ذرائع سے اقتدار میں آ جاتا ہے۔ اور دیگر اشخاص میں اس کی مدد کرتے ہیں اور اس کے ساتھ اقتدار میں شامل ہو جائیں تو یہ بھی اسی زمرے میں آتا ہے۔

لیکن یہ صرف کسی حکمران کے لئے ہی نہیں ہے بلکہ تمام معاملات میں بھی اگر عوام میں سے کوئی شخص کسی دوسرے کے ساتھ زیادتی کرتا ہے اور اس کا مال چھین لیتا ہے۔ اسے گھر بار کی طرف سے پریشان کرتا ہے اور کوئی دوسرا شخص اس کام میں ظالم کی مدد کرتا ہے تو یہ بھی ظالم کا ساتھ دینے کے مترادف ہے۔

ظلم کرنے والا اور اس کا ساتھ دینے والا شخص چاہے نماز پڑھے روزہ بھی رکھے زکوٰۃ ادا کرے حج بیت اللہ کرے مگر اس وعید میں داخل ہے اور اس کا مواخذہ قیامت میں شدید سخت کیا جائے گا۔

لہٰذا رسول اکرم ﷺ اپنے ارشادات سے یہ تربیت دے رہے ہیں کہ اپنا کوئی دوست اگر کہیں ظلم کر رہا ہو تو اولاً اسے ظلم سے باز رکھنے کی کوشش کی جائے ورنہ اس سے الگ ہو کر رہا جائے اس کے ظلم میں کسی قسم کا حصہ نہ لیا جائے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ اور ظلم کرنے اور ظالم کی مدد کرنے سے محفوظ فرمائے۔ آمین

منصب قضا اور حکمران کی ذمہ داری

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول مقبول ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس شخص نے منصب قضاء طلب کیا اور اسے پالینے کے بعد اس کا عدل اس کے ظلم پر غالب آ گیا، اس کے لیے جنت ہے اور جس کا ظلم اس کے عدل پر غالب آ گیا اس کے لیے دوزخ ہے'' (ابوداؤد)

اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں جابجا عدل وانصاف کرنے کا حکم فرمایا ہے۔

اللہ رب العزت عادل ہیں اور عدل کو پسند فرماتے ہیں۔ اور ظلم وتعدی کو ناپسند کرتے ہیں اسی لئے رسول کریم ﷺ کو بھی عدل وانصاف کا حکم فرمایا ارشاد ربانی ہے:

''فَاِنْ حَکَمْتَ فَاحْکُمْ بَیْنَهُمْ بِالْقِسْطِ؟''

''کہ اگر آپ ان کے درمیان فیصلہ کریں تو عدل وانصاف سے فرمائیں''

اور عام حکم جاری فرمایا:

''وَ اِذَا حَکَمْتُمْ بَیْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْکُمُوْا بِالْعَدْلِ''

''اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل وانصاف کے ساتھ کرو''

درج بالا حدیث مبارکہ میں بھی سرور دوعالم ﷺ نے خصوصاً حکمرانوں کو اور عموماً تمام مسلمانوں کو عدل وانصاف کی تعلیم دی اور انصاف کا ادب سکھایا ہے۔

حکمران کو کیسا ہونا چاہیے اور اس کے منصب قضا کی کیا ذمہ داری ہے اس حدیث مبارکہ میں اس کے پیمانے کو واضح فرمایا۔

بعض اوقات فیصلہ کرتے ہوئے انسان کے سامنے اس کے عزیز واقارب مجرم کی حیثیت آتے ہیں اور فیصلہ کرتے ہوئے اس کا دل ان جانب جھکتا ہے اور اس کا قلم عدل و انصاف متزلزل ہو جاتا ہے۔ اسی لمحے کو نبی کریم ﷺ نے انسان کے لئے اس کی جنت اور جہنم فرمایا۔

کہ اگر اس کے عدل کا قلم عزیز واقارب کی وجہ سے یا کسی بھی وجہ سے ظلم کی جانب چلا جاتا ہے اور فیصلے میں ظلم غالب آ جاتا ہے تو وہ انسان کو جہنم میں لے جاتا ہے۔

اب اس سلسلے میں حکمران اعلیٰ کی ذمہ داری کیا ہے؟ اسے چاہیے کہ ایسا قاضی مقرر کرے جو دین کا جاننے والا ہو اور عدل وانصاف اور اصولوں پر قائم رہنے والا ہو۔ تاکہ عوام کو عدل وانصاف کی فراہمی ہو سکے۔

حضرت معقل ابن یسار رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سرور دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو کوئی بھی مسلمانوں کے کسی معاملے کا ذمہ دار بنا پھر اس نے ان کے لئے ایسی خیر

خواہی اور کوشش نہ کی جیسی وہ اپنی ذات کے لئے کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو منہ کے بل جہنم میں ڈال دیگا''

اس ارشاد نبوی ﷺ میں بھی یہی ادب سکھایا گیا ہے کہ اگر کسی چیز کے ذمہ دار بن جاؤ تو کوئی بھی عمل کرنے سے پہلے اسے اپنی ذات سے منسلک کر کے دیکھو کہ اس وقت جب کہ یہ معاملہ میری ذات کے ساتھ ہوتو میرا فیصلہ کیا ہوگا؟ اور طرز عمل کیا ہوگا؟

جب یہ دیکھ چکو تو پھر فیصلہ وعمل بھی ایسا ہی کروتا کہ ذمہ داری کو احسن انداز سے پوری کرسکو۔ بصورت دیگر اللہ رب العزت منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیں گے۔

اور یہ طرز عمل اور معاملہ تو صرف فیصلہ کرنے میں ہے اور اپنے اختیار کو استعمال کرنے میں ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص اپنے اس اختیار کو لوگوں کی فلاح و بہود کے بجائے ان کو پریشانیوں میں مبتلا کردے۔ ایسے ایسے قوانین بنائے جگہ جگہ اتنے ٹیکس لگادے کہ لوگوں کا جینا اُجیرن ہوجائے تو اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کیا ہوگا؟

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نقل کرتی ہیں کہ جناب رسالت مآب ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص میری امت کے معاملات کا ذمہ دار بنے اور پھر وہ لوگوں کو پریشانیوں اور مصیبتوں میں مبتلا کردے۔ تو اے اللہ تو بھی اس کی زندگی تنگ کردے، اور جو شخص میری امت کے معاملات کا والی بنے اور پھر لوگوں سے محبت اور شفقت سے پیش آئے اے خدا تو بھی اس پر رحم فرما'' (طبرانی)

اندازہ کیجئے کہ رحمۃ اللعالمین ﷺ جو اپنے دشمنوں کے لئے بھی طائف کی وادی میں مکہ کی گلی کوچوں میں تکالیف اٹھانے کے باوجود بھی دعا خیر فرمارہے ہیں۔ لیکن اپنی امت کی اتنی فکر اور غم ہے کہ امت کو تکلیف دینے اور مصیبتوں میں مبتلا کرنے والے کے لئے بددعا فرمارہے ہیں۔ اس سے قضا، حکمرانی اور ذمہ داری کے مناسب اور ان کی احسن ادائیگی کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

نوجوان جلد شادی کرلیں

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: نوجوانو! تم میں سے جو شادی کرسکتا ہو۔ اسے کرلینا چاہئے کیونکہ یہ نگاہ کو بدنظری سے بچانے اور آدمی کی عفت قائم رکھنے کا بڑا ذریعہ ہے۔ اور جو استطاعت نہ رکھتا ہو وہ روزے رکھے۔ کیونکہ روزے آدمی کی طبیعت کا جوش ٹھنڈا کر دیتے ہیں'' (بخاری، مسلم)

اسلام میں شرم وحیا کو خصوصیت حاصل ہے اور شرم وحیاء کا درس اسلام کا خصوصی موضوع ہے۔ شرم وحیا کو قائم رکھنے کے لئے شریعت اسلامیہ نے بڑے حکیمانہ احکام دیئے ہیں۔

اور قرآن کریم نے محصنت اور محصن کا لفظ استعمال کیا ہے یعنی ''پاک دامن'' اور فرمایا:

''اُحِلَّ لَکُمْ مَاوَرَاءَ ذٰلِکُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِکُمْ مُحْصِنِیْنَ
غَیْرَ مُسَافِحِیْنَ''

مفہوم یہ ہے کہ محرمات کے علاوہ خواتین سے نکاح حلال ہے اور ان کو اچھے مہر ادا کرکے اپنے نکاح میں لو اپنے آپ کو عفیف اور پاک دامن رکھنے کے لئے نہ کہ بدکاری کے لئے۔

معلوم ہوا کہ پاک دامن رہنا اور شرم وحیا کو اختیار کرنا بدکاری سے بچنا قرآن عظیم کا حکم ہے اور اسی بات کا ادب سرور دو عالم ﷺ نے امت کو یوں سکھایا کہ پاک دامن اگر رہنا ہے بدکاری سے بچنا ہے اور شرم وحیاء کو جانے نہیں دینا تو اس کا آسان حل یہ ہے کہ شادی کر لی جائے۔

لیکن اسکے کے ساتھ استطاعت کی قید بھی لگادی۔ محدثینؒ نے استطاعت کی تشریح یوں فرمائی۔ کہ مہر ادا کرسکتا ہو اور گھر بار کا خرچہ اٹھا سکتا ہو۔ اسی طرح زوجہ کے حقوق بھی ادا کرسکتا ہو۔

اور اگر استطاعت نہ ہو مثلاً مہر ادا نہ کرسکتا ہو اور خرچہ نہ اٹھا سکتا ہو تو اس قابل ہونے تک وقتاً فوقتاً روزے رکھا کرے۔

روزے کی حکمت رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمائی کہ یہ روزے طبیعت کا جوش ٹھنڈا رکھتے ہیں یعنی جوشہوت نفسانی ہے

چونکہ گناہوں کا سبب شرم وحیا کی دوری اور بدکاری میں مبتلا ہونے کا سبب یہی نفسانی (حیوانی) خواہش ہوتی ہے۔تو روزے اسے بڑھنے نہیں دیتے۔

روزوں سے یہ کس طرح رکتی ہے تو اس کی حکمت یہ بتائی جاتی ہے کہ خالی پیٹ رہنے سے قوت نفسانیہ کمزور پڑتی ہے اور یوں آدمی نہ صرف گناہوں سے بچ جاتا ہے بلکہ شرم وحیا کا دامن بھی نہیں چھوٹتا۔

نکاح کرنے کی ایک اور فضیلت سرور دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمائی وہ یہ کہ اس سے نصف ایمان حاصل ہو جاتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ فرمایا نبی کریم ﷺ نے کہ ''جس نے نکاح (شادی) کرلیا اس نے نصف ایمان حاصل کرلیا اور اب دوسرے نصف میں اسے تقویٰ اختیار کرنا چاہئے'' (اوسط)

معلوم ہوا کہ نکاح کرنا ایمان کا ایک حصہ ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ اس کی وجہ سے انسان شرم وحیا کو اپناتا ہے نگاہوں کو محفوظ رکھتا ہے اور شرم گاہ کی حفاظت کرتا ہے۔اور دوسرا نصف ایمان اللہ کے ڈر اور تقوے سے حاصل ہوتا ہے یعنی اللہ کا خوف ہی اسے گناہوں سے روکتا ہے۔چونکہ نکاح کی وجہ سے شہوت کا غلبہ نہیں ہوتا اس لئے آدمی کی سوچ اعتدال پر ہوتی ہے اور یوں وہ ہر معاملے کو تقریباً سلجھا لیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سمجھ اور عمل کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

اللہ کا محبوب کون؟

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جو میرے دوست کو ایذاء پہنچائے میری طرف سے اس کے لئے اعلان جنگ ہے اور جو فرائض میں نے اپنے بندے پر عائد کئے ہیں (وہ) ان کی ادائیگی

سے وہ میرا تقرب حاصل کرتا ہے۔فرائض کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ نوافل کے ذریعے بھی میرا تقرب حاصل کرنے کی کوشش کرنے میں لگا رہتا ہے۔

بالآخر وہ منزل آجاتی ہے جب میں اسے اپنا محبوب بنا لیتا ہوں تب میں اس کی سماعت بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے۔اس کی بصارت بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے۔اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے اس وقت وہ مجھ سے جو مانگتا ہے میں اسے دیتا ہوں جن باتوں سے بچنا چاہتا ہے ان سے بچاتا ہوں'' (بخاری شریف)

حدیث مبارکہ میں رسول اکرم ﷺ نے انتہائی اہم باتوں کی تعلیم دی اور تربیت فرمائی ہے۔پہلی چیز جس کا ادب سکھایا ہے وہ یہ کہ اولیاء اللہ اور بزرگان دین سے محبت رکھنا اور ان کا ادب کرنا ان سے بغض وعداوت نہ رکھنا، حجت قائم نہ کرنا۔اور کوئی ایسا عمل نہ کرنا کہ جس کی وجہ سے ان کو تکلیف پہنچے۔

چونکہ اللہ کے ولی خود اپنی تکلیف کا کسی سے بدلہ نہیں لیتے اس لئے اللہ رب العزت بعض اوقات ان کی طرف سے بدلہ کی غرض سے لوگوں کو تنبیہ فرمادیتے ہیں اور سزا دیتے ہیں۔

اسی سلسلے میں ایک واقعہ ذکر کیا جاتا ہے کہ ایک بزرگ کی شان میں اس وقت کے حکمران کا بیٹا اکثر گستاخی کرتا تھا مگر بزرگ درگزر فرماتے تھے۔ایک مرتبہ اس نے گستاخی کی حد کردی اور ان کی داڑھی پکڑ کر چہرے پر طمانچہ مارا۔اس کے فوراً بعد بزرگ نے موجود لوگوں سے کہا کہ اس سے بدلہ لو مگر لوگوں نے حاکم کے ڈر سے اسے کچھ نہ کہا۔وہ لڑکا تھوڑی ہی دور گیا تھا کہ اچانک گرا اور تڑپ تڑپ کر ہلاک ہو گیا۔

تو بزرگ نے افسوس کیا اور کہا مجھے یہ ہی ڈر تھا کہ اللہ اس سے میرا بدلہ نہ لے لیں۔ اسی لیے میں نے کہا تھا کہ اس سے بدلہ لے لو۔

لہٰذا بزرگان دین کا احترام کیا جائے اور ان سے محبت کی جائے یہی اخلاق کا تقاضا بھی ہے اور اللہ کا حکم بھی۔اور اللہ کا دوست بننے کا طریقہ بھی۔دوسری بات جس کی تعلیم دی ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کو مکمل بجالانا اور ان کے ساتھ ساتھ سنت ونوافل کا

اہتمام بھی کرنا تا کہ اس کے ذریعے اللہ کا قرب حاصل ہو جائے۔

یہ دو باتیں ذکر فرما کر اللہ تعالیٰ نے انسان کی خاص کیفیت و عادت کا ذکر فرمایا وہ یہ کہ اگر ان (درج بالا) دو باتوں کا اہتمام کیا جائے تو اللہ تعالیٰ اسے اپنا محبوب بنا لیتے ہیں۔ اور اس کے ہاتھ پاؤں کان آنکھ اور زبان بن جاتے ہیں یعنی اللہ کے احکامات کی بجا آوری سے اس کے قلب کی کیفیت یہ ہو جاتی ہے کہ شریعت اسکی عادت بن جاتی ہے۔

اور وہ بولتا صرف وہ ہے جو اللہ و رسول کا حکم ہو سنتا وہ ہے جو دین کے علاوہ نہ ہو اس کا چلنا پھرنا کام کرنا سب کچھ دین ہی ہوتا ہے۔

اور پھر وہ چاہتا بھی وہی ہے جو اللہ کی منشاء ہو تو جب وہ اللہ تعالیٰ کی منشاء کے مطابق سوچتا اور عمل کرتا ہے تو اللہ اسکی دعاؤں کو قبولیت سے نوازتا ہے اور اپنے محبوب بندوں میں شامل فرما لیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنا محبوب بنا لے اور دین پر چلنے والا بنائے۔ آمین۔

اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ آنسو اور نشان

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کو دو قطرے اور دو نشانوں سے زیادہ محبوب کوئی اور چیز نہیں۔

۱۔ ایک آنسو کا وہ قطرہ جو خدا کے خوف کی وجہ سے آنکھوں سے ٹپکے۔

۲۔ دوسرا وہ قطرہ خون جو اللہ کے راستے میں بہہ جائے۔

۱۔ نشانوں میں سے ایک وہ نشان جو اللہ کے راستے میں یعنی جہاد میں لگا ہو۔

۲۔ دوسرا وہ نشان جو خدا کے عائد کردہ فرائض میں کسی فرض کی ادائیگی کے سلسلے میں لگا ہو۔ (ترمذی)

ادب و تعلیم:

نبی کریم ﷺ دنیا میں موجود و غیر موجود انسان و جن و فرشتوں میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے اور اس کی عبادت کرنے والے تھے اور سرور دو عالم ﷺ نے کئی

مرتبہ خود جہاد میں بنفس نفیس شرکت فرمائی اور اللہ کے راستے میں اپنے دندان مبارک بھی شہید کروائے اور کئی زخم کھائے۔

اور چونکہ دنیا و آخرت کی کامیابی بھی انہی اعمال میں ہے۔ لہٰذا اپنی امت کو اپنے قول و عمل سے اس کی تعلیم بھی دی اور ادب و آداب بھی سکھائے۔

درج بالا ارشاد مبارکہ میں بھی آنحضور ﷺ ہمیں جہاد فی سبیل اللہ اور عبادت میں شوق و رغبت کی تعلیم و ادب سکھا رہے ہیں۔

انداز بیاں تو محبوب خدا کا سب سے زیادہ نرالا و احسن ہے کہ مخاطب متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ ترغیب کا انداز یہ اپنایا کہ دو چیزیں ذکر فرمائیں اور دو باتوں کی تعلیم دی ایک جہاد فی سبیل اللہ دوسرا تقویٰ و عبادت۔

قرآن کریم میں اللہ رب العزت نے جا بجا عبادت کرنے والوں نیک و صالح اعمال کرنے والوں کے لیے مغفرت رحمت اور جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔ فرمایا:

''اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا''

آیت مبارکہ میں ایمان لانے والوں اور نیک صالح اعمال کرنے والوں کے لئے جنت الفردوس کا وعدہ فرمایا ہے۔

اور کہیں تقویٰ اختیار کرنے کی تلقین فرمائی جا رہی ہے۔

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ

آیت مبارکہ میں تقویٰ یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈرنے اور سچوں کے ساتھ ہم نشینی اختیار کرنے کا حکم فرمایا ہے۔

اسی طرح جہاد و قتال کے لئے نت نئے انداز میں ترغیب و ترہیب کے ذریعے حکم فرمایا، کہیں فرمایا:

''اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ الی آخر''

یہاں اللہ تعالیٰ نے ایک خاص اسلوب کے ذریعے مومنین کو جہاد و قتال کی ترغیب

فرمائی کہ اللہ تعالیٰ خود مومنین کے جان اور مال کے خریدار بن گئے۔ جان بھی عطا خود نے کی مال بھی عطا خود نے کیا پھر خریدار بھی خود ہی بن گئے اور بدلے میں جنت کا وعدہ فرما دیا کہ اللہ کے راستے میں خود بھی قتل ہو جاؤ اور کفار کو بھی جہنم رسید کرو میں تمہیں اس کے بدلے جنت دونگا۔

نبی کریم ﷺ نے اسی مضمون کو ایک اور نئے انداز سے بیان فرمایا: ''کہ وہ دو آنکھیں کبھی جہنم میں نہیں جائیں گی ایک وہ جو اللہ کے خوف سے رات جاگی ہو اور دوسری جو اسلامی سرحد کے پہرے داری میں جاگی ہو''

اس سے ہمیں اندازہ ہونا چاہئے کہ رسول مقبول ﷺ کو اللہ کی یاد میں رونا رات کو عبادت کرنا اور دن میں گھوڑے کی پیٹھ پر بیٹھ کر میدان جہاد میں نکلنا کتنا محبوب ہے۔ اور اسی بات کی تربیت وہ اپنی امت کو بھی فرما رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں قتال فی سبیل اللہ کی زندگی اور شہادت کی موت نصیب فرمائے۔ آمین

مومن کون ہے؟

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''مومن وہ ہے کہ جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں'' (بخاری)

''اللہ تعالیٰ کی قسم وہ مومن نہیں ہے جسکے شر سے اس کا پڑوسی محفوظ نہ ہو'' (مسلم)

ایک اور مقام پر فرمایا: ''کہ مومن سراپا الفت ومحبت ہے اور اس شخص میں کوئی خیر نہیں جو دوسروں سے الفت نہیں کرتا، اور دوسرے اس سے مانوس نہیں ہوتے'' (مشکوٰۃ)

حدیث مبارکہ میں رسول کریم ﷺ مومن کو اخلاق کریمانہ کی تربیت وادب سکھا رہے ہیں۔ مسلمان کے اخلاق میں سے ہے کہ وہ انتہائی نرم خو، صلح جو نیک سیرت اور صابر ہو۔ لوگوں سے ملنے والی تکالیف کو برداشت کرے اور بدلہ نہ لے اور دوسروں کو تکلیف نہ پہنچائے۔ ان ہی باتوں کو رحمۃ اللعالمین ﷺ نے ایک اسلوب خاص سے بیان فرمایا۔

ان تین احادیث میں مومن کی صفات بیان فرمائیں کہ وہ کسی کو اپنے ہاتھ وزبان سے تکلیف نہیں دیتا۔ اپنے پڑوسیوں کو تکلیف نہیں دیتا۔ تیسری اہم صفت کہ وہ سرتاپا الفت و محبت کا پیکر ہوتا ہے، خوش اخلاق وملنسار ہوتا ہے اور جو اس سے ملتا ہے وہ اس کا گرویدہ ہو جاتا ہے۔ گویا یہ بیان فرمایا کہ جس شخص میں یہ صفات ہوں وہ ہی حقیقی مومن ہے۔

اور جو مومن نہ ہونے کی نفی فرمائی ہے مقصود یہ نہیں کہ وہ مسلمان نہیں بلکہ اس سے مراد یہ تلقین ہے کہ اگر یہ صفات کسی میں موجود ہیں تو وہ مومن کہلانے کا حقدار ہے اور جس میں یہ صفات موجود نہیں وہ مومن کہلانے کا حق دار نہیں (یعنی سچا مومن نہیں)

یعنی یہ بات فرما کر کہ وہ مومن نہیں اس بات کی بھی ترغیب دی کہ ان ان باتوں سے بچو اپنے دوست واحباب کو نہ اپنے ہاتھ سے تکلیف پہنچائے اور نہ زبان سے ان کو تکلیف دو یعنی غلط باتیں مت کرو۔ گالم گلوچ طعنہ زنی مت کرو۔ ان افعال سے بچو اور دور رہو۔

کیونکہ یہ مومن کی صفات نہیں ہیں۔ اسی طرح تیسری حدیث میں اس طرف اشارہ فرمایا کہ مومن تو ایسا ہوتا ہے کہ وہ جس سے ملے وہ اس سے مانوس ہو جاتا ہے اور آئندہ بھی ملنے کی خواہش رکھتا ہے اور مومن میں محبت والفت کا مادہ ہوتا ہے وہ کسی کو تکلیف دینے کے بارے میں سوچتا بھی نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مومنین کی صفات قرآن کریم میں بیان فرمائیں۔

سورۃ مومنون کی ابتدائی آیات میں کامیاب مومن کی صفات کو بیان فرمایا، اور فرمایا: کہ کامیاب ہو گئے وہ مومن جو نماز میں جھکنے والے اور بیکار بات سے گریز کرنے والے ہیں۔ اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں (یعنی بدکاری نہیں کرتے) اور اپنی زوجات کے قریب ہی جاتے ہیں یا پھر جو مملوکہ (باندی) ہو۔ اور حدود اللہ سے تجاوز نہیں کرتے یعنی بدکاری نہیں کرتے) اور امانتوں کے محافظ ہیں۔ اور نمازوں کی پابندی کرتے ہیں۔

اور مزید اس پر انعام فرمایا کہ ایسے مومن لوگ ہی جنت کے وارث ہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے ہمیں مومنین کی صفات بتلا کر ان کو اپنانے کی تعلیم دی اور ان سے ہٹ کر

زندگی کو گزارنے سے منع فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

دنیاوی چیزوں سے جان چھڑائیں

حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے ایک بار حضور اکرم ﷺ کے پیچھے عصر کی نماز ادا کی۔سلام پھیرتے ہی حضور انور ﷺ تیزی سے تقریباً لوگوں کو پھاندتے ہوئے کسی زوجہ مطہرہ کے حجرے میں تشریف لے گئے۔

لوگوں پر اس تیز رفتاری کی وجہ سے دہشت سی طاری ہوگئی۔جب آپؐ واپس تشریف لائے اور لوگوں کو اس تیز رفتاری پر حیرت زدہ محسوس کیا۔تو فرمایا۔ مجھے ایک سونے کا ڈلا یاد آگیا تھا جو میرے پاس رکھا ہوا تھا مجھے اچھا نہ لگا کہ رات ہوجائے اور یہ میرے پاس رکھا رہے۔میں اسے تقسیم کرنے کا کہہ آیا ہوں۔ (بخاری،نسائی)

اللہ رب العزت سخی وکریم ہیں اور سخاوت کو پسند فرماتے ہیں اور جو چیز اللہ کو پسند ہو وہ اپنے محبوب افراد کو کمال درجہ میں عطا فرمادیتے ہیں۔

اور نبی کریم ﷺ تو اللہ کے سب سے محبوب نبی ہیں اس لیے آپ کو جود وسخا کی صفت اور مال ودولت سے بے رغبتی کمال درجہ میں عطا فرمائی تھی۔

اور نبی کریم ﷺ نے اپنی امت کو بھی اس فعل کی تعلیم اپنے قول وفعل سے دی اور دنیا کی بے رغبتی ظاہر فرمائی۔

حدیث بالا میں بھی سرور دو عالم ﷺ اپنی امت کو کرم وسخا کا درس وادب سکھارہے ہیں۔اور اس بات کی طرف متوجہ فرمارہے ہیں کہ جو آج ہے وہ آج ہی اللہ کے راستے میں خرچ کردو اور کل کی فکر نہ کرو۔اللہ تعالیٰ کل پھر اور عطا فرمادیگا۔

جب ہم سیرت کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہم پر یہ واضح ہوتا ہے کہ بعض اوقات رسول اللہ ﷺ کے گھروں میں کئی کئی روز فاقہ ہوا کرتا تھا۔

لیکن جب بھی مال ودولت کہیں سے ہدیہ میں آتی آپ فوراً ہی تقسیم فرمادیا کرتے تھے اور کل کا سوچ کر کبھی جمع نہ رکھتے تھے۔اور یہ معمول زندگی بھر رہا۔اور آپ کے بعد آپ کے

جاں نثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور امہات المومنین نے اس تعلیم کو اپنے قول وفعل سے عام کیا۔

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک مرتبہ ہدیہ میں بہت زیادہ مال ودولت درہم ودینار آئے۔آپؓ نے فوراً اپنی خادماؤں کو ان کی تقسیم پر لگا دیا اور مختلف تھیلیاں بنا بنا کر انہیں مستحقین تک پہنچا دیا۔یہاں تک کہ سب کچھ ختم ہوگیا۔

تو خادمہ نے عرض کیا کہ گھر میں فاقہ بھی ہے اور ہم روزہ سے بھی ہیں اور شام کو افطاری کے لئے کچھ بھی نہیں کچھ تو رکھ لیتیں۔مومنین کی عظیم ماں نے فرمایا ارے پہلے یاد دلاتیں اب تو ختم ہوگیا۔چلو آج بھی فاقہ ہی کرلیں گے۔

معلوم ہوا کہ جود وسخا اور دنیا سے بے رغبتی ان کی طبیعت بن چکی تھی اور اسی کی تعلیم ان حضرات نے بھی دی۔

اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”مجھے یہ زیادہ پسند ہے کہ میں ایک دن کھا کر شکر کروں اور دوسرے دن فاقہ سے رہوں (تاکہ اللہ کی طرف متوجہ رہوں)“

اس ارشاد میں دو تعلیم ہیں۔(۱) دنیاوی چیزوں سے بے رغبتی اختیار کی جائے۔اور یہ کہ جب گھر میں کچھ نہ ہو تو فاقہ اختیار کیا جائے۔لوگوں کے آگے ہاتھ نہ پھیلائے جائیں۔جس کو اس کی طاقت ہو وہ پہلی بات پر مکمل عمل کرے۔ورنہ ضرورت کا مال ضرور رکھے تاکہ کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلائے۔اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔(آمین)

معزز لوگوں کا اکرام کریں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ کی خدمت میں ایک مرتبہ حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ داخل ہوئے تو اس وقت ہجوم زیادہ تھا اور انہیں بیٹھنے کی جگہ نہ ملی۔

یہ دیکھ کر حضور اکرم ﷺ نے اپنی ردائے مبارک ان کی طرف پھینک دی اور فرمایا کہ اس پر بیٹھ جاؤ۔جریر بن عبداللہ ﷺ نے وہ چادر رمر لے لی اور چوم کر سینے سے لگائی اور کہا یا رسول اللہ ﷺ جل جلالہ ۔آپ کا اکرام فرمائے جس طرح آپ نے میرا اکرام

فرمایا ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جب کسی قوم کا کوئی معزز آدمی آئے تو اس کا اکرام کیا کرو" (اوسط۔ بزار)

اس ارشاد مبارکہ میں سرور دو عالم ﷺ ہمیں دوسری قوموں اور اپنی قوم کے معززین کے اعزاز و اکرام اور ان کو عزت دینے کی تعلیم و ادب سکھا رہے ہیں۔ اور گویا ہر شخص ہی معزز ہے کیونکہ ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ نے تکریم عطا فرمائی ہے۔ حدیث میں معزز کی قید اتفاقی ہے۔ سیانے کہتے ہیں کہ اگر اپنی عزت کروانی ہے تو دوسروں کی عزت کرو کسی کا اعزاز واکرام کرنا اخلاق کریمانہ میں سے ہے اور اسلام کی تعلیم بھی یہی ہے۔ انسان اگر دوسروں کی عزت کرے تو اللہ تعالیٰ اسے بھی عزت سے نوازتے ہیں۔ ایک انگریزی مقولہ ہے۔ (Respect the Elders) کہ بڑوں کی عزت کرو اور حدیث مبارکہ میں بھی ہے۔ کہ جو بڑوں کی عزت نہ کرے چھوٹوں پر شفقت نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں۔

اس حدیث مبارکہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ عزت کرنے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ شخص کوئی اہم مقام رکھتا ہو اور اس کے رعب و دبدبہ اور شان وشوکت سے مرعوب ہو کر اس کی عزت کی جائے۔ بلکہ یہ حکم عام ہے کہ ہر شخص کی عزت کریں چاہے وہ مزدور ہو چاہے وہ کوئی بڑا سیٹھ ہو۔ دوسروں کی جب عزت کریں گے تو اللہ کی طرف سے عجز وانکساری کی دولت حاصل ہو جاتی ہے۔ اور مہمان نوازی و توقیر و تعظیم کا تمغہ الگ ملتا ہے۔ اور یہ دولت جسے حاصل ہو جائے وہ دنیا وآخرت میں کامیاب ہے۔

کہتے ہیں کہ عزت یہ نہیں کہ جب کوئی تمہارے سامنے آئے تو تم اس کے آگے پیچھے جاؤ اور چاپلوسی کرو بلکہ عزت تو یہ ہے کہ جب وہ چلا جائے تو تم اس کا ذکر خیر کرو اور اس کا نام عزت واحترام سے لو۔

کیونکہ سامنے سامنے عزت کرنا اور پیٹھ پیچھے یا دل میں برا جاننا یہ تو منافقت ہے اور اللہ تعالیٰ کو منافقت پسند نہیں ہے۔

اصل انسان تو وہ ہے کہ جس کا ظاہر و باطن ایک جیسا ہو۔ اگر وہ بظاہر اچھائی کرتا ہے

لوگوں کے سامنے تو اکیلے میں بھی وہ ایسے ہی اعمال کرے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

غصہ سے پرہیز کریں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ سے ایک شخص نے آکر عرض کیا۔ یارسول اللہ مجھے کوئی ایسا حکم فرمائیے (یعنی نصیحت کیجئے) مگر وہ ایسا مختصر ہو کہ میرے دماغ میں آجائے۔

آنحضور ﷺ نے فرمایا "غصہ نہ کیا کرو" اس شخص نے بار بار اپنا سوال دہرایا اور حضور ﷺ نے ہر بار یہی فرمایا "کہ غصہ نہ کیا کرو" (بخاری۔ ترمذی)

رسول اکرم ﷺ کے ارشادات میں دو قسم کے ارشادات ہیں۔

۱۔ ایک وہ کہ جن میں آپ ؐ نے تفصیل بیان فرمائی ہے۔

۲۔ دوسرے وہ ارشادات کہ محض چند کلمات یا الفاظ فرمائے لیکن ان میں سات سمندر سے بڑا ذخیرہ خیر پوشیدہ ہے۔ ان احادیث کو جوامع الکلم کہا جاتا ہے اور درج بالا حدیث جوامع الکلم میں سے ہی ہے۔

بظاہر تو یہ ایک جملہ ہی ہے کہ "غصہ مت کرو" لیکن ذرا اس پر غور کی نظر ڈالیں تو احساس ہوگا کہ اس جملہ میں تمام انسانیت کی بھلائی پوشیدہ ہے۔ دنیا میں جتنے بھی دنگا فساد، لڑائی جھگڑے، گھروں میں بے چینی، قطع رحمی اور نہ جانے کتنی چیزیں ہیں کہ جن کے محرکاتِ اول میں یہ گناہ یعنی غصہ شامل ہے۔

دنیا میں آج تک جتنے گھرانے تباہ ہوئے ہیں ان میں غصہ کا بہت بڑا عمل دخل ہے۔

قوموں کے تخت و تاراج کرنے میں بھی غصہ کا ہی ہاتھ نظر آتا ہے۔

بعض چیزیں جن کی حیثیت رائی کے دانے کے برابر بھی نہیں ہوتی مگر غصہ کی وجہ سے وہ پہاڑ کی صورت اختیار کر لیتی ہیں۔

مثلاً اگر کسی شخص نے کسی سے بدکلامی کی اس کو سب وشتم کیا اگر وہ دوسرا شخص ٹھنڈے

دل و دماغ کا مالک ہو اور درگزر کر دے بات وہیں ختم ہو جائیگی۔ لیکن اگر وہ اسے اپنی عزت اور انا کا مسئلہ بنالے تو بات تلخ کلامی سے بڑھ کر لڑائی جھگڑے کی صورت اختیار کر لیگی اور مزید طول دیا تو قتل و غارتگری کی نوبت بھی آ جاتی ہے۔

میاں بیوی میں چھوٹی چھوٹی باتیں عام ہوتی ہیں اور کبھی کبھی گرما گرمی بھی ہو جاتی ہے تو اس صورت میں کسی نہ کسی ایک فریق کو خاموش ہونا پڑتا ہے بصورت دیگر ایک چھوٹی سی بات گھر کی تباہی کی صورت میں نکلتی ہے۔

حدیث مبارکہ میں بھی ھادی عالم ﷺ ہمیں یہ ادب سکھا رہے ہیں کہ غصہ کو کنٹرول رکھیں۔

کبھی کبھار غصہ ایک ضروری چیز بھی ہے اگر یہ نہ ہو تو نظام دنیا الٹ پلٹ بھی ہو سکتا ہے۔ اگر سپاہی و مجاہد میں غصہ نہ ہو تو وہ دشمن سے مقابلہ نہیں کر سکتا اگر حاکم غصہ کے اظہار نہ کرے تو قوانین کی پاسداری نہ کی جائے تو معلوم ہوا کہ جہاں غصہ ضروری ہو وہاں تو اس کو استعمال کرنا چاہئے بے جا غصہ کرنا مناسب نہیں۔

عام حالات میں اگر غصہ آ جائے تو اس کا حل حضور ﷺ نے ہمیں سکھایا۔۔ مفہوم یہ ہے کہ اگر کھڑا ہو تو بیٹھ جائے۔ بیٹھا ہو تو لیٹ جائے، لیٹا ہو تو کروٹ بدل لے۔ ایک مقام پر مرقوم ہے کہ ٹھنڈا پانی پی لے۔ ایک حدیث میں فرمایا کہ وہاں سے چلا جائے۔

ایک حدیث میں فرمایا کہ اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم پڑھ لے بہر حال اگر انسان سنتوں کے مطابق زندگی گزارے تو یقیناً وہ دنیا و آخرت کا کامیاب ترین انسان ہوگا۔

اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

بھیک مانگنا لعنت ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ ایک انصاری حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں آیا اور کچھ مانگنے لگا۔ آپؐ نے پوچھا کیا تمہارے گھر میں کوئی چیز نہیں ہے۔

اس نے کہا کیوں نہیں ایک ٹاٹ ہے جس کا ایک حصہ ہم اوڑھتے ہیں اور دوسرے

حصے سے ہم فرش کا کام لیتے ہیں۔ اور ایک پیالہ ہے جس میں ہم پانی پیتے ہیں۔

آپؐ نے فرمایا جاؤ وہ دونوں چیزیں لے آؤ۔ آپؐ نے وہ دونوں چیزیں لے لیں اور پوچھا کہ کون انہیں خریدتا ہے۔ ایک آدمی نے کہا کہ میں ایک درہم میں خریدتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا ایک درہم سے زائد کا کون خریدار ہے؟ دو یا تین مرتبہ یہ فرمایا۔

ایک آدمی نے کہا کہ میں دو درہم میں خریدتا ہوں۔ آپ نے اس سے یہ دونوں درہم لے لیے اور انصاری کو دیکر فرمایا۔ ایک درہم سے گھر والوں کے لئے کھانے پینے کا سامان خرید لو اور دوسرے سے ایک کلہاڑی خرید کر میرے پاس لے آؤ۔

جب وہ انصاری کلہاڑی خرید کر لے آئے تو آپؐ نے اپنے ہاتھ سے اس میں دستہ لگایا۔ اور فرمایا جاؤ اور اس سے لکڑیاں کاٹ کر بیچو۔ اب پندرہ دن تک میں تمہیں نہ دیکھوں۔

انصاری نے آپ کے حکم کی تعمیل کی اور پندرہ یوم کے بعد آیا تو اس کے پاس ۱۰ درہم جمع ہو گئے تھے۔ اس سے انہوں نے کپڑا اور کھانے پینے کی اشیاء خریدیں۔

آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ: ''یہ مشغلہ اس سے کہیں (زیادہ) بہتر ہے کہ بھیک مانگنے کی وجہ سے قیامت کے دن تیرے چہرے پر داغ پڑ جائے''

پھر فرمایا ''یاد رکھو سوال صرف تین اشخاص کے لئے جائز ہے۔ (۱) ایک اس شخص کے لئے جو ذلت رساں فقر میں مبتلا ہو۔ (۲) یا جس پر کوئی خوفناک تاوان ہو۔ (۳) جو دیت کے اعتبار سے تکلیف میں مبتلا ہو۔ (ابوداؤد)

حدیث مبارکہ میں رسول اکرم ﷺ محنت کر کے حلال روزی کمانے کی تربیت دے رہے ہیں اور اس بات کو بیان فرمایا کہ کسی کے آگے ہاتھ پھیلانا یہ ایک قبیح حرکت ہے اس لیے بھیک سے بہتر ہے کہ محنت مشقت کر کے بندہ دال روٹی کھالے مگر بھیک مانگ کر مرغ مسلم بھی نہ کھائے۔

کیونکہ اپنی محنت کی کمائی میں جو برکت اور لذت ہوتی ہے وہ دوسرے کے دیئے ہوئے مال میں نہیں ہوتی۔

آج کے دور میں بھیک مانگنا ایک کاروبار بن چکا ہے اور یہ لعنت اب ہمارے

معاشرے میں کینسر کی طرح پھیل چکی ہے۔ ہٹا کٹا نوجوان ہے اور بھیک مانگتا نظر آ رہا ہے، اس لعنت کی وجہ سے لوگ کام چور بن گئے ہیں اور کوئی محنت کیے بغیر جب اچھی رقم مفت میں مل رہی ہے تو اسے چھوڑنے کو کوئی تیار نہیں۔ انہی لوگوں کی وجہ سے جو مستحق لوگ ہیں وہ محروم ہو جاتے ہیں پورے پورے خاندان ہیں جو پیشہ ورانہ بھیک مانگتے ہیں۔ (استغفر اللہ)

آج ضرورت اس امر کی ہے کہ ان کی حوصلہ شکنی کی جائے اور ایسے لوگوں کو کچھ نہ دیا جائے۔ اور حکومت کو چاہیے کہ ایسے افراد کے لئے روزگار کا کوئی انتظام کرے اور بھیک مانگنے والوں کو سزا دے۔

اور دوسرا طریقہ اس لعنت کو ختم کرنے کا یہ ہے ہم اپنی زکوۃ ایمانداری سے نکالیں۔ یہ یقینی بات ہے کہ اگر پاکستان میں امیر طبقہ صرف زکوۃ ایمانداری سے ادا کرے تو غربت کا خاتمہ بآسانی ہو جائیگا۔

لیکن مستحق کو دینے میں ثواب کا وعدہ بھی ہے فرمایا حضور ﷺ نے کہ دینے والا ہاتھ لینے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔

ایک جگہ ہے کہ اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے تو اللہ کے راستے میں دینے کی تلقین بھی ہے۔

اللہ تعالی اس بھیک کی لعنت سے ہمارے معاشرے کو پاک فرمائے۔ آمین

رشوت کا اخروی نقصان

حضرت ابن حمید الساعدی رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ایک ازدی شخص کو عامل صدقہ مقرر فرمایا (یعنی صدقہ وزکوۃ کی وصولی پر) جس کا نام ابن بستیہ تھا۔ جب صدقات لیکر آیا تو بولا کہ یہ تو آپ لوگوں کے لئے اور یہ مجھے ہدیہ میں ملا ہے۔

یہ سن کر حضور اکرم ﷺ کھڑے ہو گئے اور حمد وثناء کے بعد فرمایا: ''میں اس اختیار کے ساتھ جو مجھے اللہ نے دیا ہے تم میں سے کسی کو عامل بناتا ہوں۔ اور وہ آ کر کہتا ہے کہ یہ آپ لوگوں کا ہے اور یہ مجھے ہدیہ میں ملا ہے۔ اگر وہ سچا ہے تو اپنے والدین کے گھر بیٹھ کر

دیکھے کہ اس کے پاس ہدیہ آتا ہے یا نہیں؟

خدا کی قسم تم میں سے جو بھی ناحق کوئی چیز وصول کریگا وہ اسے قیامت میں اٹھائے ہوئے پیش ہوگا۔ میں تم میں سے کسی ایسے شخص کو نہیں پہچانوں گا۔ جو خدا کے سامنے بلبلاتا ہوا اونٹ یا ڈکارتی ہوئی گائے یا چلاتی ہوئی بکری لیکر حاضر ہوگا (یعنی مال ودولت کے انبار لیے ہوئے حاضر ہو)

پھر حضور ﷺ نے اپنے ہاتھ اتنے بلند فرمائے کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی نظر آنے لگی اور پھر فرمانے لگے الہی میں نے تیرا پیغام پہنچانے کا فرض ادا کر دیا۔ (متفق علیہ۔ ابوداؤد)

آج کے دور میں ہمارے ملکی اداروں کی صورتحال انتہائی مخدوش ہے، ہسپتال ہو یا تھانہ یا کورٹ یا کوئی دوسرا آفس رشوت ہمارے معاشرے میں ناسور کی طرح پھیل گئی ہے۔ اسی لعنت کی وجہ سے آج بے گناہ بند اور گناہ گار آزاد نظر آتے ہیں۔ بہر حال رشوت کی پہچان یہ ہے کہ اپنا حق نہ ہو تب پیسے دے کر اپنے حق میں کرالینا یا کسی کا جائز کام جو کہ اس کا حق بھی ہو کرنے کے لئے پیسے لینا رشوت ہے اگر اپنا جائز حق وصول کرنے کے لئے رقم دینی پڑ جائے تو دینے والے کے حق میں رشوت نہیں ہوگی البتہ لینے والا رشوت لے رہا ہوگا۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: **الراشی و المرتشی کلاھما فی النار**۔ کہ رشوت دینے والا اور رشوت لینے والا دونوں جہنمی ہیں۔

اخروی نقصان تو یہی ہے کہ نہ شفاعت رسول ملے گی نہ جنت میں داخلہ ہوگا اور دنیا میں تو مشاہدہ ہے کہ سکون کی دولت سے وہ شخص محروم رہتا ہے۔ ہر وقت بے چینی اور ایک انجانا خوف اس پر سوار رہتا ہے وقتاً فوقتاً گھر میں بیماری گھومتی رہتی ہے۔ کوئی وقت ایسا نہیں گزرتا کہ جس وقت کوئی نہ کوئی بیمار نہ ہو۔ ہاں اگر کسی کو رب ڈھیل دے تو یوں کرتا ہے کہ دنیا دے کر اس سے دین چھین لیتا ہے لہٰذا اگر رشوت خور بیمار و پریشان نہ ہو تو دین سے ضرور دور ہو جاتا ہے، یہ سب رشوت کی بے برکتی اور نحوست ہے۔

اس ارشاد مبارکہ سے رسول اکرم ﷺ ہمیں رشوت سے بچنے کا ادب سکھا رہے ہیں اور اس کی وجہ سے دنیاوی واخروی عذاب کی نشاندہی بھی فرما رہے ہیں۔

ہم سب کو اللہ اس عذاب سے محفوظ فرمائے۔ آمین۔

قرض کے حوالے سے ارشادات

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کی دعائیں قبول ہوں اور اس کی مصیبتیں دور ہوں۔ وہ تنگ دست قرض داروں کے لئے آسانی پیدا کرے'' (مسند احمد)

رسول مقبول ﷺ ہمیں درج بالا حدیث مبارکہ میں ایک اسلامی ادب سکھا رہے ہیں اور وہ ادب ہے لوگوں کے لئے فراخی اور آسانی پیدا کرنا۔

حدیث مبارکہ کا مفہوم تو صرف قرض دار کے لئے آسانی کو واضح کر رہا ہے لیکن یہ قرض داروں کے لئے ہی محدود نہیں بلکہ اس میں تعلیم ہے ہر ایک معاملے کے حوالے سے کہ اگر کوئی شخص کسی پریشانی میں مبتلا ہو اور اس کا وہ مسئلہ آپ حل کر سکتے ہیں تو ایسی صورت بنائی جائے کہ وہ بآسانی اس معاملہ سے نمٹ جائے۔

بہر حال مندرجہ بالا ارشاد نبوی ﷺ میں جو گوہر پوشیدہ ہے وہ یہ ہے۔

(۱) اگر کوئی شخص ایسا ہے کہ جس نے آپ سے قرض لیا ہو، لیکن حالات اس کے ایسے ہوں کہ وہ اسے ادا نہ کر پا رہا ہو یا یکمشت ادا نہ کر سکتا ہو۔

تو اس کے لیے کوئی ایسی صورت بنا دی جائے کہ وہ آہستہ آہستہ قرض چکا دے۔ یا اس کا قرض کا بوجھ ہلکا کر دیا جائے کہ کچھ معاف کر دیا جائے۔

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ اگر کوئی مقروض شخص ہو اور وہ اس قرض کی وجہ سے مشکلات و پریشانی میں مبتلا ہو۔ تو اس کے قرض کی ادائیگی میں اس کے ساتھ تعاون کیا جائے۔ اور اللہ کے راستے میں خرچ کرتے ہوئے اس کو اس مصیبت سے چھٹکارا دلوانے میں مدد دی جائے۔

اور اس عمل کا اجر بھی ایسا ہے کہ اس دنیا میں ہر شخص اس کا طالب ہے وہ ہے آفات و بلا کا دور ہو جانا اور دعاؤں کا قبول ہونا۔

اگر کوئی شخص اس انعام کو حاصل کرے تو یقیناً وہ دنیا و آخرت میں کامیاب و کامران ہوگا۔

رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

بشروا ولا تنفروا، یسروا ولا تعسروا.

''مطلب یہ ہے کہ لوگوں کو خوشخبری دو تنفر نہ کرو، آسانیاں پیدا کرو مشکلات کا سبب نہ بنو''

اور یہ حدیث مبارک اس مفہوم میں ہے کہ کسی بھی معاملے میں سختی و مشکلات کا سبب نہ بنو ایک حدیث کا مفہوم ہے کہ ''جس شخص نے دنیا میں کسی مومن سے مشکلات کو دور کیا اللہ تعالیٰ قیامت کے ہر خوف ہنگامے میں اس کی مشکلات کو حل فرمائیگا۔

ایک اور حدیث ہے کہ جب تک کوئی شخص کسی مومن کے مسائل حل کرنے میں لگا رہتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس کی مشکلات کو حل فرماتے رہتے ہیں۔

رسول اکرم ﷺ نے یہاں اس بات کی تعلیم دی ہے کہ لوگوں کے لئے فراخی پیدا کی جائے اور اس کے مسئلے کو حل کرنے کی سعی کی جائے۔

لیکن جو لوگ قرض لیکر بیٹھ جائیں یا بغیر ادائیگی کے اس دنیا سے رخصت ہو جائیں اور کوئی ایسی سبیل چھوڑ کر نہ جائیں کہ جس کے سبب اس کا قرض ادا کیا جا سکے۔ ان کے متعلق ..... حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایک شخص سرور دو عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا۔

اے اللہ کے رسول! اگر میں اس طرح سے اپنے جان و مال سے جہاد کروں کہ ثابت قدم رہوں۔ باعث ثواب سمجھوں، آگے ہی آگے بڑھتا جاؤں اور پیچھے نہ ہٹوں۔ تو کیا میں جنت میں جاؤنگا۔ فرمایا: ''ہاں'' اس نے دو تین بار یہی سوال دھرایا۔ ہر بار حضور اکرم ﷺ نے یہی جواب دیا اور آخر میں فرمایا بشرطیکہ تم پر کوئی قرض نہ ہو جس کی ادائیگی کا سامان نہ کیا ہو۔ (مسند احمد، بزار)

حدیث مبارکہ میں قرض کی ادائیگی اور اس کے لیے کوئی ایسا طریقہ یا ایسا سبب بنانے کا ادب سکھایا گیا ہے کہ جس کی وجہ سے آدمی یا تو خود قرض ادا کر دے یا اس کے پیچھے رہ جانے والے بآسانی اس قرض کو ادا کر سکیں۔

قرض لینا تو ویسے ہی ناپسندیدہ عمل ہے۔ لیکن قرض بحالت مجبوری میں ہی لیا جاتا ہے لیکن اس کی ادائیگی فرض ہے اور اللہ تعالیٰ جس طرح شرک معاف نہیں کرتے اسی طرح قرض بھی معاف نہیں کرتے مگر یہ کہ قرض خواہ خود ہی معاف کر دے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''بڑے بڑے ممنوعہ گناہوں کے بعد سب سے بڑا گناہ جسے لیکر بندہ خدا کے دربار میں پیش ہوگا وہ یہ ہے کہ وہ قرض چھوڑ کر مرے اور اس کی ادائیگی کا کوئی سامان نہ کرے'' (ابوداؤد)

اس حدیث میں بھی اسی مضمون کو مزید وضاحت سے بیان فرمایا ہے کہ قرض کی ادائیگی انتہائی ضروری ہے اور جب تک قرض ادا نہ ہوگا قیامت میں انسان کے اعمال کا معاملہ اٹکا رہے گا اور بالآخر معافی نہ ہونے کی صورت میں اسے اپنی نیکیاں دے کر یا دوسرے کے گناہ اپنے سر لے کر معاملہ نمٹانا ہوگا۔

حدیث مبارکہ کا مفہوم ہے: کہ اللہ تعالیٰ شہید کے تمام گناہوں کو معاف فرما دینگے لیکن قرض معاف نہیں کرینگے۔

کیونکہ قرض حقوق العباد میں سے ہے اور حقوق العباد جب تک بندہ کی طرف سے معاف نہ ہوں اللہ تعالیٰ معاف نہیں فرماتے۔

اللہ تعالیٰ اس لعنت سے ہم سب کو محفوظ رکھے۔ آمین

تاجر کے لئے ارشادات

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے تجارتی مال کو شہر سے باہر ہی باہر سے اچک لینے سے منع فرمایا ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ ''جب تک منڈیوں میں مال نہ آ جائے اس وقت تک باہر سے اس کا معاملہ نہ کرو'' (نسائی، ابوداؤد)

حدیث مبارکہ میں سرور دو عالم ﷺ نے مال کی مصنوعی قلت پیدا نہ کرنے کا اسلامی ادب سکھایا ہے۔

آنحضور ﷺ کے دور میں اور اس سے قبل تاجر اس طرح کرتے تھے کہ جب تجارتی قافلہ آتا یا بدوی لوگ سامان لیکر آتے تو شہر کے تاجران کو شہر میں داخل ہونے سے قبل ہی روک لیتے اور مختلف حیلے بہانے سے ان کا مال اونے پونے داموں خرید لیتے اور اسی مال کو مارکیٹ میں بھی آنے نہ دیتے یہاں تک کہ قلت پیدا ہو جاتی تو مال آہستہ آہستہ مارکیٹ میں لاتے اور مہنگے داموں بیچتے۔

اس معاملے سے دوطرفہ نقصان ہوتا تھا ایک باہر سے آنے والے تاجروں کو کہ ان کو مال کی قیمت صحیح نہ ملتی اور دوسرا عوام کو کہ پریشانی سے بھی مال ملتا اور مہنگا بھی ملتا۔

اور چونکہ یہ عمل لوگوں کو مشکلات میں مبتلا کرتا ہے اور گناہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں سخت پکڑ بھی ہے۔ اس اس کی ممانعت فرمادی۔

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ''ناپ تول'' کرنے والوں کو ارشاد فرمایا کہ یہ دونوں (ناپ، تول) چیزیں تمہارے سپرد کی گئی ہیں اور انہی دو باتوں کی وجہ سے گذشتہ امتیں ہلاک بھی ہوئی ہیں۔ (ترمذی)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ.
(المطففین)

ترجمہ: ''ہلاکت ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لئے۔ پس جب وہ لوگ ناپ کرلیں لوگوں سے تو پورا بھر لیں اور جب ناپ کر دیں لوگوں کو یا تول کر تو گھاٹا کر دیں''

آیات مبارکہ میں واضح طور پر ناپ تول میں کمی کرنا، چاہے خریدے یا بیچے ہر طرح سے مذموم ہے۔

حضرت شعیب علیہ السلام کی پوری قوم اسی عمل کی وجہ سے ہلاک کر دی گئی تھی۔

جب اس عمل کے کرنے پر اتنا بڑا عذاب ہے تو اس عمل سے بچنے پر یقیناً اللہ کی طرف سے کوئی بڑا انعام بھی ہوگا۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”امانت دار اور راست باز (سچ کہنے والا) تاجر کو انبیاء علیہم السلام صدیقین اور شہداء کے ساتھ قیامت میں اٹھایا جائیگا۔ (ترمذی)

حدیث مبارکہ میں تجارت کو سچائی کے ساتھ اور حلال طریقوں سے کرنے کا ادب بھی سکھایا ہے اور اسے اس کا انعام بھی بتایا ہے جو بلاشبہ قیامت میں انسان کے لئے سب سے بڑا انعام ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ”کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ کوئی ایسی چیز بیچے جس میں کسی نقص کے ہونے کا اسے علم ہو۔ مگر یہ کہ خریدار کو اس عیب پر مطلع کردے“ (بخاری شریف)

رسول اکرم ﷺ نے ہمیں اچھے تاجر کے اوصاف اور اس کا انعام بتلا کر اچھی تجارت اور اس انعام کو حاصل کرنے کا طریقہ بھی سکھایا ہے اور تجارت کا اصول بیان فرمایا کہ کسی نقص وعیب والی چیز کو اس کا عیب چھپا کر نہ بیچو کیونکہ اس میں عوام کو نقصان ہے اور یہ ظلم ہے کہ عوام کو مشکلات میں مبتلا کیا جائے۔

اسی طرح عوام کو فائدہ پہنچانے کے لئے ایک اور اصول ”خیار“ کو بیان فرمایا اور فرمایا ”جو شخص ایسے جانور کو خریدے جس کے تھنوں میں دودھ رہ گیا ہو۔ اسے اس کی واپسی کا تین دن تک اختیار ہے۔ مگر اسے دودھ کا معاوضہ اس کے برابر یا اس کے دو چند غلے یا آٹے سے ادا کرنا چاہئے۔

اس ارشاد نبوی ﷺ میں ایسی اشیاء کی خرید وفروخت کا اصول بیان کیا گیا ہے کہ جس میں عوام کو دھوکا دیا جا سکتا ہو کہ بظاہر نظر کچھ آئے اور ہو کچھ اور آج کے دور میں سیکنڈ ہینڈ گاڑیاں اور دیگر چیزیں مشینی اشیاء پر اس کو دیکھا جا سکتا ہے کہ گاڑی کی یا مشین کی حالت بظاہر بہترین ہوتی ہے مگر وہ چلنے میں اور استعمال میں ویسی نہیں ہوتی تو تین دن تک اس کو استعمال کرے اگر خریدنا چاہے تو خرید لے ورنہ واپس کردے۔ اور یہ سچے اور نیک تاجر کے لئے راہ ہدایت ہے۔

اللہ تعالی تمام تاجروں کو اسلامی اصولوں کے مطابق تجارت کرنے کی توفیق عطا

فرمائے۔ (آمین)

نیکی اور گناہ کی پہچان

ایک مرتبہ حضرت واصبہ رضی اللہ عنہ اپنے دل میں کچھ سوالات لیکر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جب وہ قریب آئے تو آپؐ نے فرمایا کہ میں بتاؤں یا تم بتاؤ گے؟

انہوں نے عرض کیا کہ آپ ہی بتا دیجئے یارسول اللہ! فرمایا بر (نیکی) اور اثم (گناہ) کے متعلق دریافت کرنے آئے ہو میں نے عرض کیا جی ہاں۔ پھر حضور ﷺ نے اپنی تین انگلیوں کو پیوستہ کر کے میرے سینے میں ٹھوکر دی اور تین بار فرمایا کہ اپنے دل سے فتویٰ پوچھ۔ نیکی وہ چیز ہے جس پر تیرا دل مطمئن ہو جائے اور گناہ وہ شے ہے جو تیرے دل میں جم جائے اور بار بار کھٹک پیدا کرتا رہے۔ لوگ کچھ بھی فیصلہ دیں (اس سے بحث نہیں) (مسند احمد)

بعض اوقات انسان کوئی کام کرتا ہے اور اس کے بارے میں اسے شرح صدر نہیں ہوتا یا معلوم نہیں ہوتا کہ یہ کام صحیح ہے یا غلط؟ نیکی؟ ہے یا گناہ؟ حلال ہے یا حرام؟ تو اس صورت میں انسان اگر اس کام کو پرکھنا چاہے تو اس کی کیا صورت ہوگی؟

ارشاد بالا میں حضور اکرم ﷺ ہمیں اسی غلط صحیح کو دریافت کرنے اور پہچاننے کا طریقہ بیان فرمارہے ہیں۔

کہ اگر کوئی کام کہ جس کی حقیقت معلوم نہ ہو وہ کام آپ کریں یا کسی کے ساتھ آپ نے کوئی معاملہ کیا۔ یا کوئی ایسا کام کیا کہ جس کے بارے میں آپ کو صحیح علم نہ ہو تو فرمایا کہ اپنے دل کی کیفیت دیکھو کہ کیا ہے۔ اگر تمہارا دل وضمیر یہ فیصلہ دے کہ میں نے جو یہ معاملہ کیا ہے وہ صحیح ہے یا یہ جو کام میں نے کیا ہے وہ درست ہے۔ تو سمجھ لو کہ یہ نیکی ہے۔

اور اگر کام کرنے کے بعد دل کی کیفیت نامعلوم سی ہو یا احساس ندامت ہو اور دل میں یہ خیال بار بار آئے کہ یہ عمل صحیح نہیں۔ تو جان لو کہ یہ گناہ ہے یا غلط ہے صحیح نہیں ہے۔

اور بعض چیزیں مشتبہ ہوتی ہیں۔ ان کے بارے میں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا (مفہوم) کہ حرام وحلال واضح ہیں ان کے درمیان میں کچھ مشتبہ چیزیں ہیں جو ان سے دور رہا وہ واضح گناہوں سے بھی با آسانی بچ جائیگا۔

یہی اصول ہے اور اصل بات جس کا ادب بتایا گیا ہے وہ یہ ہے کہ انسان گناہوں سے بچے اور نیکی کی طرف سبقت کرے۔ اور جہاں تک دل میں کھٹکا پیدا ہونے کی بات ہے تو وہ نیک خو شریف لوگوں کے لئے ہے جو لوگ فاسق فاجر ہوں ان کو کھٹکا پیدا نہیں ہوتا۔ (الا ماشاء اللہ)

اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

کثرت اولاد سے نہ گھبرائیں

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے پاس ایک آدمی آکر کہنے لگا۔

یارسول اللہ! مجھے ایک عورت ملی ہے جو بہت خوبصورت بھی ہے اور شریف خاندان کی بھی ہے۔ مگر وہ بانجھ ہے کیا میں اسے اپنے نکاح میں لے آؤں؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا نہیں۔ اس نے دوبارہ آکر یہی عرض کیا آپؐ نے نفی فرمائی تیسری بار جب آیا تو آپؐ نے ارشاد فرمایا: اس عورت سے نکاح کرو جو خوب محبت کرنے والی ہو اور خوب جننے والی ہو۔ تاکہ میں (قیامت کے دن) اپنی امت کی کثرت پر فخر کرسکوں۔ (ابوداؤد، نسائی)

آج دنیا بھر میں مسلمانوں کی نسل کشی کی جارہی ہے اور اس نسل کشی کے منصوبے حکومتی سطح پر پایۂ تکمیل ہیں۔ یہ منصوبے غیر مسلم ممالک سے مسلم ممالک میں برآمد کئے گئے ہیں اور مسلم حکومتوں کی سرپرستی میں اس کی زبردست تشہیر بھی کی جارہی ہے اور سرمایہ بھی حکومت خوب لگارہی ہیں۔

اور وہ منصوبہ اور سازش بنام ''خاندانی منصوبہ بندی'' کے نام سے معروف ہے۔

رسول اکرم ﷺ کے حکم اور قول کے خلاف یہ نعرے لگائے جاتے ہیں کہ ''کم بچے خوشحال گھرانہ'' اور ظلم بالائے ظلم یہ کہ ملک میں بڑھتی ہوئی بے روزگاری و جہالت کو آبادی کے

بڑھنے کے ساتھ منسوب کیا جاتا ہے۔ اور اس بات کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے کہ جتنے افراد کم ہونگے خوشحالی اتنی ہی زیادہ آئیگی اور اگر افراد زیادہ ہونگے تو کھانا پینا کہاں سے لاؤ گے؟

اس قسم کے فرسودہ غیر شرعی اور ناجائز نعرے لگا کر قوم کو گمراہ کیا جاتا ہے اور رسول اللہ ﷺ کی امت کی نسل کشی کی جارہی ہے۔

حالانکہ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا

آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے ہر جاندار کے رزق اور اس کے ٹھکانے کا وعدہ فرمایا ہے۔

آج امریکہ و یورپ ان نعروں کے نقصان سے اپنے ممالک کو بچانے کی مہم چلا رہے ہیں اور مانع حمل ادویات کے استعمال کی وجہ سے بانجھ ہوجانے والی لڑکیوں سے پریشان ہیں کہ ان کے ہاں اولاد ہی نہیں ہوتی۔

لیکن مسلم ممالک میں وہ یہ ادویات انتہائی سستے داموں بھیج رہے ہیں۔ تاکہ مسلمان جو کہ بے حیائی فحاشی اور بدکاری کی لعنت سے محفوظ ہیں انہیں اس میں مبتلا کردیں۔

جب اللہ کے رسول ﷺ کثرت اولاد پر فخر کررہے ہیں اور اللہ تعالیٰ رزق اور ٹھکانہ دینے کا وعدہ فرمارہے ہیں تو یہ گناہ آخر ہم کیوں کریں۔

اگر ضرورت ہو اور اولاد کی تربیت اور بیوی کی صحت کے پیش نظر اگر کچھ ماہ و سال منصوبہ بندی کی جائے تو کوئی حرج نہیں۔ لیکن فاقہ کشی اور اولاد کی بے روزگاری کے نظریے سے اگر یہ عمل کیا جائے تو ناجائز اور حرام ہے ورنہ کہیں اس امت کا بھی وہی حال نہ ہو جو بعض مغربی ممالک بچہ پیدا کرنے پر انعامات کا اعلان کررہے ہیں۔

رسول اکرم ﷺ اس حدیث مبارکہ میں اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے اور امت میں بھرپور اضافے کی طرف توجہ دلا رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

جماعت ترک نہ کریں

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ سے ایک شخص کے بارے میں سوال کیا گیا: ''کہ جو دن میں روزہ رکھتا ہے رات کو نماز (تہجد) پڑھتا ہے لیکن جماعت میں شریک نہیں ہوتا اور نہ جمعہ میں، فرمایا، ایسا شخص جہنم میں جائیگا'' (ترمذی)

اس حدیث مبارکہ میں نبی کریم ﷺ ہمیں نماز باجماعت پڑھنے کی تعلیم دے رہے ہیں۔

آج کل جماعت سے نماز نہ پڑھنا ایک فیشن بن چکا ہے اور جماعت سے نماز پڑھنے کی بالکل اہمیت ہی دلوں سے نکل چکی ہے۔

حالانکہ جماعت سے نماز ادا کرنا واجب ہے۔ اور کئی گنا انفرادی نماز سے افضل بھی ہے۔

کیونکہ انفرادی نماز (فرض) ممکن ہے کہ ہماری خامیوں کی وجہ سے خشوع وخضوع نہ ہونے کی وجہ سے قبول ہی نہ ہو، لیکن جب جماعت سے نماز ادا کرینگے تو ممکن ہے جماعت میں کوئی اللہ تعالیٰ کا نیک وصالح بندہ موجود ہو اور اس کی برکت سے ہماری نماز بھی قبول ہو جائے۔ جماعت کی نماز کی مزید اہمیت حدیث مبارکہ سے بھی ہوتی ہے کہ نماز کے ادا کرنے کے باوجود ترک جماعت کی وجہ سے اللہ اسے جہنم میں داخل فرمائیں گے۔ (اللہ محفوظ فرمائے) ایک اور مشہور حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ آنحضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرا دل کرتا ہے کہ میں جماعت کھڑی کروا کر لوگوں کے گھروں کی طرف جاؤں اور جو جماعت سے نماز پڑھنے مسجد میں نہیں آئے ان کو ان کے گھروں سمیت جلا دوں۔ لیکن مجھے ان کے بیوی بچوں کا خیال آتا ہے۔ (بخاری، مسلم)

ذرا غور فرمائیے رحمۃ للعالمین ﷺ جو وقت نزع بھی اپنی امت کے لئے دعائیں فرما رہے ہیں، میدان حشر میں بھی جب نفسا نفسی کا عالم ہوگا اس وقت بھی اپنی امت کے واسطے جہنم سے نجات کے لئے ان کی مغفرت کی دعا فرما رہے ہونگے۔ لیکن جماعت کے معاملے میں اتنے شدید غصے کا اظہار فرما رہے ہیں کہ زندہ جلانے کے لئے تیار ہیں۔ اور وجہ کوئی ذاتی نہیں ہے صرف جماعت کے ترک کرنے کی وجہ سے اتنا شدید غصہ ہے۔

اگر محض اس حدیث مبارکہ پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ جماعت کی کتنی اہمیت ہے۔

خلیفہ ثانی حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور میں ایک نوجوان صحابی رضی اللہ عنہ فجر کی جماعت میں حاضر نہ ہوئے تو ان کی والدہ سے دریافت فرمایا کہ وہ کہاں ہیں۔ والدہ نے عرض کیا ساری رات نوافل ادا کرتے رہے ہیں صبح کے وقت آنکھ لگ گئی تو آپؓ نے سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ معلوم ہوا نوافل کی کثرت بھی جماعت کی فضیلت کے برابر نہیں چاہے ساری رات ہی ادا کیوں نہ کیئے جائیں۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا نماز باجماعت کا ثواب تنہا پڑھنے کے مقابلے میں ستائیس درجہ زیادہ ہے۔ (بخاری ومسلم)

حدیث مبارکہ سے باجماعت نماز پڑھنے کی فضیلت معلوم ہوئی کہ اگر ستائیس مرتبہ ایک انفرادی نماز ادا کی جائے تو بھی وہ جماعت کی ایک نماز کے برابر نہیں ہوسکتی۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے واقعے سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ساری رات نوافل ادا کرنے سے بہتر ہے کہ فجر کی نماز باجماعت ادا کی جائے۔

اس بات کی تائید نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد سے بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ راوی ہیں فرمایا: ''جس نے عشاء کی نماز جماعت سے ادا کی گویا وہ آدھی رات تک عبادت میں کھڑا رہا۔ اور جس نے فجر کی نماز جماعت سے ادا کی تو گویا اس نے ساری رات (عبادت) نماز پڑھی'' (مسلم)

حدیث مبارکہ سے تو باجماعت نماز کی اہمیت بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ جماعت سے نماز پڑھنا کتنا افضل ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں نماز باجمات پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

جہاد فی سبیل اللہ

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص خوشدلی کے ساتھ اللہ کو رب، اسلام کو دین اور محمد ﷺ کو رسول مان لے اس کے لیے جنت ضروری ہے۔

حضرت ابوسعید یہ سن کر متعجب ہوئے اور عرض کیا۔ دوبارہ ارشاد ہو۔ آپؐ نے دوبارہ یہی ارشاد فرمایا۔ (اور مزید فرمایا) ایک اور چیز ایسی بھی ہے جس کی وجہ سے اللہ بندے کو سو درجے جنت میں بلند کرتا ہے اور ہر درجے کے درمیان بلندی کا اتنا فاصلہ ہے جتنا زمین و آسمان کے درمیان ہے۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ وہ کیا چیز ہے یارسول اللہ ﷺ، فرمایا: جہاد فی سبیل اللہ، جہاد فی سبیل اللہ، جہاں فی سبیل اللہ۔ (مسلم ونسائی)

جہاد لفظ جہد سے نکلا ہے جس کے معنی کوشش ومحنت کرنا ہے۔ اور اصطلاح میں دین کے معاملے میں جو بھی محنت اور کوشش کی جائے اسے بھی جہاد کہا جاتا ہے۔

لیکن حدیث مبارکہ میں جس جہاد کا ذکر فرما کر نبی کریم ﷺ ہمیں تعلیم دے رہے ہیں وہ قتال فی سبیل اللہ ہے۔ اور اس کے لوازمات ہیں۔

قتال فی سبیل اللہ کو اللہ رب العزت نے فرض فرمایا ہے۔

ارشاد خداوندی ہے:

"كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَ هُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ"

ترجمہ: "تم پر قتال فرض کیا گیا ہے اور وہ تم کو گراں محسوس ہوتا ہے"

یہ دونوں آیت مبارکہ اور حدیث مبارکہ اسی جہاد کی تعلیم دے رہی ہیں۔

اور اگر اس قتال کو ترک کر دیا جائے تو اس کے کیا نقصانات ہیں اس کا مشاہدہ آج کی زندگی میں، ہم بخوبی کر سکتے ہیں۔

صحابہ کرام تابعین اور تبع تابعین کے دور میں جہاد یعنی قتال کا علم مسلمانوں نے تھامے رکھا تو مسلمان ساری دنیا میں غالب رہے اور جب مسلمان خلفاء میں عیش پرستی آ گئی۔ بیت المال کو ذاتی دولت سمجھا جانے لگا اور فوج کو ذاتی ملازمین بنالیا گیا تو مسلمان تنزلی کا شکار ہو گئے اور چھٹی صدی ہجری سے مسلمانوں پر جو صلیبی یلغار ہونا شروع ہوئی اس نے ختم ہونے کا نام نہ لیا اور چند ایک مسلمانوں نے اس کا بھرپور دفاع بھی کیا لیکن سربراہ امت ہی جب عیش پسند ہو گئے تو مسلمان بالآخر ذلت کی چکی میں پسنے لگے۔

نبی کریم ﷺ سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں، فرمایا: "جب تم تجارت میں منہمک ہو کر یا بیل کی دم پکڑ کر اور کھیتی باڑی میں پھنس کر جہاد ترک کر دو گے۔ تو اللہ تعالیٰ تم پر ذلت مسلط کر دیگا اور تم سے اس وقت تک نہ ہٹائے گا جب تک تم اپنے صحیح دین پر واپس نہ آ جاؤ" (ابوداؤد)

حدیث مبارکہ میں جو وعید سنائی گئی ہے وہ کئی سو سالوں سے آج تک مسلمانوں پر چھائی ہوئی ہے اور آج پوری دنیا کا مسلمان ذلت ورسوائی کا شکار ہے۔ اور اس کی وجہ یہی ہے کہ مسلمانوں نے جہاد کو ترک کر دیا اور دنیا میں مشغول ہو گئے اور موت کا خوف ان کے دلوں پر سوار ہو گیا نتیجہ یہ نکلا کے آج جہاد کو ادا کرنا تو بہت دور ہمارے مسلم حکمرانوں نے بھی اسے دہشت گردی اور فساد کا نام دے دیا۔ اور غیر مسلم حکمرانوں کے ساتھ شامل ہو کر مجاہدین کو ختم کرنے میں ان کا ساتھ دے رہے ہیں۔ اللہ ان کو عقل سلیم عطا فرمائے اور ہمیں بھی اسلامی احکامات کو سمجھ کر ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

جہاد کی زندگی اور شہادت کی موت نصیب فرمائے۔ آمین

قرآن سیکھنا اور سکھانا

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جناب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "تم میں بہترین شخص وہ ہے جس نے قرآن کریم کو سیکھا اور دوسروں کو سکھایا" (بخاری شریف)

سرور دوعالم ﷺ ہمیں اس حدیث مبارکہ میں قرآن کریم کو پڑھنے اور پڑھانے اور اس کی تلاوت کرنے کی تعلیم دے رہے ہیں۔

قرآن کریم اللہ رب العزت کی آخری کتاب ہے اور ایسی کتاب ہے کہ جس میں کسی قسم کا کوئی شبہ اور شک نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی حفاظت کا ذمہ خود لیا ہے۔ اس سے قبل کئی آسمانی کتابیں اور صحیفے نازل فرمائے لیکن کسی کی حفاظت کا ذمہ نہیں لیا۔ یہی وجہ ہے کہ آج ان میں سے اکثر کا نام ونشان بھی باقی نہیں ہے اور جو ایک دو ہیں وہ بھی تحریف شدہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو لوگوں کی ہدایت کے لئے نازل فرمایا اور قرآن کریم میں ہی جگہ جگہ اس میں غور و فکر و تدبر کرنے کا حکم فرمایا۔ قرآن کریم ایک ایسا معجزہ ہے جو آنحضور ﷺ کے دور سے قیامت تک آنے والے لوگوں کے لئے راہ عمل اور راہ ہدایت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن عظیم میں تمام علوم کو جمع فرمادیا ہے۔

آج کی جدید سائنس بھی قرآن کریم سے اصول وضوابط نکالتی ہے جیسے جیسے دور جدید ہوتا جارہا ہے ویسے ویسے ہی سائنسدان قرآن کریم کی طرف زیادہ متوجہ ہورہے ہیں۔

اور اسلام کی تو یہ بنا ہے۔ لیکن ہر انسان نہ تو غور کرسکتا ہے اور نہ اس کو سمجھ سکتا ہے، اسی وجہ سے ہم یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ یہ صرف اصول وضوابط اور چند قصص کا مجموعہ ہے۔ اس کے علاوہ اس کا کوئی کام نہیں۔ (نعوذ باللہ من ذالک)

اسی غلط نظریئے کو ختم کرنے کے لئے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اسے سیکھو اور سکھاؤ اس کے الفاظ کی تلاوت کرو چاہے اس کے معنی سمجھ میں آئیں یا نہ آئیں۔ اس کی تلاوت کرو تاکہ اس کے ذریعے سے برکت حاصل ہو حدیث مبارکہ کا مفہوم ہے کہ قرآن کریم کی تلاوت میں ہر حرف پر دس نیکیاں ملتی ہیں ''الم'' یہ ایک حرف نہیں بلکہ تین حرف ہیں الف، لام اور میم اور اس کو پڑھنے پر تیس نیکیاں ملتی ہیں۔

اسی لیے اس کو بغیر سمجھے بھی سیکھنے اور سکھانے کا حکم دیا اور اس عمل کے کرنے والوں کو سب سے بہترین قرار دیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن کریم سیکھنے سکھانے اور اس کو سمجھ کر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

شب قدر کی دعاء

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضور اکرم ﷺ سے پوچھا یا رسول اللہ اگر مجھ کو شب قدر معلوم ہوجائے تو میں اس میں کیا کروں؟
آپ ﷺ نے فرمایا: یہ دعا پڑھو۔ اے اللہ تو معاف فرمانے والا ہے۔ معاف کرنا تجھے پسند

ہے تو مجھے معاف فرمادے:

''اللھم انک عفو کریم تحب العفو فاعف عنی''

سرور دو عالم ﷺ ہمیں اس حدیث مبارکہ میں دعا مغفرت مانگنے کا ادب سکھارہے ہیں۔

اصل شب قدر میں دعا کرنا تو عموماً مشکل ہی ہے کیوں کہ آج کے دور میں ہم نے رمضان المبارک کی ستائیسویں شب کو شب قدر سمجھ رکھا ہے، حالانکہ اس کا کوئی تعین نہیں ہوا۔ لہٰذا چند افراد ہی ہوتے ہیں جو شب قدر پالیتے ہیں اور اگر پالیتے بھی ہیں تو معلوم نہیں ہوتا۔ کا انکار نہیں لیکن زیادہ تر احادیث طاق راتوں میں شب قدر تلاش کرنے کے بارے میں ہیں۔ ستائیسویں شب میں شب قدر ہونے کے امکان شب قدر میں دعا کا فرما کر عمومی دعائے مغفرت کی تعلیم ہے اللہ رب العزت کو معافی مانگنا بہت پسند ہے اور اللہ تعالیٰ سے جس قدر توبہ کی جائے اللہ اتنے ہی خوش ہوتے ہیں۔

لہٰذا عام زندگی میں بھی استغفار کی تسبیح پڑھتے رہنا چاہئے بزرگ عموماً استغفر اللہ الذی لا الہ الا ھو الحیی القیوم و اتوب الیہ۔ پڑھنے کی تلقین فرماتے ہیں اور بھی دیگر تسبیحات ہیں۔ جنہیں معمولات یومیہ میں رکھنا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

مُردوں کو برا نہ کہیں

ام المومنین سید عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا راوی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''مُردوں کو گالی نہ دو'' (بخاری شریف)

گالی دینا ایک برا عمل ہے اور اس سے بچنے اور بچانے کا حکم دیا گیا ہے گالی دینے کی وجہ سے عموماً چھوٹی چھوٹی باتیں طول پکڑ جاتی ہیں اور معاملات بگڑ جاتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''مومن کو گالی دینا فسق ہے اور اس کو قتل کرنا کفر ہے''

چونکہ گالی دینے کی وجہ سے سامنے والا غیرت میں آجاتا ہے اور اس میں غصے کی انتہا ہوجاتی ہے نتیجتاً لڑائی جھگڑے پیدا ہوتے ہیں۔

حدیث مبارکہ میں خصوصا جس بات کی تعلیم دی ہے وہ مُردوں کو برا نہ کہنا ان کی غیبت نہ کرنا اور ان کو گالی نہ دینا ہے۔

اس لیے کہ جو شخص اس دنیا سے چلا گیا اب اس کا تذکرہ برے انداز میں کرنا بالکل غیر مہذب اور ناشائستہ بات ہے۔

بلکہ مرنے والے کی اچھائی کو ذکر کرنا چاہئے تا کہ لوگ اس کو دعا دیں اور اس کے لئے دعائے مغفرت کریں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اپنے مردوں کی نیکیوں کا چرچا کرو اور ان کی برائیوں سے چشم پوشی کرو'' (ابوداؤد، ترمذی)

حدیث مبارکہ میں بھی نبی کریم ﷺ یہی ادب سکھا رہے ہیں کہ مُردوں کو برا نہ کہا جائے، جو برائیاں اس کی زندگی میں پوشیدہ تھیں اللہ تعالیٰ نے ان پر پردہ ڈالے رکھا۔ اب ان کی پردہ دری کیوں کی جائے؟

یعنی جب اللہ تعالیٰ نے ہی اس کے گناہوں کو چھپا کر رکھا تو ہم کیوں کھولیں؟

حدیث مبارکہ کا مفہوم ہے جو شخص کسی کی دنیا میں پردہ پوشی کریگا اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کی پردہ پوشی فرمائیں گے۔ لہٰذا کسی کے گناہوں یا اس کی برائیوں کو اس کے مرنے کے بعد نہ کھولیں۔

اور اگر اس کی برائیاں عام ہوں اور لوگ ان سے واقف بھی ہوں تو بھی اس کی جو اچھائی آپ کو معلوم ہو اس کا تذکرہ کریں۔

کیونکہ غیبت کرنا انتہائی شدید گناہ ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بھی اس سے ممانعت فرمائی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: الغیبۃ اشد من الزنا۔ کہ غیبت تو زنا سے بھی زیادہ شدید اور سخت گناہ ہے۔

اور پھر ایک مرے ہوئے انسان کی غیبت کرنا تو ویسے ہی ایک شنیع عمل اور لاحاصل کلام ہے۔ جس کا کوئی فائدہ بھی نہیں۔

لہٰذا ہمیں چاہئے کہ مرنے والوں کی اچھائی کو بیان کریں تا کہ لوگ اس کی اچھائی

سے بھی واقف ہوں اور اس کا تذکرہ خیر کر کے خود بھی گناہوں سے بچیں اور اس کے لیے بھی دعائے خیر کریں۔ اللہ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

جنازہ کے متعلق حکم

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جنازہ لے جانے میں جلدی کرو۔ اس لئے کہ اگر وہ نیک آدمی کا جنازہ ہے تو اسے خیر کی (منزل) کی طرف جلد پہنچانا چاہئے اور اگر بدکار کا جنازہ ہے تو برے کو اپنی گردنوں سے جلد اتار دینا چاہئے'' (بخاری، مسلم)

حدیث مبارکہ میں نبی کریم ﷺ ہمیں جنازہ کو جلد دفنانے کی تعلیم دے رہے ہیں کہ جب جنازہ تیار ہو تو اسے جلد از جلد دفنا دیا جائے۔

آج کل بعض جگہوں پر جنازے کو اپنے رشتہ داروں اور دیگر احباب کے انتظار میں پورے پورے دن اور بعض اوقات دو، دن بھی رکھا جاتا ہے جو کہ مناسب نہیں اور نبی کریم ﷺ کے ارشاد کے منافی ہے۔

جنازے کا حق بھی یہی ہے کہ اسے جلد از جلد اس کی منزل تک پہنچا دیا جائے، کیونکہ اب اس کا اس دنیا سے تعلق ختم ہو گیا ہے اور اسے اب آخرت کی پہلی سیڑھی یعنی قبر کے معاملات سے نمٹنا ہے۔

اسی طرح جنازے کو اس کی منزل تک پہنچانا اس کے کفن وغسل کا انتظام کرنا اور اس کی نماز جنازہ میں شرکت کرنا باعث ثواب ہے اور اس پر بڑے اجر کا وعدہ ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص ایمان کا تقاضا سمجھ کر اور حصول ثواب کی نیت سے کسی مسلمان کے جنازہ کے ساتھ ساتھ چلے یہاں تک کہ اس کی نماز پڑھے اور اس کے دفن سے فارغ ہو تو وہ دو قیراط ثواب لیکر لوٹتا ہے۔ اور ہر قیراط اُحد پہاڑ کے برابر ہوتا ہے۔

اور جو شخص صرف جنازہ کی نماز پڑھ کر واپس آ جائے اور دفن میں شریک نہ ہو تو وہ

ایک قیراط کا ثواب لے کر واپس ہوتا ہے۔ (بخاری، مسلم)

حدیث مبارکہ میں جنازہ میں شرکت کرنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ اور اس کا ثواب بھی ذکر کیا گیا۔ لوگوں کی خوشیوں میں تو ہم عموماً شریک ہوتے ہیں لیکن اصل تو یہ ہے کہ ان کے غموں میں شریک ہوں اور غم ہلکا کریں اور انہیں دلاسا دیں کیونکہ یہ وقت ہر شخص پر ضرور آنے والا ہے ذرا اس کی یاد بھی تازہ کر لیں۔ ہوسکتا ہے جنازے میں شرکت کی وجہ سے دل نرم ہو جائے عبرت پکڑے اور آخرت کی صحیح تیاری کی کوئی سبیل پیدا ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

شہید کے لئے ارشادات

حضرت سوید بن مقرن راوی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''ظلم کا مقابلہ کرتے ہوئے کوئی بھی (مسلمان) مارا جائے تو وہ شہید ہوگا'' (نسائی)

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا:

''وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَآءٌ
وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ'' (پارہ نمبر ۲ رکوع نمبر ۳)

ترجمہ: ''کہ جو اللہ کے راستے میں قتل کئے جائیں انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تمہیں اس کا شعور نہیں''

اس دنیا میں روز ازل سے دو نظریات چلے آرہے ہیں ایک نظریہ حق اور دوسرا نظریہ باطل۔

باطل کے پرستار ہمیشہ حق کے خلاف نبرد آزما رہے ہیں اور حق کو مٹانے کی کوششیں کرتے رہے ہیں اور کوششیں جاری ہیں۔

اور باطل سے مقابلہ کے لئے ہر وقت حق والے تیار رہے ہیں اور اپنی جانوں کے نذرانے راہ حق پر نچھاور کرتے رہے ہیں۔

باطل نے ہمیشہ ظلم کیا ہے اور یہ ظلم وہ کسی بھی صورت میں کر سکتا ہے اور کرتا ہے کہیں وہ لوگوں کی جان ناحق تلف کرتا ہے، کہیں ان کا مال ان کے اہل و عیال کو ہلاک کر دیا جاتا ہے۔

کہیں مومنین کو ان کے دین سے برگشتہ کیا جاتا ہے اور یہ تمام امور ایسے ہیں کہ جن کی وجہ سے انسان باطل کا مقابلہ کرنے کے لئے کھڑا ہو جاتا ہے۔ اور نتیجہ دو صورتوں میں ظاہر ہوتا ہے یا تو وہ کامیاب و کامران ہوتا ہے ورنہ اپنی جان راہ حق پر نچھاور کر دیتا ہے۔

اور ان تمام امور کو سرانجام دیتے ہوئے جو شخص قتل کر دیا جائے وہ شہید کہلاتا ہے۔

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''مال، جان، دین اور اہل و عیال میں سے جس کو بچاتے ہوئے بھی انسان قتل کر دیا جائے وہ شہید ہی ہوگا'' (اصحاب سنن)

ان دو احادیث میں سے پہلی حدیث مبارکہ اجمالی تھی اور دوسری حدیث میں رسول اکرم ﷺ نے ہمیں تفصیل سے سمجھاتے ہوئے راہ حق پر چلنے اور اللہ کے راستے میں ڈٹ جانے کی تعلیم دی ہے اور ایک عظیم مرتبے کی بشارت بھی سنائی ہے اور وہ بشارت شہادت جیسے عظیم رتبے کی ہے۔

شہادت کتنا اہم رتبہ ہے کہ جسے پانے کے لئے سرور دو عالم ﷺ بار بار دعا فرما رہے ہیں کہ ''ثم احی ثم اقتل، ثم اُحیٰ ثم اقتل'' کہ اللہ کے راستے میں شہید کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں یہ تمنا بار بار آپؐ نے امت کو شہادت کی اہمیت بتانے کے لئے کی۔ اور حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے نقل کیا ہے کہ ''جو شخص صدق دل کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے شہادت کا طلبگار ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اسے شہداء کا درجہ عطا فرمائے گا۔ خواہ اس کی موت بستر پر ہی کیوں نہ ہو'' (مسلم)

حدیث مبارکہ میں حضور ﷺ ہمیں راہ حق میں جان نچھاور کرنے کی طلب سکھا رہے ہیں کہ حق پر قائم رہیں اور موت بھی حق پر طلب کرو اور اللہ کے راستے میں موت مانگو تا کہ اگر شہید نہ بھی ہوں تو وہ مرتبہ ضرور حاصل ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں جہاد کی زندگی اور شہادت کی موت نصیب فرمائے۔ (آمین)

نیت ہی سب کچھ ہے

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''بے شک اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔لہٰذا ہر شخص کی نیت وہی ہے جس کی اس نے نیت کی۔لہٰذا جس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہے اس کی ہجرت واقعی اللہ اور رسول کی طرف ہے۔

اور جس کی ہجرت دنیا کے لیے ہے اسے دنیا ہی ملے گی یا کوئی عورت ہے جس سے وہ نکاح کرنا چاہتا ہے تو اس کی ہجرت اسی کی طرف ہے جس کی طرف اس نے ہجرت کی۔

(متفق علیہ)

حدیث مبارکہ میں نبی کریم ﷺ ہمیں اعمال میں نیتوں کی اصلاح اور ہر کام میں اچھی نیت کرنے کی تعلیم فرما رہے ہیں۔

اعمال سے نیک اور صالح اعمال مراد ہیں۔ کیونکہ برے اور قبیح اعمال میں نیت کے اچھا یا برا ہونے کا کیا سوال؟ اگر کوئی شخص چوری کرے اور نیت یہ رکھے کہ میں صدقہ کرونگا تو یہ چوری کا عمل نیک ارادہ سے جائز تو نہیں ہو جائے گا کیونکہ حرام کمائی کا صدقہ خیرات بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول نہیں ہوتا۔

اسی طرح اگر کوئی شخص کتا یا خنزیر کو بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کرے اور غرباء و مساکین کو کھلانے کی نیت کرے تو کتا اور خنزیر حلال نہیں ہو جائیں گے۔

حلال حلال ہی ہے اور حرام حرام ہی رہے گا۔نیت اگر حرام کو حلال کرنے کی کی جائے تو بھی حرام حرام ہی رہے گا۔لیکن نیک اور اچھا عمل حلال اور طیب عمل اگر نیت فاسدہ اور غلط نیت سے کیا جائے تو اللہ کے ہاں وہ عمل قابل قبول نہیں ہوگا۔

عمل کی قبولیت کی شرطیں:

(۱) پہلی شرط تو یہ ہے کہ عمل کرنے والا اللہ تعالیٰ کا وفادار بندہ ہو اس کا باغی نہ ہو، یعنی وہ مومن ہو اور اس کے عقائد درست ہوں۔ اسی لئے کہ کسی ملحد، کافر، بے دین، مشرک کا

اچھے سے اچھا عمل بھی اللہ کے ہاں قبول نہیں ہوگا۔

(۲) دوسری شرط یہ کہ عمل کی ظاہری شکل وصورت اسلام کے مطابق ہو۔

(۳) تیسری شرط یہ ہے کہ نیت ہو۔کوئی نیک اور صالح عمل آخرت میں کامیابی اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لئے کرنا چاہئے۔ دنیا کی شہرت حاصل کرنے، غیر اللہ کی خوشنودی و رضا کے لئے یا دنیا کے کسی نقصان سے بچنے یا کسی دنیاوی مفاد کے لئے کوئی نیک عمل کیا جائے تو وہ ہرگز قبول نہیں ہوگا۔

اصل میں اعمال صالحہ کا تعلق صرف نماز روزہ حج زکوٰۃ یا صرف اخلاق ہی سے نہیں ہے۔اور نہ صرف معاشرتی اور سماجی زندگی سے ہے بلکہ زندگی کے تمام پہلوؤں سے ہے۔ ایک مسلمان کو ہر حالت میں ہر جگہ ہر مشغلے میں ایمان کے مطابق ہی عمل کرنا چاہئے۔

نیت کا معنی ہے عزم و ارادہ، نیت کے الفاظ کو زبان سے ادا کرنا ضروری نہیں ہے۔ بہرحال اعمال کی مقبولیت اور ان پر ثواب و اجر کا حصول نیت پر ہی ہے۔اس لیے پہلے ہر ایک کو اپنا جائزہ لینا چاہئے کہ ذہن و دماغ کے جذبات کا کیا حال ہے۔

نیت کا معاملہ انتہائی اہم ہے اسی لئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہر آدمی کو اپنی کوشش و عمل جدوجہد اور دوڑ دھوپ کا وہی اجر ملے گا جس کا اس نے ارادہ کیا ہو اور جو چیز اس کے پیش نظر ہوگی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ہر ایک عمل میں نیت صالح عطا فرمائے۔ اور ریاکاری، تصنع بناوٹ سے محفوظ فرمائے۔آمین

بھلائیوں کی طرف سبقت کیجئے (جلدی آگے بڑھئے)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''سات چیزوں کے مقابلہ میں اعمال صالحہ اختیار کرنے میں سبقت کرو۔ آخر تم کس چیز کا انتظار کر رہے ہو؟ (کیا) ایسے فقر اور محتاجی کا جو بھلانے والی ہے۔ (۲) یا ایسی دولت مندی کا جو سرکش بنانے والی ہے۔ (۳) یا ایسی بیماری کا جو بگاڑنے والی ہے۔ (۴) یا ایسے

بڑھاپے کا جو بہکانے والا ہے۔ (۵) یا ایسی موت کا جو سب کچھ سمیٹ کر لے جانے والی ہے۔ (۶) یا دجال کا جو چھپا ہوا شر ہے اور جس کا انتظار کیا جاتا ہے۔ (۷) یا قیامت کا، (ارے) قیامت تو بڑی بھیانک اور تلخ ہے۔ (ترمذی)

حدیث مبارکہ میں ہمیں نبی کریم ﷺ نیکیوں اور بھلائیوں کو جلد از جلد حاصل کرنے کی تعلیم دے رہے ہیں۔ کہ ابھی جو تم کو امن واطمینان خوشحالی کشادگی، وسعت وسہولت حاصل ہے اسے غنیمت جانو اور اعمال صالحہ اختیار کرو ابھی جو تم کو صحت وتندرستی ہاتھ پیروں کی سلامتی اور دل ودماغ اور دوسرے اعضاء کی توانائی حاصل ہے اسے غنیمت جانو اور اعمال صالح اختیار کرو۔ ابھی جو تم کو رزق میسر ہے اس پر قناعت کی دولت حاصل کرو خدا کے وفادار اور فرمانبردار بن جاؤ اور اس حالت کو غنیمت جانو کیونکہ دولت مندی اور روپے پیسے کی ریل پیل انسان کو سرکش بنا دیتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے نوجوانوں کو نوجوانی بخشی ہے انہیں اس عمر عزیز کے اس حصے کو اہمیت دینی چاہئے ورنہ جب ارذل عمر یعنی بڑھاپا آجائے گا تو نہ دل ودماغ ساتھ دینگے نہ ہاتھ پیر قابو میں رہیں گے اور نہ سماعت وبصارت بھرپور کام کریگی۔ اور اس وقت بہکی بہکی باتیں کرینگے اور دوسروں کے محتاج ہو جائینگے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا:

فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ.

یعنی نیکیوں اور بھلائیوں کی طرف لپکو، بھلائیوں میں ایک دوسرے سے سبقت لے جاؤ اور مقابلہ جیتنے کی کوشش کرو۔

ایک اور مقام پر ارشاد ربانی ہے:

"وَسَارِعُوا إِلَى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْأَرْضُ أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ"

ترجمہ: "کوشش کرو (جلدی کرو، مسابقت کرو مقابلہ کرو جلد بازی کرو) اپنے رب کی مغفرت کی طرف اور جنت کی طرف جس کی

وسعت اور کشادگی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے جو پرہیزگاروں کے لئے تیار کی گئی ہے"

معلوم ہوا کہ بھلائیاں، خوبیاں، اچھائیاں، خواہ ذہن وفکر کی ہوں عقیدہ وخیال کی ہوں اخلاق وکردار اور سیرت سے متعلق ہوں۔ خواہ معاشرت سے یا سیاست اور قومی وملکی کاموں سے متعلق ہوں ہر پہلو اور طریقہ سے خوبیوں اور نیکیوں کی طرف بڑھنا چاہئے۔ انمیں ایک دوسرے سے بازی لے جانے کی فکر کرنی چاہئے۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد مبارکہ نقل کرتے ہیں کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا: "اعمال صالحہ کی طرف سبقت کرو کیونکہ ایسے (ایسے) فتنے برپا ہونگے جیسے تاریک رات کے ٹکڑے، صبح کو آدمی مومن ہوگا تو شام کو کافر ہو جائیگا اور شام کو آدمی مومن ہوگا تو صبح (تک) کافر ہو جائیگا۔ دنیا کی عوض اپنا دین بیچ دیگا" (مسلم)

یعنی جب باطل کی آندھیاں بڑے زور وشور سے چلیں گی کفر وشرک کے جھکڑ اٹھیں گے دنیا پرستی اور ظلم وستم کے طوفان اٹھیں گے، خدا فراموشی اور آخرت کو لوگ بھولنے لگیں گے۔ تو ان حالات میں صرف اعمال صالحہ ہی انسان کے کام آئیں گے۔ کیونکہ ایمان میں کمال اور پختگی، آفتوں اور بلاؤں سے حفاظت کی ہمت اور طاقت نیکیوں اور اعمال صالحہ سے ہی پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے اس سے قبل کہ فتنے برپا ہوں نیکیوں اور بھلائیوں کو اختیار کرنا چاہئے اور اعمال خیر کا سرمایہ جمع کر لینا چاہئے۔

اور یہ حقیقت ہے کہ اچھے اور سچے خیالات اعلیٰ اخلاق عمدہ سیرت اور بلند کردار میں ملاپ، اخوت بھائی چارہ اچھے روابط اور بہتر تعلقات سے اور لوگوں کے حقوق ادا کرنے سے اچھے نتائج برآمد ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

اللہ تعالیٰ پر توکل

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ سے میں نے سنا، فرمایا: "اگر تم لوگ اللہ پر توکل کرو جیسا کہ اس پر توکل کرنے کا حق ہے تو وہ تم کو رزق دیگا جیسا کہ وہ پرندوں کو رزق دیتا ہے۔ کہ (وہ) صبح کو خالی پیٹ جاتے ہیں اور شام کو بھرے پیٹ لوٹتے ہیں" (ترمذی)

اس ارشاد مبارکہ میں نبی کریم ﷺ امت کو اللہ تعالیٰ کی ذات عالی پر مکمل اعتماد و توکل کا ادب سکھا رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ پر کامل یقین رکھنا چاہئے۔ اور اپنی ہر کوشش کا نتیجہ خیر ہی طلب کرنا چاہئے۔

انسان کو زندگی میں پر بے شمار لوگوں پر اعتماد کرنا پڑتا ہے۔ اگر وہ دوسروں پر اعتماد نہ کرے تو اس کی زندگی اجیرن ہو جائے۔ اس کا تمدن برباد ہو جائے۔ انسان کی بنیادی ضرورتیں غذا لباس اور مکان ہے۔ بنیادی ضرورت کی چیزوں میں کچھ اشیاء ایسی درکار ہوتی ہیں جن میں انسان کی ذہانت، محنت وقت اور عمل درکار ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں ہر انسان کو دوسرے انسانوں پر بھروسا اور اعتماد کرنا ہوتا ہے۔

ہر کام میں ہر مقصد کے حصول میں ایسے لوگوں پر اعتماد کیا جاتا ہے جن کے مشاہدے اور بھروسے پر اعتماد ہوتا ہے۔

لیکن اللہ تعالیٰ سے زیادہ نہ تو کسی کو علم ہوسکتا ہے نہ کسی میں تمام کاموں کے کرنے بنانے سنوارنے کی قوت وقدرت ہوسکتی ہے۔ اور نہ کوئی ہمیشہ زندہ رہ سکتا ہے۔ نہ کوئی تمام قدرتوں، قوتوں کمالات اور خوبیوں کا مالک ہوسکتا ہے۔

اس لئے ہمہ پہلو، اعتماد توکل اور بھروسا صرف اللہ تعالیٰ پر ہی کیا جاسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ

جو کوئی اللہ پر بھروسہ کریگا۔ اللہ تعالیٰ اس کے لئے کافی ہے۔

ایک اور مقام پر فرمایا:

"وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِىْ لَايَمُوْتُ"

اور توکل کرو ایسی زندہ وجاوید ہستی پر جسے کبھی موت نہیں آئیگی۔

کتب احادیث میں رسول اکرم ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا مجھے مختلف امتیں دکھائی گئیں، تو میں نے اللہ کے ایک نبی کو دیکھا کہ ان کے ساتھ تھوڑی سی امت ہے۔ دوسرے نبی کو دیکھا ان کے ساتھ دو آدمی ہیں اور کسی نبی کے ساتھ کوئی بھی نہیں ہے۔

اچانک مجھے ایک بھیڑ (مجمع) دکھائی گئی میں سمجھا یہ میری امت ہے مگر مجھے بتایا گیا یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں اور ان کی امت ہے، لیکن تم افق کی طرف دیکھو۔ میں نے وہاں ایک بڑا مجمع دیکھا پھر مجھ سے کہا گیا کہ دوسرے افق پر دیکھو تو وہاں بھی میں نے ایک بڑا مجمع دیکھا۔ مجھے بتایا گیا کہ یہ میری امت ہے۔ ان میں ستر ہزار لوگ ایسے ہیں جو جنت میں بغیر حساب کتاب کے داخل ہونگے ان پر کوئی عذاب نہیں ہوگا اس کے بعد آپ گھر تشریف لے گئے۔ اور لوگ ان لوگوں کے متعلق غور خوض کرنے لگے جو بغیر حساب کتاب کے جنت میں داخل ہونگے۔ اور ان پر کوئی عذاب نہیں ہوگا۔

کچھ لوگوں نے کہا کہ شاید یہ وہ لوگ ہوں جنہوں نے حضور ﷺ کی صحبت اٹھائی ہو، بعض نے کہا کہ شاید وہ ہوں جو اسلام میں پیدا ہوئے اور اللہ کے ساتھ شرک نہ کیا، اسی طرح اور بھی لوگوں نے کچھ کہا۔ اتنے میں حضور ﷺ تشریف لے آئے۔ اور دریافت کیا کہ تم کس سلسلہ میں بحث کر رہے ہو۔ لوگوں نے بتایا کہ ان کے متعلق جو بغیر حساب کتاب کے جنت میں داخل ہونگے۔ آپؐ نے فرمایا یہ وہ لوگ ہونگے جو (۱) جھاڑ پھونک نہیں کرتے۔ (۲) جھاڑ پھونک کرواتے نہیں۔ (۳) پرندوں سے فال نہیں نکلواتے۔ (۴) اور اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔ (متفق علیہ)

جو لوگ جھاڑ پھونک کرتے کراتے ہیں اور پرندوں یا دوسری چیزوں سے فال لیتے ہیں وہ لوگ دراصل اللہ تعالیٰ پر پورا اعتماد اور بھروسا نہیں کرتے ان کا عقیدہ کمزور ہوتا ہے،

وہ سمجھتے ہیں کہ جھاڑ پھونک سے بلائیں ٹل جائیں گی مصیبتیں دور ہو جائیں گی۔ مشکلات حل ہو جائیں گی۔

جبکہ بنانا بگاڑنا، نفع ونقصان پہنچانا، مشکلات حل کرنا۔ مصائب دور کرنا، بلائیں ٹالنا، صرف اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ اس لیے بھروسا اور توکل صرف اللہ پر کرنا چاہئے جن لوگوں کی زندگی، شرک کے شائبہ سے پاک ہو اور جو ہمہ پہلو اعتماد صرف اللہ تعالیٰ پر کرتے ہوں، وہ بغیر حساب کتاب جنت میں داخل ہونگے۔ اور ہر قسم کے عذاب سے محفوظ رہیں گے۔

سوال یہ ہے کہ توکل کسے کہتے ہیں؟

توکل یہ ہے کہ کسی جائز اور حلال کام کے لئے تمام حلال ذرائع اور وسائل اپنی بساط کے مطابق استعمال کیے جائیں۔ اور نتیجہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیا جائے۔ اپنی ذہانت محنت وقت دولت کو ذرائع اور وسائل کے استعمال کیے بغیر، ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے رہنا اور یہ کہنا کہ ہم اللہ پر توکل کرتے ہیں، سراسر حماقت ہے۔ جس سے ہر عقل و ہوش والے انسان کو پناہ مانگنی چاہئے۔

حدیث مبارکہ میں جو یہ فرمایا کہ اگر تم اللہ پر توکل کرو گے تو اللہ تعالیٰ تم کو اس طرح رزق دیگا جس طرح پرندوں کو دیتا ہے کہ چپکے ہوئے پیٹ لیکر جاتے ہیں اور بھرے ہوئے پیٹ اور پوٹے لیکر آتے ہیں۔

اس حدیث میں توکل کا مفہوم سمجھایا گیا ہے کہ تلاش رزق اور روزی کے لئے محنت اپنی استطاعت کے مطابق ضروری ہے۔ جس طرح پرندے عزم و ارادہ کرتے ہیں بازوؤں کو حرکت دیتے ہیں۔ نگاہوں سے کام لیتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے بچھائے ہوئے دسترخوان پر رزق تلاش کرتے ہیں چونچ کھولتے ہیں اور دانہ دنکا کیڑے مکوڑے چونچ سے اٹھا کر حلق تک لے جاتے ہیں۔

اسی طرح تم بھی حرکت کرو۔ پرندوں کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوتا کہ وہ محروم لوٹیں گے۔ پرندوں کے لئے جو غذا اللہ تعالیٰ نے ان کی فطرت میں ڈال دی وہی کھاتے ہیں۔ اس کے علاوہ دوسری غذا کے ڈھیر بھی ہوں تو وہ انہیں چھوتے بھی نہیں۔ یہی توکل

ہے اور اس کا اجر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو کبھی بھوکا واپس نہیں کرتا۔

جب یہ معاملات انسان بھی کریں تو اللہ ان کو بھی بھوکا مرنے نہیں دیگا۔ ان کو بھی نوازے گا بشرطیکہ حلال روزی کے لئے حلال ذرائع اختیار کریں اور کوشش کے بعد نتیجہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیں۔

اللہ تعالیٰ پر توکل نہ صرف ایمان کا تقاضا اور آخرت میں مفید ہے بلکہ دنیا میں اچھے نتائج اور اجر کا ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے ہر وفادار اور اطاعت گزار بندہ کو اس پر صحیح توکل اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

دعا کیسی مانگی جائے

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جامع دعائیں پسند فرماتے تھے اور غیر جامع کو چھوڑ دیتے تھے۔ (ابوداؤد شریف)

اس ارشاد مبارکہ میں دو باتوں کا ادب ہمیں سکھایا گیا ہے۔ ایک تو دعا مانگنے کا دوسرا جامع دعا مانگنے کا۔

نبی کریم ﷺ کی دعائیں جامع ہوتی تھیں۔ اس جامعیت کے دو پہلو بہت واضح تھے۔ ایک تو یہ کہ ہر ہر چیز کے لئے الگ الگ دعاؤں کے بجائے آنحضور ﷺ جامع دعا پسند فرماتے۔ دوسرا پہلو یہ کہ تنہا اپنے لیے دعا کرنے کے بجائے عام مسلمانوں کے لئے بلکہ تمام انسانوں کے لئے دعا کرنا زیادہ پسند فرماتے تھے۔

لیکن اس کا مطلب یہ بھی نہیں کہ آپ الگ الگ چیزوں کے لئے دعا مانگتے ہی نہ تھے یا اپنی ذات کے لئے انفرادی انداز میں دعائیں کرتے تھے۔ لیکن آپ کو جامع دعائیں زیادہ پسند تھیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کی اکثر یہ دعا ہوتی تھی:

"رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ" (متفق علیہ)

اس دعا میں جامعیت کے دونوں پہلو موجود ہیں۔ اور حدیث مبارکہ سے معلوم ہو رہا ہے کہ آپ اکثر یہ دعا مانگا کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ اکثر یہ دعا مانگتے تھے:

"اللھم انی اسئلک الھدیٰ و التقی و العفاف و الغنیٰ"

(مسلم)

"اے اللہ میں تجھ سے ہدایت تقوی، پاکدامنی اور استغنا مانگتا ہوں"

اس دعا کو آپ اکثر مانگا کرتے تھے۔ اس کی جامعیت کا اندازہ یوں لگایا جاسکتا ہے کہ آدمی چار طرح سے گمراہ ہوتا اور بھٹکتا ہے۔ (۱) یا تو ذھن وفکر اور دل ودماغ کی راہ سے گمراہ ہوتا ہے اس سے محفوظ رہنے کے لئے نبی کریم ﷺ ہدایت طلب فرماتے تھے۔

(۲) یا آدمی اخلاق کردار اور اپنی سیرت کے کسی پہلو سے گمراہی میں مبتلا ہوتا ہے۔ خوف خدا اور خیال آخرت کے بجائے نفس کی بندگی اور شیطان کی اطاعت اور دنیا کے طور طریقے یا باپ دادا اور خاندان برادری کے رسم ورواج اختیار کرتا ہے۔ اور اسی طرح اس کے اخلاق و عادات بگڑ جاتے ہیں۔ اس سے محفوظ رہنے کے لئے نبی کریم ﷺ تقویٰ پرہیز گاری اور پارسائی طلب فرماتے تھے۔

(۳) تیسری چیز، آدمی لغزشوں کا شکار جنس کی راہ سے ہوتا ہے۔ شرمگاہ کی راہ سے نفس پرستی اور شہوات میں مبتلا ہوتا ہے۔ اور گناہوں میں پھنس کر اپنے آپ کو تباہی سے دو چار کرلیتا ہے۔ اس سے محفوظ رہنے کے لئے نبی کریم ﷺ پاکدامنی طلب فرماتے تھے۔

(۴) یا آدمی دولت ثروت، روپیہ پیسہ اور مال ومنال کی راہ سے گمراہ ہوتا ہے۔ خدا پرستی کے بجائے لچھمی (دولت) کی پوجا کرنے لگتا ہے۔ عقبیٰ پسندی کے بجائے دنیا کا گرویدہ ہوجاتا ہے۔

اس سے محفوظ رہنے کے لئے نبی کریم ﷺ استغنا طلب فرماتے تھے:

اس دعا کی جامعیت کا اندازہ ایک اور پہلو سے کیجئے۔ الھدٰی. و التقی العفاف. الغنیٰ۔ آپ طلب فرماتے تھے۔ یعنی ہدایت زندگی کے تمام پہلوؤں اور تمام مرحلوں میں

طلب فرماتے تھے۔

آپ نے فرمایا: الغنیٰ غنی النفس ۔ یعنی دولت مندی تو اصل میں دل کی دولت مندی ہے۔ یعنی استغنا اور بے نیازی کا تعلق دل سے ہے۔

اسی طرح اور بے شمار دعائیں آپ سے منقول ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے مانگنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور ہماری دعاؤں کو شرف قبولیت سے نوازے۔ (آمین)

زبان کی حفاظت ضروری ہے

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ابن آدم جب صبح کرتا ہے تو اس کے تمام اعضاء زبان کے آگے عاجزی سے عرض کرتے ہیں کہ ہمارے سلسلے میں اللہ سے ڈر ہم تجھ سے متعلق ہیں۔ اگر تو استقامت اختیار کریگی تو ہم بھی استقامت اختیار کرینگے۔ اور اگر تو کج روی اختیار کریگی تو ہم بھی کجرو (ٹیڑھے) ہوجائیں گے۔ (ترمذی)

حدیث مبارکہ میں نبی کریم ﷺ ہمیں زبان کی حفاظت اور اس کے صحیح استعمال کا ادب سکھا رہے ہیں۔

عربی کا ایک مشہور مقولہ ہے: "الانسان مرکب من الخطاء و النسیان"

(ترجمہ) "کہ انسان خطاء ونسیان کا مرکب ہے"

انسان عموماً دو طرح کے گناہوں میں مبتلا ہوتا ہے۔ چاہے وہ گناہ قصداً جان بوجھ کر ہوں یا نسیاناً بھول چوک سے ہوں۔

ان میں حق کے خلاف سوچنا، باطل کے لئے دلائل فراہم کرنا۔ اہل حق کو زیر کرنے کے بارے میں سوچنا۔ کفر وشرک اور الحاد کے فلسفے بنانا۔ یہ تمام ذہن کے گناہ ہیں۔

اور اسی طرح حق اور حق والوں کے خلاف بغض، کینہ، حسد نفرت دشمنی، حقارت کے جذبات رکھنا، اللہ اور اس کے رسول ودین کے غداروں اور باغیوں کو یا فتنہ وفساد پھیلانے

والے لوگوں کو اپنا دوست بنانا ان گناہوں کا تعلق دل سے ہے۔

اسی طرح انسان اپنے جسم کے اعضاء سے بھی گناہ کرتا ہے۔ ان میں سے ایک زبان بھی ہے۔ یہ ۳۲ فوجیوں کے محاصرہ میں نرم وملائم گوشت کا ایک ٹکڑا اس قدر تیز وطرار ہے کہ انسان کو آسمان کی بلندی سے اٹھا کر زمین کی غلاظت وپستی میں لا پھینکتا ہے۔

اس کو قابو میں رکھنے والے ان کے دل ودماغ ہیں۔ اچھی نیت احسن عقیدہ اور بہترین سوچ وفکر کے ذریعہ دل اور دماغ سلیقہ شعار، مہذب اور پاکیزہ بن گئے تو یہ زبان کو کنٹرول کر لیتے ہیں۔

وگرنہ یہ ایسی آفت کی پرکالہ ہے بلکہ مست وبے قابو ہاتھی کی طرح انسان کو تباہی و بربادی سے دوچار کر دیتی ہے۔

اسی لیے ہر ذی شعور انسان کو اپنی زبان کی حفاظت کرنا چاہئے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ اچھی بات کہے یا پھر خاموش رہے'' (متفق علیہ)

اول تو انسان کو فضول وبے کار بولنا ہی نہیں چاہئے صرف ضرورت کے وقت بولے اور اگر بولے بھی تو پھر پہلے اپنی بات کو تولے کہ میں غلط بات تو نہیں کر رہا؟ جھوٹ تو نہیں بول رہا؟ میری بات فتنہ پھیلانے کا سبب تو نہیں بنے گی؟ اور میں ناحق وباطل تو کلام نہیں کر رہا؟ اگر ہم زبان کو استعمال کر ہی رہے ہیں تو پہلے ہمیں اپنی زبان کو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق بنانا ہوگا۔

خالق زبان نے دل ودماغ کا سوچ فکر کا نظر وخیال کا عقیدہ وایمان کا ایک پاسبان بنایا ہے، ان کی پاسبانی اور حفاظت سے ہمیں بھرپور فائدہ حاصل کرنا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ" (سورہ ق)

آدمی جو لفظ بھی زبان سے نکالتا ہے تو وہاں ایک سخت نگران موجود ہوتا ہے۔

لہٰذا انسان کو یہ یاد رکھنا چاہئے کہ چوبیس گھنٹے وہ دو فرشتوں کی نگرانی میں ہے جو اس کا پرسنل

ڈیٹا تیار کر رہے ہیں۔ اور اس میں سب سے زیادہ اندراج اسی زبان کے استعمال کا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

زبان کے چند گناہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''بندہ ایک کلمہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا اس کو کوئی اہمیت دیتے ہوئے نکالتا ہے تو اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ اس کے درجات بلند فرما دیتا ہے۔ اور بندہ ایک کلمہ زبان سے ادا کر دیتا ہے۔ اللہ کی ناراضگی کی پرواہ کیے بغیر، اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ اس کو جہنم میں پھینک دیتا ہے'' (بخاری)

حدیث مبارکہ میں نبی کریم ﷺ نے زبان کی حفاظت کی تعلیم دی اور اس کو صحیح استعمال کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔

حدیث مبارکہ سے واضح ہوتا ہے کہ انسان کی زبان ہی اسے جنت اور جہنم کا مستحق بنا دیتی ہے۔ زبان کے گناہ کس قدر زیادہ ہیں اس کا احاطہ اس حقیر بندہ سے ناممکن ہے لیکن چند گناہ اس عنوان کے ذیل میں درج کیے جا رہے ہیں کہ جن کی وجہ سے بندہ جہنم میں جھونک دیا جاتا ہے۔

(۱) ایک گناہ تو یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور خوشنودی یا اس کے غضب اور غصہ کو خاطر میں لائے بغیر بے تھکان بولتا ہے۔ اور یوں اسے فضول گوئی کی عادت ہو جاتی ہے۔ نتیجۃً وہ اسی عادت کی وجہ سے کوئی ایسا کلمہ زبان سے ادا کر دیتا ہے جس کی وجہ سے وہ جہنم کی وادیوں میں دھکیل دیا جاتا ہے۔ اس کا علاج صرف یہ ہے کہ انسان بولنے میں بھی اور دیگر کام کرنے میں بھی اللہ تعالیٰ کی خوشی ناخوشی کا خیال رکھے۔

(۲) حدیث مبارکہ کا مفہوم ہے کہ جو شخص اس چیز کی ذمہ داری لے جو اس کے دونوں جبڑوں کے درمیان اور دونوں ٹانگوں کے بیچ میں ہے تو میں اس کے لئے جنت کی ذمہ داری لیتا ہوں۔ (متفق علیہ)

حقیقت یہ ہے کہ انسان زبان کے کنٹرول میں نہیں بلکہ زبان انسان کے کنٹرول میں

ہے۔ آدمی کا ذہن ومزاج، عقیدہ وخیال جیسا ہوگا وہ اسی کے مطابق اپنی زبان اور دوسرے اعضاء کو استعمال کرے گا۔

یعنی وہ ایسی باتیں نہ کرے جن کی وجہ سے وہ دوزخ کا ایندھن بن جائے اور جنت کی نعمتوں سے محروم ہو جائے۔

(۳) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت کا مفہوم ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ اللہ کی یاد کے بغیر زیادہ باتیں نہ کرو، کیونکہ ذکر خدا کے بغیر زیادہ باتیں کرنے سے دل سخت ہو جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ دور سخت دل آدمی ہوتا ہے۔

گویا آدمی غلط صحیح اول فول، اچھی بری باتیں زبان سے نکالے اور یہ خیال نہ آئے کہ یہ خطابت کا انداز یہ زبان کی فصاحت وبلاغت یہ قوت گویائی کس نے اور کیوں دی؟

چونکہ اللہ تعالیٰ کا ہم پر حق ہے لہٰذا اس کا علاج یہ ہے کہ آدمی اس بات پر اللہ کا شکر ادا کرے کہ اس نے ہمیں زندگی عطا کی اور قوت گویائی دی اور اپنی غفلت اور کثرت کلام پر نادم ہو اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد رکھے اور اپنے دل ودماغ زبان وعمل سے اللہ کا شکر ادا کرے۔

(۴) قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے:

وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ''یعنی تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے''

غیبت ایک عظیم گناہ ہے، اور یہ اس قدر قبیح ہے کہ اسے اپنے مردہ بھائی کے گوشت کھانے سے تعبیر کیا گیا ہے۔

اس کا علاج یہ ہے کہ انسان تقویٰ اختیار کرے اور اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت اور فرمانبرداری کرے۔

(۵) قرآن کریم میں ارشاد ہے:

مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْد.

یعنی آدمی جو لفظ بھی اپنی زبان سے نکالتا ہے تو وہاں ایک سخت نگران موجود ہوتا ہے۔
مطلب یہ ہے کہ آدمی کو یہ یاد ہی نہ رہے کہ میرا روز مرہ کا نظام الاوقات اور اعمال

لکھے جا رہے ہیں اور خفیہ فائل تیار ہو رہی ہے۔ احساس ذمہ داری کے بغیر بولنے کا علاج یہی ہے کہ اس حقیقت کا ہر وقت استحضار رہے کہ میری ہر حرکت لکھی جا رہی ہے۔

(۶) اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ السَّمْعَ وَ الْبَصَرَ وَ الْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْؤلًا'' (بنی اسرائیل)

ترجمہ: ''یقیناً قوت سماعت، قوت بصارت اور قوت قلب ہر ایک کے بارے میں جوابدہی کرنا ہوگی''

زبان کا ایک گناہ یہ بھی ہے کہ جوابدہی کے احساس کے بغیر قینچی کی طرح چلتی رہے اور جو چاہے کہتی رہے، نہ خوف خدا نہ خیال آخرت پس فضول گوئی ہوتی رہے۔ اسکا علاج یہ ہے انسان ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کا تصور رکھے کہ اللہ اسے دیکھ رہا ہے اور آخرت کے معاملات کا ذہن میں خیال واستحضار ہو۔

(۷) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کون سا مسلمان افضل ہے؟ فرمایا: جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں۔
(متفق علیہ)

زبان کے گناہوں میں سے ایک گناہ یہ بھی ہے کہ اللہ کے بندوں کو نشانہ بنائے ان کو طعن وتشنیع کا نشانہ بنائے۔ ان کو بدنام کرے۔ ان کی تذلیل وتحقیر کرے اور ان کے خلاف رائے ہموار کرے۔

اس کا علاج اس کے سوا کچھ نہیں کہ خوف خدا اور خیال آخرت کو سامنے رکھ کر اللہ کے نیک اور فرمانبردار بندوں کو پہچانے اور ان کے مقام ومرتبہ ومنصب کی قدر کرے۔

زبان کے اور بھی گناہ ہیں لیکن اگر ہم ان پر بھی قابو پالیں تو جہنم سے چھٹکارا حاصل ہوسکتا ہے۔ (زبان اور دیگر اعضائے انسانی کے گناہوں پر تفصیلی مطالعہ کے لئے ہماری کتاب ''اعضائے انسانی کے گناہ'' مطالعہ فرمائیں) اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

گھریلو ذمہ داریاں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب آدمی اپنے اہل وعیال پر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے خرچ کرتا ہے تو وہ اس کے لیے صدقہ ہوتا ہے۔ (متفق علیہ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب نبی کریم ﷺ سے سنا ہے کہ تم میں سے ہر ایک شخص ذمہ دار ہے اور ہر شخص کو اپنی رعیت کے بارے میں جواب دینا ہوگا۔ امام ذمہ دار ہے اور اپنی رعیت کے متعلق جوابدہ ہے۔ مرد اپنے اہل وعیال کا ذمہ دار ہے اپنی رعیت کے متعلق جوابدہ ہے۔ خاتون اپنے شوہر کے گھر کی ذمہ دار ہے اور اپنی رعیت کے متعلق جوابدہ ہے۔ (متفق علیہ)

احادیث مبارکہ میں ہمیں جس چیز کا ادب جناب نبی کریم ﷺ سکھارہے ہیں وہ ہے ذمہ داری اور احساس ذمہ داری اور اہل وعیال پر خرچ کرنا ہم یہاں گھریلو ذمہ داری کے حوالے سے بات کرینگے۔

اللہ رب العزت نے انسان کو زمین میں اپنا خلیفہ بنایا ہے۔ گویا انسان ذمہ دار ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل وشعور سے نوازا ہے۔ اور ارادہ واختیار کا حامل بنایا ہے۔ انسان پر مختلف ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔

حقوق اللہ کی ادائیگی کی، حقوق العباد، حقوق النفس کی ذمہ داریاں اور اسی طرح ان تمام چیزوں کے حقوق ادا کرنے کی ذمہ داری جن کو وہ اپنے تصرف میں رکھتا ہے اور جو اس کے ماتحت ہیں۔ یعنی اہل وعیال وغیرہم۔

انسان پر اہل وعیال اور متعلقین کے سلسلہ میں دوقسم کی ذمہ داریاں ہیں ایک کا تعلق مادی اور دنیوی ضرورتوں سے ہے۔ مثلاً ضروریات زندگی کا مہیا کرنا دوسری قسم ان کی اخلاق وروحانی تربیت سے متعلق ہے۔ مثلاً ایمان وعمل صالح کے حامل بنانے کی کوشش کرنا۔ اللہ اور بندوں کے حقوق ادا کرنے کے قابل بنانا۔ اچھی تعلیم وتربیت کا انتظام کرنا۔

اعلیٰ اخلاق اور نیک سیرت بنانے کی فکر کرنا۔ مومن، مسلم، متقی اور محسن بنانے کی سعی کرنا، مبلغ مجاہد اور دین کا مددگار بنانا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا:

"وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ"

یعنی صاحب اولاد پر بیویوں کا نان نفقہ اور لباس معروف طریقہ پر واجب ہے اس آیت سے معلوم کہ رزق، نان نفقہ اور اس کے ساتھ اچھے طریقے سے اپنے اہل وعیال کی تمام دنیوی ضرورتوں کو اپنی حیثیت کے مطابق مہیا کرنا۔

دوسرا یہ کہ اگر آدمی صاحب حیثیت اور فارغ البال یعنی مصروف نہیں ہے گھریلو مصروفیات میں تو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اہل وعیال پر بھی کشادہ دلی کے ساتھ خرچ کرے۔ اور اگر تنگ دست ہے تو اپنی گنجائش کے مطابق خرچ کریں۔

اور اسی طرح اپنے اہل وعیال کے نان نفقہ اور ضروریات زندگی کو پورا کرنے کے لئے کوشش تو کرے لیکن حرام ذرائع سے ہر ممکن طور پر بچے۔

اور اسی طرح قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا.

"اپنے اہل وعیال کو نماز کا حکم دو اور اس پر خود بھی قائم رہو"

آیت کریمہ سے واضح ہوا کہ اہل وعیال کو نماز کا حکم بھی دے تلقین کرے اور دینی تعلیم وتربیت سے آراستہ کرے اور خود بھی دین پر قائم رہ کر نماز ادا کر کے اہل وعیال کے سامنے عملی نمونہ پیش کرے۔

اسی طرح اہل وعیال کو جہنم سے بچانے کی فکر کرے اور خود بھی دوزخ سے بچے۔ جہنم سے بچنے کے لئے چونکہ ایمان اور عمل صالح ضروری ہیں اللہ اور بندوں کے حقوق ادا کرنا ضروری ہیں لہذا اس کی خوب تعلیم دے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگیں

حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا، اور عرض کیا یا رسول اللہ (ﷺ) کون سی دعا افضل ہے؟ فرمایا اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگا کر۔ اس نے دوسرے دن حاضر ہو کر پھر یہی سوال کیا۔ آپؐ نے پھر وہی جواب دیا کہ تو اللہ سے دین و دنیا کی عافیت طلب کر۔ اس نے تیسرے دن پھر یہی سوال کیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ اگر تجھ کو دین و دنیا میں عافیت مل گئی تو ،تو فلاح کو پہنچ گیا۔ (ترمذی)

حدیث مبارکہ میں نبی کریم ﷺ ہمیں اپنی دعاؤں میں اللہ تعالیٰ سے دنیا وآخرت کی بھلائی، خیر و عافیت مانگنے کی تعلیم دے رہے ہیں۔

آج کل ہماری مصنوعی مصروفیات اتنی بڑھ گئی ہیں کہ اکثر اوقات کو نماز بھی ادا کرنے کا وقت نہیں ملتا اور اگر نماز ادا بھی کر لیتے ہیں تو بس سلام پھیر کر فوراً اپنے کام اپنی دکان کی طرف بھاگتے ہیں دعاء مانگنے کا تو وقت کبھی اتفاقاً ہی ملتا ہے۔ الا ماشاءاللہ۔

لوگ ہر وقت پریشان رہتے ہیں، شکایات چند ایک ہی ہوتی ہیں تو امیر و غریب میں مشترک ہیں۔ (۱) کام کاروبار میں برکت نہیں ہے۔ (۲) گھروں میں باہمی لڑائی جھگڑے ہوتے ہیں۔ (۳) زندگی میں سکون ختم ہو گیا ہے۔ یہ شکایت آپ تقریباً ہر طبقہ کی زبان سے سنیں گے۔

اس کی وجہ سوائے اس کے کچھ نہیں کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے منہ پھیر لیا ہے اور حرام و حلال کا فرق ختم کر دیا ہے اور اللہ سے دعائیں مانگنا ختم کر دی ہیں۔

آج رزق کی تلاش میں ہم قریہ قریہ بستی شہر شہر ملکوں ملکوں کی سیر کرتے ہیں مگر اپنے رازق جل مجدہ کو راضی نہیں کرتے۔ اس کی خوشنودی کو مدنظر نہیں رکھتے اور نہ ہی اس سے عافیت مانگتے ہیں۔

یہ عمومی سی بات ہے کہ اگر کوئی شخص کسی ادارے میں ملازم ہو اور وہ ادارے کے سربراہ کی مخالفت میں چلے تو لازماً اسے ادارے سے باہر نکال دیا جائے گا اور اسے کوئی آسائش

نہیں دی جائے گی۔

لیکن اللہ کی ذات کتنی رحیم و کریم ذات ہے کہ ہم صبح و شام اس کی نافرمانیاں کرتے ہیں وہ پھر بھی ہمیں وافر رزق عطا فرماتا ہے۔ صرف تنبیہ کے لئے اور خواب غفلت سے جگانے کے لئے کبھی پریشانی کبھی کوئی بیماری ڈالتا ہے کہ بندہ اللہ کی طرف رجوع کرے۔

اور جو لوگ اس کے متنبہ کرنے پر اس کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں اور اس سے معافی مانگتے ہیں اور عافیت طلب کرتے ہیں تو انہیں دین و دنیا کی بھلائی حاصل ہو جاتی ہے۔ اور سکون قلبی حاصل ہو جاتا ہے۔

دنیا میں سکون مل جائے اور دل پریشان نہ ہو تو یہ اللہ تعالیٰ کی رضا کی نشانی ہے اور یہ سکون اس کی اطاعت سے ہی حاصل ہوتا ہے، پھر سب پریشانیاں ختم ہو جاتی ہیں۔ اگر کچھ پریشانی آتی بھی ہے تو بھی دل پرسکون رہتا ہے اور یہی عافیت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دنیا و آخرت کی تمام بھلائیاں عطا فرمائے اور تمام شرور وفتن سے نجات عطا فرمائے۔ آمین

احسان کا شکر ادا کرو

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جب کوئی تمہارے ساتھ اچھا سلوک کرے تو تم بھی اس کا بدلہ دیا کرو۔ اگر کچھ دینے کو نہ ہو تو اپنے محسن کے حق میں دعا ہی کر دیا کرو اور یہ سمجھ لو کہ دعا اس سلوک کا بدلہ ہے'' (نسائی شریف)

حدیث مبارکہ میں نبی کریم ﷺ ہمیں دو باتوں کی تعلیم دے رہے ہیں ایک یہ کہ احسان کا بدلہ دینا۔ دوسرا دعا کرنا۔

احسان کا بدلہ دینا اور اپنے محسن کا شکریہ ادا کرنا یہ اخلاقی فرض بھی ہے اور احسان کا تقاضا بھی ہے۔ اور اس سے بڑھ کر معاشرے کے سدھار کا سبب بھی ہے۔ احسان کا بدلہ دینا انبیاء کی سنت بھی ہے اور اللہ تعالیٰ کا حکم بھی ہے۔

احسان کرنے والا احسان اس لئے نہیں کرتا کہ اس کا بدلہ اسے دیا جائے بلکہ وہ اللہ تعالیٰ سے اجر کی امید پر احسان اور حسن سلوک کرتا ہے۔

لیکن جس پر احسان کیا جائے اس کو چاہئے کہ اپنے محسن کا شکریہ ادا کرے اور اس کا بدلہ دے۔

لیکن بدلہ کے لئے یہ ضروری نہیں کہ اس کو بدلہ بھی اسی طرح کا دیا جائے اگر اس کی استطاعت نہیں ہے تو اس کے حق میں دعا کردے۔

ایک حدیث مبارکہ کا مفہوم ہے کہ احسان کے بدلے میں جزاک اللہ خیراً کہا کرو یہ بھی احسان کا بدلہ ہے۔

اور دعا دینا یہ ایک اچھا عمل ہے نبی کریم ﷺ کے ارشاد کا مفہوم ہے کہ آپس میں ایک دوسرے کو سلام کیا کرو کیونکہ سلام دعا ہے۔ کیونکہ نہ جانے کونسا وقت قبولیت کا ہو۔ اور جب جواب میں بھی سلام کیا جائے تو وہ بھی دعا ہے اور اگر قبولیت کے وقت میں دعا دی جائے اور قبول ہو جائے تو ہماری تو دنیا و آخرت سنور جائیگی۔ احسان کا شکر ادا کرنے کے بارے میں تفصیلی مطالعہ کرنے کے لئے ہماری کتاب (توشہ صابرین و ذخیرہ شاکرین مطبوعہ کراچی کا مطالعہ فرمائیں)

اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

نیک عورت کون؟

نبی کریم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”عورت جب کہ وہ پانچوں وقت کی نماز پڑھے۔ رمضان کے روزے رکھے اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرے اور اپنے شوہر کی اطاعت کرے تو وہ جنت کے دروازوں میں سے جس دروازے سے چاہے داخل ہو“ (مشکوٰۃ)

حدیث مبارکہ میں نبی کریم ﷺ خصوصاً خواتین کو اور عموماً تمام افراد کو چند باتوں کا ادب سکھا رہے ہیں کہ جن کی ادائیگی اور جن کو اختیار کر کے ہم اپنی دنیا و آخرت دونوں سنوار سکتے ہیں۔ اور دنیا کی تمام بھلائیاں حاصل اور آخرت کے عذابات سے مکمل بچ سکتے ہیں۔

اول الذکر دو چیزیں عبادت سے تعلق رکھتی ہیں۔ یعنی نماز کی ادائیگی اور روزوں کا رکھنا۔ جہاں ان کے دنیاوی فوائد ہیں وہیں اصل چیز اللہ تعالیٰ کی اطاعت بھی ہے کہ جب

بندہ اپنے آپ کو مکمل اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیگا تو اس کے احکام کی پابندی کریگا۔

اور دوسری چیز ہے شرمگاہ کی حفاظت اور شوہر کی اطاعت۔ یہ دونوں چیزیں عورت کا ظاہری حسن اور زیور ہیں، شرمگاہ کی حفاظت سے مراد یہ ہے کہ انسان بدکاری و زنا سے بچے چاہے شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ اور یہ مرد و عورت دونوں کے لئے حکم ہے۔ فواحش سے بچنے میں جہاں اخروی فوائد ہیں وہیں دنیاوی فوائد بھی ہیں کہ کوئی بھی شخص اس پر انگلیاں نہیں اٹھاتا۔ اور ان کا گھر بھی قائم و دائم رہتا ہے۔ خاندان بھی متاثر نہیں ہوتا۔

اور دوسری چیز شوہر کی اطاعت ہے۔ گناہوں کے معاملات کے علاوہ شوہر کی اطاعت بیوی پر فرض ہے۔ شریعت مطہرہ کا تو یہ بھی حکم ہے کہ اگر عورت نفل نماز پڑھ رہی ہو اور شوہر بلائے تو نیت توڑ کر اسکی بات سنے۔

لیکن اس اطاعت و فرمانبرداری کو غلامی نہ سمجھے بلکہ اللہ کا حکم سمجھ کر اختیار کرے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ چند دن اگر عورت اپنے شوہر کی دلجمعی کے ساتھ بلا چوں و چراں دل چاہے نہ چاہے ہر حال میں محض اللہ کا حکم سمجھ کر اس کی اطاعت کرے تو بقیہ زندگی اس کی سکون و چین سے گزرتی ہے کیونکہ جب وہ شوہر کی اطاعت دل و جان سے کریگی تو چند ہی دنوں میں شوہر اس کا گرویدہ ہو جائے گا۔ پھر اکثر کام بیوی کی منشاء کے مطابق انجام پذیر ہونگے اور یہ حقائق اور مشاہدہ پر مبنی بات ہے۔ بس عمل کی دیر ہے۔

اللہ رب العزت ایسی عورت کو جنت کا اعلیٰ مقام عطا فرماتے ہیں۔ اور اس کا گھر شاد آباد رہتا ہے اور بابرکت زندگی گزارتی ہے۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

بدعت جہنم کی آگ ہے

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی ﷺ نے فرمایا ”بدعتی (دین میں اپنی مرضی سے نئی باتیں نکالنے والا) کا روزہ، زکوٰۃ، عمرہ، جہاد، بدلہ، معاوضہ کچھ بھی اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرمائے گا اور وہ اسلام سے اس طرح خارج ہو جاتا ہے جس طرح گندھے ہوئے آٹے سے بال نکال دیا جاتا ہے۔

بدعت کہتے ہیں کہ کوئی بات اپنی مرضی سے بلا دلیل گھڑ لی جائے اور اسے دین کا جز بنا دیا جائے۔

درج بالا حدیث میں نبی کریم ﷺ ہمیں بدعات سے بچنے کی تعلیم دے رہے ہیں۔

آج کے اس پرفتن دور میں بدعات اتنی کثیر اور عام ہو چکی ہیں کہ اچھے بھلے پڑھے لکھے دیندار افراد بھی اس گناہ کبیرہ کی زد میں آ چکے ہیں۔ آج کے دور میں سنت نبوی ﷺ کے نام پر جس طرح سے عبادت و معاملات گھڑے جا رہے ہیں اور انہیں اس طرح عام کیا جا رہا ہے کہ ہر ایک شخص نہ چاہتے ہوئے بھی اس گناہ میں مبتلا ہو رہا ہے۔

اگر ان باتوں کو بیان کرنے والا کوئی عام آدمی ہو تو انسان اس سے بچ سکتا ہے لیکن اسے باقاعدہ نام نہاد علماء و مفتیان سوء قرآن و حدیث سے ثابت کرنے کی جھوٹی کوشش کرتے ہیں اور سادہ لوح عوام ان بدکردار علماء سوء کے جال میں آ کر اپنا دین و ایمان برباد کر لیتے ہیں۔

حالانکہ نبی کریم ﷺ کے واضح ارشادات ہمارے سامنے موجود ہیں جن میں بدعات سے بچنے کی اور بدعات کی قباحت صاف بیان فرمائی گئی ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''بعد حمد الٰہی کے معلوم ہونا چاہئے کہ سب سے بہتر کلام کتاب اللہ ہے اور بہترین راستہ محمد (ﷺ) کا راستہ ہے اور بدترین چیزوں میں وہ ہے جسے نیا نکالا گیا ہو اور ہر بدعت گمراہی ہے'' (مسلم، مشکوۃ)

حدیث مبارکہ میں واضح طور پر بدعت کو گمراہی قرار دے کر امت کو اس سے بچنے کی تعلیم دی گئی ہے اور کلام اللہ اور سنت رسول اللہ کو راہ ہدایت قرار دیا گیا ہے۔

لیکن حیرانگی ہوتی ہے ان لوگوں پر جو بڑے دھڑلے سے نئی نئی چیزیں ایجاد کرتے ہیں اور انہیں محبت رسول ﷺ کا تقاضا کہتے ہیں، یہ نئی باتیں دین میں ایجاد کرنے والے کتنے مکروہ اور خبیث ہیں اس کا اندازہ نبی کریم ﷺ کے ارشادات سے ہوتا ہے۔ (ابن عساکر)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے فرمایا ھادی عالم ﷺ نے کہ جب تم کسی بدعتی کو دیکھو تو اس کے سامنے ترش روئی سے پیش آؤ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ہر بدعتی کو دشمن رکھتا ہے۔

(ابن عساکر)

مشکوۃ شریف میں روایت ہے کہ فرمایا: ''جس نے بدعتی کی تعظیم و توقیر کی اس نے اسلام کے ڈھانے میں مدد دی'' (مشکوۃ)

احادیث بالا سے معلوم ہوا کہ صرف بدعت بری چیز نہیں بلکہ بدعت کو کرنے والا بھی انتہائی برا ہے اس کی برائی اتنی شدید ہے کہ اللہ بھی اس کو اپنا دشمن رکھتے ہیں اور وہ دشمن اسلام سے ملقب کیا گیا ہے۔

بدعات سے بچتے ہوئے سنتوں پر عمل کرنے کا اجر بہت زیادہ ہے کیونکہ اس وقت سنتوں کی ادائیگی واجبات کے درجات میں ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص میری امت میں (عملی و اعتقادی) خرابی پیدا ہونے کے وقت میری سنت پر عمل کریگا اسے سو شہیدوں کا ثواب ملے گا'' (مشکوۃ)

حدیث مبارکہ میں بدعات سے بچنے اور بدعات کے زور کے وقت سنتوں پر عمل کرنے کی تعلیم دی گئی ہے کہ اس پر اللہ کی طرف سے اتنا بڑا اجر ہے کہ انسانی وہم و گمان سے بھی بالا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو سنتوں پر عمل کرنے اور بدعات سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

جھوٹ کو سچ بتانا

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''سب سے بڑی خیانت یہ ہے کہ تم اپنے بھائی سے کوئی بات کہو اور وہ تمہاری بات کو سچ سمجھے حالانکہ تم نے جو بات کہی وہ جھوٹی تھی'' (ابوداؤد شریف)

حدیث مبارکہ میں نبی کریم ﷺ ہمیں سچ بولنے کی اور جھوٹ بولنے سے بچنے کی تعلیم دے رہے ہیں۔

عوام و خواص میں یہ بات عام ہے کہ معمولی معمولی باتوں میں جھوٹ بولا جاتا ہے اور اس جھوٹ کو ثابت کرنے کے لیے قسمیں کھائی جاتی ہیں۔ (الا ماشاء اللہ)

خصوصاً کاروبار میں تو یہ بالکل گناہ سمجھا ہی نہیں جاتا بلکہ اسے سمجھدار بزنس مین اور کامیاب بزنس مین کا نام دیا جاتا ہے جو شخص جتنی صفائی سے جھوٹ بول کر گاہک کو رضا مند کرلے کہ وہ اس کی چیز خرید لے۔

اور بعض جگہوں پر خصوصاً ایسے لڑکوں کو تلاش کیا جاتا ہے جو جھوٹ انتہائی صفائی سے بول کر ان کی چیزیں بیچ دیا کریں۔

اس طرح آپس میں کچھ دوست احباب ایک دوسرے سے کسی کام کا وعدہ کر لیتے ہیں اور وقت مقرر پر کام مکمل نہ ہونے کی صورت میں جھوٹ انتہائی خوبصورتی سے کہتے ہیں کوئی بہانہ بنا کر سامنے والا یقین کر لیتا ہے۔ اور بعض سیدھے سادھے تو معذرت بھی کرنا شروع کردیتے ہیں کہ بھائی آپ نے ہماری وجہ سے اتنی تکلیف اٹھائی معافی چاہتے ہیں۔

اور سامنے والا دل ہی دل میں اس کی سادگی پر ہنستا ہے۔ جو کہ دھوکہ بازی کا انتہائی اعلیٰ درجہ ہے۔

قرآن کریم نے جھوٹ بولنے والے پر لعنت فرمائی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

الا لَعنۃُ اللہِ علَی الکاذِبِین۔

(ترجمہ) ''بے شک جھوٹ بولنے والوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے''

نبی کریم ﷺ کی حدیث مبارکہ کا مفہوم ہے کہ ''مومن (سب کچھ) کرسکتا ہے مگر جھوٹ نہیں بول سکتا''

حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ جھوٹ ایسا قبیح عمل ہے کہ مومنین کے لئے اس کا تصور بھی محال ہے کہ مومن جھوٹ بول سکتا ہے۔

کتب سیر میں ایک واقعہ درج ہے ''مختصر یہ کہ ایک شخص آنحضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں بہت زیادہ گناہ کرتا ہوں میں انہیں چھوڑنا چاہتا ہوں مگر اتنے کثیر ہیں کہ ایک ساتھ نہیں چھوڑ سکتا، آپؐ کوئی ترتیب فرمائیے۔

آپؐ نے فرمایا کہ سب سے پہلے جھوٹ بولنا چھوڑ دو۔ اس شخص نے وعدہ کر لیا کہ اب جھوٹ کبھی بھی نہیں بولے گا۔ اس ایک گناہ کو چھوڑنے کے سبب اس کے تمام گناہ

چھوٹ گئے، کیونکہ وہ جب بھی کسی گناہ کے قریب جاتا تو اس کو چھپانے کے لئے جھوٹ بولنا پڑتا۔ اور وہ جھوٹ نہ بولنے کا وعدہ کر چکا تھا۔ لہٰذا ہر گناہ وہ چھوڑتا چلا گیا۔

معلوم ہوا کہ جھوٹ ہی اکثر گناہوں کا سبب بنتا ہے اور آدمی گناہ پر مزید جری ہو جاتا ہے۔ لیکن جھوٹ سے بچنے کے سبب تمام گناہوں سے بھی بچ جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں جھوٹ کی لعنت سے بچائے۔ آمین

اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ شخص

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ایک آدمی لق ودق جنگل میں جا رہا ہو۔ اور ایک اونٹ پر اس کا کھانا پانی رکھا ہو۔ اتفاقاً وہ اونٹ گم ہو جائے۔ یہ مسافر تلاش کرتے کرتے تھک جائے اور آخر موت کا انتظار کرنے لگے۔ جب دم نکلنے کے قریب ہو تو یکایک وہ اونٹ نظر آجائے۔ اس اونٹ کو دیکھ کر جس قدر خوشی اور مسرت اس مسافر کو ہوگی، اس خوشی سے بھی زیادہ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والے شخص سے خوش ہوتا ہے'' (صحاح ستہ)

حدیث مبارکہ میں نبی کریم ﷺ ہمیں گناہوں سے بچنے اور گناہ ہو جانے کی صورت میں توبہ واستغفار کرنے کی تعلیم دے رہے ہیں۔ ...... حقیقت یہ ہے کہ آج کے اس پرفتن دور میں گناہوں سے بچنا انتہائی مشکل ہو گیا ہے۔ نہ چاہتے ہوئے بھی انسان گناہ میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اور بعض گناہ وہ جان بوجھ کر قصداً کرتا ہے۔ لیکن بعد میں ندامت وشرمندگی بھی ہوتی ہے۔

نبی کریم ﷺ نے یہی ادب ہمیں سکھایا ہے کہ اگر گناہ ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا جائے اور اپنے گناہ میں شرمندگی وندامت کے ساتھ استغفار کیا جائے۔ اور ساتھ یہ بھی فرمادیا کہ اللہ تعالیٰ وہ کریم وغفور ذات ہے جو توبہ کرنے اور معافی مانگنے پر خوش ہوتا ہے اور معاف فرمادیتا ہے۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ انسان اپنی مرضی سے خوب گناہ کرے اور پھر توبہ کر لے بلکہ مطلب یہ ہے کہ وہ کوشش کرے کہ گناہ نہ ہو لیکن اگر ہو جائے تو استغفار کر لے۔ ایک اور جگہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کو اپنی تعریف بہت پسند

ہے۔اس نے اپنی تعریف خود جا بجا کی ہے۔اللہ تعالیٰ سے زیادہ کوئی غیرت مند نہیں ہے اسی وجہ سے اس نے فواحشات کو حرام قرار دیا ہے۔اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کسی کو عذر محبوب نہیں ہے۔یہی وجہ ہے کہ اس نے رسول بھیجے، کتاب نازل کی، تا کہ بندہ اپنی غلطیوں پر متنبہ ہو کر خدا سے عذر (معافی) طلب کرے'' (مسلم شریف)

حدیث مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو بندے کا معافی مانگنا بہت پسند ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اتنا وسیع نظام بنایا کہ انبیاء ورسل مبعوث فرمائے کتابیں نازل فرمائیں۔تا کہ بندہ فواحشات ومنکرات کو پہچانے اوران سے بچے اور کرنے کی صورت میں اللہ کی طرف رجوع کرے۔

اور اللہ تعالیٰ کی طرف اگر کوئی شخص رجوع کرے تو یہ انتہائی خوشی کی بات ہے اور سعادت ہے کیونکہ رجوع الی اللہ خوش نصیبی ہے۔اور حدیث مبارکہ میں بھی اسے خوش نصیبی کہا گیا ہے۔

مستدرک حاکم میں ایک روایت نقل کی گئی ہے کہ سرور دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ایک انسان کی یہ خوش نصیبی ہے کہ اس کی عمر زیادہ ہو اور اللہ تعالیٰ اس کو توبہ اور رجوع الی اللہ کی توفیق عطا فرمائے۔ (مستدرک حاکم)

احادیث مبارکہ میں جو تعلیم وادب سکھایا گیا ہے اور تلقین فرمائی ہے۔وہ یہ کہ انسان توبہ ہر حال میں کرے۔ نبی کریم ﷺ توبہ واستغفار کی مختلف دعائیں منقول ہیں انہیں پڑھتے رہنا چاہئے۔(اور اس کی کوئی تحدید سے نہیں ہے کہ گناہ ہونے پر ہی پڑھے بلکہ ہر وقت یا جس وقت بھی یاد آ جائے استغفار پڑھے تا کہ گناہوں کی معافی کے ساتھ ساتھ دوسرے فوائد و برکات بھی حاصل ہو جائیں)

اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔(آمین)

بدنصیب کون

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''دوزخ میں صرف بدنصیب داخل ہوگا عرض کیا گیا بدنصیب کون ہے یا رسول اللہ؟ فرمایا: بدنصیب وہ ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اس کی اطاعت نہیں کی اور اللہ تعالیٰ کے لیے گناہوں کو نہیں چھوڑا'' (ابن ماجہ، مشکوۃ شریف)

رحمۃ للعالمین ﷺ اپنی امت کی بھلائی کے لئے ہمیشہ مصروف عمل رہے اور اپنی تعلیمات کے ذریعے امت کو گمراہی سے نکالنے کی ہمیشہ کوشش کی۔

حدیث مبارکہ میں بھی رسول اکرم ﷺ ہمیں گناہوں سے بچنے اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی تلقین فرما رہے ہیں اور تعلیم دے رہے ہیں کہ

اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کریں اور اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اپنے نفس کو ماردیں، تا کہ احکام خداوندی ادا کرسکیں اور اللہ تعالیٰ راضی ہو جائیں۔

اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کا اور اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے تعلیم دی کہ اللہ کی اطاعت کریں اور گناہوں کو چھوڑ دیں۔

اگر کوئی شخص اللہ کی خوشنودی حاصل کرنا چاہتا ہے مگر اطاعت رب نہیں کرتا اور اللہ تعالیٰ کے لئے گناہوں کو نہیں چھوڑتا تو ایسا شخص بدنصیب ہے اور جہنم میں داخل ہوگا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں گناہوں سے بچنے کی اور اپنی اطاعت کی توفیق عطا فرمائے۔(آمین)

جاہلیت کی عادات وباتیں

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''میری امت میں چار باتیں جاہلیت کی ہیں۔جن سے لوگ باز نہیں آتے۔(۱) اپنے خاندان پر فخر کرنا۔(۲) دوسروں کے خاندان پر طعن کرنا۔(۳) ستاروں کے وسیلے سے پانی مانگنا۔(۴) نوحہ کرنا۔

پھر فرمایا: اگر نوحہ کرنے والی (والے) نے مرنے سے پہلے توبہ نہ کی تو بروز قیامت

اس حال میں کھڑی کی جائے گی کہ اس کے جسم پر تارکول کا پاجامہ اور زنگ آلود زرہ ہوگی''
(مسلم)

مختلف لوگوں کی مختلف عادات واطوار ہوا کرتے ہیں۔ اور یہ انسان کی فطرت میں سے ہے کہ وہ اپنی خاندانی شرافت، حسب ونسب پر فخر کرتا ہے اور بعض لوگوں میں یہ عادت بھی ہوتی ہے کہ اپنے خاندان کی بڑائی پر فخر تو کرتے ہی ہیں لیکن دوسروں کو حقیر سمجھتے ہیں اور طعن وتشنیع کرتے ہیں۔ اسی طرح اگر کوئی مر جائے تو اس کے عزیز واقارب دوست احباب رشتہ دار اس کے مرنے پر غم زدہ ہوتے ہیں اور بعض لوگ شدت غم کی وجہ سے سینہ کوبی کرتے ہیں اور غم زدہ باتیں کرتے ہیں جس میں بعض باتیں کفر وشرک اور شکوہ وشکایت کی بھی ہوتی ہیں جو کہ اللہ تعالیٰ سے کی جاتی ہیں۔

اور بعض فرسودہ خیالات کے حامی افراد جو کہ توہم پرستی کا شکار ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ کی بے جان یا جاندار مخلوقات کو بڑا سمجھتے ہیں اور اللہ کا مقرب سمجھ کر ان کے وسیلے سے اور کبھی خود ان سے ہی اپنی حاجات مانگتے ہیں۔ (مذکورہ پیراگراف میں جائز وسیلہ کا انکار نہیں کیا گیا۔ جو اللہ کے نیک بندوں اور نیک اعمال کا وسیلہ اختیار کیا جاتا ہے)

یہ تمام باتیں دین اسلام میں ناپسندیدہ ہیں اور اسلامی تعلیمات کے منافی ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے ان تمام باتوں سے بچنے کی تعلیم دی اور ادب سکھایا ہے۔

حدیث مبارکہ میں نبی کریم ﷺ نے چند باتوں کی طرف متوجہ فرما کر ان کے نہ کرنے کی تعلیم دی اور ان کی شناعت کو بیان فرمایا ہے۔

ان باتوں میں سے ایک تو خاندان پر فخر کرنا ہے۔ خاندان پر فخر کرنے اور اپنی بڑائی بیان کرنے سے غرور وتکبر پیدا ہوتا ہے اور جب انسان کے دل میں غرور وتکبر پیدا ہو تو دوسروں کے لئے حقارت خود بخود دل میں آجاتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ غرور وتکبر کو سخت ناپسند فرماتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: ''اے فاطمہ قیامت کے دن تجھ سے تیرے خاندان کا حسب ونسب نہیں پوچھا جائیگا بلکہ تجھ سے تیرے اعمال کا

حساب لیا جائے گا۔

دنیا وآخرت میں اگر کسی کا حسب ونسب اور خاندان اعلیٰ ہے تو وہ انبیاء علیہم السلام کا ہے اور تمام انبیاء میں نبی کریم ﷺ کو شرف حاصل ہے۔ لیکن آپ پھر بھی یہ فرما رہے ہیں کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا تجھ سے یہ نہیں پوچھا جائیگا کہ تو محمد ﷺ کی بیٹی ہے بلکہ اعمال دیکھے جائیں گے۔ اس بات کے بعد تو خاندان پر فخر کرنے کی گنجائش ہی نہیں رہ جاتی ہے۔

اور تیسری بات کہ ''ستاروں کے وسیلے سے بارش مانگنا'' حضور ﷺ نے غیر جاندار اشیاء کو اللہ کا مقرب سمجھتے ہوئے ان کے وسیلے کو اختیار کرنے سے منع فرمایا ہے۔ جو کہ زمانہ قدیم میں ایک مروجہ عادت تھی۔

اور چوتھی بات تو بہت معروف اور اہم ہے وہ ہے ''نوحہ کرنا'' نبی کریم ﷺ نے صرف بیوی کو اجازت دی ہے کہ شوہر کی وفات پر وہ غم کا اظہار کرے اور عدت میں رہے ان کے علاوہ سینہ پیٹنے چیخیں مارنے اور چلا چلا کر رونے کی اجازت نہیں۔ اور زمانہ جاہلیت میں عموماً ایسا ہوتا تھا اور بعض جاہل علاقوں میں آج بھی مروج ہے کہ کسی کے مرنے پر عورتیں (کرائے کی) بلوائی جاتی تھیں جو کہ مرنے والے کے اوصاف بیان کرتیں اور خود بھی روتیں اور دوسروں کو رلاتی تھیں اس طرح کے عمل سے نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا ہے اور فرمایا کہ ایسی عورتوں کو اگر توبہ نہ کریں تو سخت عذاب دیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ ان تمام باتوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

سچائی اختیار کیجئے

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''سچائی نیکی کی طرف رہنمائی کرتی ہے اور نیکی جنت کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ اور آدمی سچ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ کے ہاں ''صدیق'' لکھ لیا جاتا ہے۔ (اور فرمایا کہ) جھوٹ بدکاری اور معصیت کی طرف لے جاتا ہے اور آدمی جھوٹ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ کے یہاں ''جھوٹا (کاذب)'' لکھ لیا جاتا ہے'' (متفق علیہ)

حدیث مبارکہ میں نبی کریم ﷺ امت کو سچائی اختیار کرنے اور جھوٹ سے بچنے اور احتراز کرنے کی تعلیم فرما رہے ہیں۔

حدیث مبارکہ ہم کو یہ رہنمائی دے رہی ہے کہ اللہ کے پیغمبروں کی دعوت اور پیغام جو نبی کریم ﷺ پیش فرما رہے ہیں۔

وہ ازل تا ابد سچ ہی سچ ہے، اسے قبول کرنے اور اپنانے سے نیک عمل کی توفیق نصیب ہوگی اور نیک اعمال والی زندگی سے جنت نصیب ہوگی اور اس سے بڑھ کر کامیابی اور کیا ہوسکتی ہے؟

سچائی کو اپنانے اس کے مطابق ثبوت فراہم کرنے اور مسلسل سچ اختیار کرنے سے آدمی صدیقیت کا منصب پالیتا ہے۔ اس کے برخلاف جھوٹ یعنی کفر، شرک، الحاد اور دنیا پرستی سے آدمی بداخلاق و بدکردار اور بداعمال بن جاتا ہے۔ اور یہ جھوٹی زندگی آدمی کو دوزخ میں لے جاتی ہے۔ جھوٹ اختیار کرنے سے اور مسلسل جھوٹ بولنے اور جھوٹ پر عمل کرنے سے آدمی اللہ تعالیٰ کے ہاں جھوٹا اور بہت بڑا جھوٹا قرار پاتا ہے اور اس کا انجام بھیانک ہوتا ہے۔

جھوٹ اور سچ کے پیمانے بھی اللہ تعالیٰ نے بنائے ہیں۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو میں نے یاد رکھا...... کہ جو چیز تم کو شک میں ڈال دے اسے چھوڑ دو، اس چیز کی طرف جو تم کو شک میں نہ ڈالے کیونکہ سچائی اطمینان ہے اور جھوٹ شک و شبہ ہے۔ ایک اور حدیث مبارکہ سے ہمیں جھوٹ اور سچ کی پہچان معلوم ہوتی ہے۔ کہ جس کام عمل اور حرکت پر تمہارا ضمیر مطمئن ہو، وہ سچ ہے اسے اختیار کرلو اور جس فعل اور حرکت پر تمہارا ضمیر تمہیں ٹوکے اور مطمئن نہ ہو وہ جھوٹ ہے اسے مت اختیار کرو۔

حقیقتاً یہ خطاب اہل ایمان اور اہل کردار سے ہے کہ جن کا دل زندہ ہو اور جن کی انسانیت مری نہ ہو جن کی شرافت پر موت طاری نہ ہو ورنہ جن کا دل مردہ ہوگیا ہو کیونکہ وہ تو ہر برے کام کے خوگر اور جھوٹ پر فریفتہ ہوتے ہیں۔ اور ایسے لوگوں کو دل کا کھٹکا کیسا؟

دوسری بات یہ کہ آدمی کا ضمیر خود ایک تھرمامیٹر ہے کہ وہ سچ اور جھوٹ کی پہچان کرسکتا ہے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ سچ اور سچائی کا انجام ہمیشہ اچھا اور خوشگوار ہوتا ہے۔ دوسرے یہ کہ کوئی ضروری نہیں کہ جو دعائیں خلوص وللّٰہیت سے مانگی جائیں اور ان میں جو مانگا جائے وہی مل جائے، یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جو تمنا کی گئی ہے اس کا اجر و ثواب مل جائے یا اس کے بدلے کچھ اور مل جائے۔ یہ بات بھی مدنظر رہے کہ سچائی اور اخلاق کا تعلق صرف زبان یا صرف بول چال سے نہیں ہے بلکہ زندگی کے تمام معاملات اور کاروبار حیات سے بھی اس کا تعلق ہے۔ دوسرے یہ کہ سچائی کی برکتیں کاروباری زندگی میں بھی حاصل ہوتی رہتی ہیں۔ صرف آخرت ہی میں اس کا اجر نہیں ملتا۔ اسی دنیا میں بھی اس کا ثواب ملتا ہے اور اسی طرح جھوٹ صرف ایک اخلاقی برائی ہی نہیں ہے بلکہ اسی کی وجہ سے کاروبار حیات میں سے برکتیں مٹادی جاتی ہیں اور اس کی نحوست دنیا و آخرت دونوں میں چھاتی ہے۔

لہٰذا اللہ کی کتاب اور سنت رسول کا مطالعہ کیجئے انشاءاللہ سبق آموز نصیحتیں حاصل ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

عمل خیر بے شمار ہیں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''اے مسلمان خواتین کوئی پڑوسن کسی پڑوسن کا کوئی تحفہ حقیر نہ سمجھے چاہے وہ بکری کی کالی کھر ہی کیوں نہ ہو'' (متفق علیہ)

انسان حیوانیت اور ملکوتیت کا سنگم ہے جسم و روح کا مجموعہ ہے۔ اسی طرح انسانی زندگی خیالات وعقائد۔ افکار ونظریات، اعمال و اخلاق، عبادات و معاملات اور ربط و تعلقات سے مرکب ہے اور اعمال و افعال کی بڑی بڑی قسمیں دو ہی ہیں۔ (۱) اعمال صالحہ۔ (۲) اعمال فاسدہ۔

پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کسی عمل کو خیر یا شر بنانے والی چیز کیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ تین چیزیں ہیں جو کسی عمل کو خیر یا شر بناتی ہیں اور ان میں سے دو کا تعلق عمل کرنے والے سے ہے اور ایک کا خود عمل سے۔

(۱) پہلی چیز یہ کہ...... اگر عمل کرنے والا خیالات وعقائد صحیح رکھتا ہے۔ جو ہستی کائنات اور انسان کی خالق ہے مالک وحاکم ہے وہ اسی کو خالق ومالک وحاکم سمجھتا ہے اس کا وفادار ہے تو یہ صفت ایسی ہے جو عمل کو قبولیت سے نوازتی ہے ایسے شخص کا عمل، عمل خیر ہوگا۔

(۲) دوسری چیز نیت کا خلوص ہے اور یہ چیز پہلی چیز کا لازمی تقاضا ہے جو شخص اپنے خالق کا وفادار ہوگا لازماً ہر کام میں اسی کی خوشنودی اس کے پیش نظر ہوگی، بے لوثی اور بے غرضی للّٰہیت اور خوشنودی رب وہ چیز ہے جو کسی عمل کو خیر اور قبولیت کے مقام پر فائز کرتی ہے۔

(۳) اور تیسری چیز جو کسی عمل کو خیر بناتی ہے وہ یہ کہ عامل کا عمل شریعت الٰہی کے مطابق ہو۔

اگر انسان اللہ کا وفادار اور مخلص نہیں ہے یا اس کا عمل شریعت کے مطابق نہیں تو اس کا عمل، عمل شر ہے اور اگر عمل کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے وفاداری خلوص اور شریعت کی اتباع تینوں چیزیں جمع ہیں تو ایسا عمل خیر اور مفید ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وما تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِه عَلِيْم. (البقرہ)

''یعنی تم جو کچھ بھی بھلائی کرو گے تو یقیناً اللہ تعالیٰ کو اس کا علم ہوگا''

ذیل میں ہم چند احادیث ذکر کرتے ہیں کہ جن میں چھوٹے چھوٹے اعمال پر اجر کثیر ذکر کیا گیا ہے اور یہ اجر یقیناً ان تین چیزوں کے ساتھ ہی زیادہ ہو سکتا ہے۔

(۱) نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''دوزخ سے بچو اگر چہ کھجور کا ایک ٹکڑا صدقہ کر کے ہی سہی'' (متفق علیہ)

(۲) رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ ''کوئی مسلمان کوئی پودا لگائے، اس میں سے جو کھالیا جائے یا چرالیا جائے یا کوئی نقصان کر دے یہ سب اس کے لیے صدقہ ہے اور سب پر اسے ثواب ملے گا'' (مسلم)

(۳) نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہر مسلمان پر صدقہ لازم ہے۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ آپ کا خیال مبارک کیا ہے؟ اگر کسی مسلمان کے پاس کچھ نہ ہو تو؟ فرمایا اپنے

ہاتھ سے کام کر لے، اس سے اپنے اوپر بھی خرچ کرے صدقہ بھی کر لے عرض کیا۔ اگر اس سے ہاتھ سے کام نہ ہو سکے؟ فرمایا نیکی اور بھلائی کا حکم کرے عرض کیا اگر ایسا بھی نہ کر سکے؟ فرمایا: برائی سے رک جائے اور بچا رہے یہ اس کے لیے صدقہ ہے۔ (متفق علیہ)

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''میں نے ایک آدمی کو جنت میں گھومتے پھرتے دیکھا۔ اور اس کو جنت اس لیے ملی تھی کہ ایک درخت راستے میں تھا اور اللہ کے بندوں کو تکلیف پہنچاتا تھا اس نے وہ درخت کاٹ دیا تھا'' (مسلم)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ سب سے افضل عمل کونسا ہے؟ فرمایا اللہ پر ایمان اور اللہ کے راستے میں جہاد۔ میں نے عرض کیا اللہ کے راستے میں کونسا غلام یا لونڈی آزاد کرنا افضل ہے۔ فرمایا جو اپنے مالکوں کے نزدیک سب سے زیادہ نفیس ہو اور جس کی قیمت زیادہ ہو۔ میں نے عرض کیا اگر میں نہ کر سکوں تو؟ فرمایا کسی کاریگر کی مدد کر دو یا مجبور آدمی کا کام کر دو۔ میں عرض کیا: یا رسول اللہ آپ کیا ارشاد فرماتے ہیں اگر میں بعض اعمال کے سلسلہ میں کمزور پڑ جاؤں؟ فرمایا اپنے شر سے لوگوں کو بچاؤ۔ کیونکہ یہ تمہاری جانب سے تمہارے اپنے لیے صدقہ ہے۔ (متفق علیہ)

صحابہ اکرام رضی اللہ عنہم جو کہ ہمہ تن اللہ تعالیٰ کے وفادار وفرمانبردار اور رسول اللہ ﷺ کے سچے متبع اور پیروکار تھے جنت کے پروانے ملے ہونے کے باوجود اسی فکر میں رہتے تھے کہ وہ افضل اعمال زیادہ سے زیادہ کریں اور اسی لیے وہ آنحضور ﷺ سے وقتاً فوقتاً دریافت بھی کیا کرتے تھے کہ افضل عمل کونسا ہے۔

جہاد کے معنی وسیع ہیں۔ دراصل دین کو جاننا، دین کو سمجھنا، دین کو قبول کرنا دین پر چلنا، دین کے مطابق اپنی زندگی کو ڈھالنا، دین کو غالب کرنے کے لئے تن من، دھن کھپانا، دین کی دعوت وتبلیغ اور اقامت کے لئے زبان، قلم پریس پلیٹ فارم، ذرائع ابلاغ، ذرائع حمل ونقل، قوم وملک اور حکومت کے وسائل استعمال کرنا اور اس سلسلہ میں جان توڑ کوشش کرنا یہ سب جہاد ہے۔

لیکن جو فضیلت قتال فی سبیل اللہ کو حاصل ہے ان معنوی جہادوں کو حاصل نہیں۔

احادیث مبارکہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کی راہ میں اچھی اور قیمتی چیز قربان کرنا چاہئے صدقہ وخیرات کے لئے طیب پاکیزہ اور نفیس چیزیں دینی چاہئیں۔ اسی طرح کسی کے کام میں تعاون کرنا بھی عمل خیر ہے بشرطیکہ وہ کام خود بھی خیر ہو۔

اسی طرح دوسروں کو اپنے شر سے محفوظ رکھنا اپنے سے کسی دکھ یا تکلیف یا گزند نہ پہنچانا بھی صدقہ ہے اسی طرح زبان سے کلمہ خیر کہنا، تسبیح پڑھنا ذکر کرنا، اور راستہ سے تکلیف دہ اشیاء ہٹانا بھی صدقہ ہے۔

اسی طرح پڑوسیوں کو تحفہ دینا اور ان کے حقوق ادا کرنا بھی صدقہ ہے۔ ہر اس کام کی طرف بڑھنا جس سے دوزخ سے بچا جا سکتا ہو اور جنت حاصل کی جا سکتی ہو۔ جانوروں پر ترس کھانا ان پر رحم کرنا، ان کی بھوک پیاس بجھانا بھی صدقہ ہے۔

ہر اچھے کام پر اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کرنا چاہئے اور اس کی نعمتوں سے فیض یاب ہونے پر اس کا شکریہ ادا کرنا چاہئے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص صبح یا شام کو مسجد گیا، ہر بار جانے کے عوض اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں مہمان نوازی کا سامان تیار کرتے ہیں'' (متفق علیہ)

یہ مضمون اپنے طور پر بہت وسیع ہے لہٰذا ہم اسے یہیں ختم کرتے ہیں۔ اعمال خیر پر بے شمار تحریریں موجود ہیں وہاں سے استفادہ فرمالیں۔

تقویٰ و پرہیز گاری

نبی کریم ﷺ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! سب سے زیادہ بزرگ اور شریف کون ہے؟ فرمایا: جو سب سے زیادہ متقی پارسا و پرہیز گار ہو'' (متفق علیہ)

حدیث مبارکہ میں نبی کریم ﷺ ہمیں تقویٰ و پرہیز گاری یعنی اللہ تعالیٰ کے خوف اور گناہوں سے بچنے کی تعلیم دے رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں اگر مرض رکھے ہیں تو ان کی دوا بھی پیدا فرمائی ہے اب یہ

طبیعت پر ہے کہ وہ کتنا حاذق اور ذہین وفطین وتجربہ کار ہے کہ اس مرض کی تشخیص کر کے صحیح علاج کرے۔

لہٰذا ہر مرض کے علاج کے لیے دو چیزیں درکار ہوتی ہیں۔

پہلی چیز دواء کی فراہمی اور دوسری چیز پرہیز۔ لہٰذا مثبت ومنفی دونوں تدابیر اختیار کرنا صرف جسمانی امراض کے لئے ہی ضروری نہیں ہے بلکہ عملی، فکری اخلاقی اور روحانی بیماریاں دور کرنے کے لئے بھی دونوں قسم کی تدابیر اختیار کرنا ضروری ہیں۔

اسلام کا یہ خاصہ اور معجزہ ہے کہ اس نے انسان کے فکر وعمل، ذہن وکردار اخلاق اور زندگی کو سدھارنے کے لئے ایمان اور عمل صالح کی تدابیر اختیار کی ہیں اور منفی طور پر تمام ذہنی، روحانی اخلاقی اور عملی برائیوں سے اجتناب اور پرہیز کرنے پر زور دیا ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ (الآیۃ)

''اے ایمان والو! اللہ سے اتنا تقویٰ اختیار کرو کہ اس کا حق ادا ہو جائے'' (پارہ نمبر۴ رکوع ۲)

ایک اور مقام پر فرمایا کہ جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اس کی نافرمانی اور عذاب سے بچتا ہے، اس کا تقویٰ اختیار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے نکلنے کے لئے راستہ پیدا فرما دیتے ہیں، اور ایسی جگہ سے رزق فراہم کرتے ہیں کہ بندہ کے وہم وگمان میں بھی نہیں ہوتا۔

ایک اور جگہ فرمایا کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو گے تو وہ تمہارے لئے حق وباطل میں امتیاز کرنے والی کسوٹی فراہم کردیگا۔ تمہارے گناہ مٹا دے گا۔ اور تمہیں بخشش دیگا۔ بے شک اللہ بڑے فضل وکرم والا ہے۔

ان تمام آیات مبارکہ میں نبی کریم ﷺ تقویٰ وورع کی تعلیم دے اور ادب سکھا رہے ہیں۔ اسی لیے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ سب سے زیادہ شریف اور بزرگ، متقی و پرہیزگار شخص ہے۔

چونکہ اس دنیا میں اونچ نیچ، ذات پات، شرافت وذلت کے مختلف معیار پائے جاتے

ہیں۔ نسل،نسب قوم وطن رنگ وزبان، دولت، امارت عہدہ اقتدار، پیشہ علم وفن وغیرہ۔ یہ
تمام دنیاوی لوگوں میں شرافت وذلت کے معیار ہیں۔لیکن اسلام ان میں سے کسی کوعزت و
ذلت کا معیار تسلیم نہیں کرتا۔

اسلام کی نگاہ میں عزت وذلت کا معیار صرف ایک ہے اور وہ ہے ''کردار'' اور کردار
بھی وہ جو توحید، رسالت اور آخرت کی بنیاد پر بنا اور پروان چڑھا ہو خدا پرستی کی بنیاد پر
انسان کی جو سیرت بنتی ہے اسی کو اسلام ''تقویٰ'' سے تعبیر کرتا ہے اللہ اور اس کے رسول ﷺ
کی تعلیمات میں سب سے زیادہ باعزت اور سب سے زیادہ شریف وہ ہے جو سب سے
زیادہ خدا سے ڈرتا ہو خدا کی پکڑ سے اس کے عذاب سے ترساں ولرزاں ہو اور اسی حالت
میں پاکیزہ زندگی گزارتا ہو اور اس کی نافرمانی وحکم عدولی سے بچتا ہو اور چھوٹے سے چھوٹے
اور بڑے سے بڑے گناہوں سے بچنے کا اہتمام کرتا ہو۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ ''یقیناً دنیا شیریں اور سبز ہے اور یقیناً اللہ تعالیٰ اس میں
تمہیں جانشین بنائیگا تو دیکھے گا کہ تم کیسے عمل کرتے ہو، تو دنیا سے اور عورتوں سے بچو کیونکہ
پہلا جو فتنہ بنی اسرائیل میں پیدا ہوا وہ عورتوں کے سلسلہ میں تھا'' (مسلم)

دنیا اور عورتوں سے بچنے کا مطلب یہ ہے کہ ان کو مقصود نہ بناؤ، ان کے ایسے گرویدہ نہ
ہو جاؤ کہ اللہ اور آخرت کو بھلا بیٹھو۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ ان کی محبت میں مبتلا ہو کر اللہ اور
اس کے بندوں کے حقوق غصب نہ کرنے لگو۔

لیکن اس کا مطلب یہ بھی نہیں کہ دنیا سے لطف اندوز ہونے اس سے فائدہ اٹھانے
عورتوں سے تعلقات قائم کرنے کے جو حلال جائز طریقے ہیں ان کو بھی چھوڑ دیا جائے۔ یہ
بھی تقویٰ کے خلاف ہے۔

بنی اسرائیل سب سے پہلے عورتوں ہی کے سلسلے میں فتنے میں مبتلا ہوئے وہ ان کے
گرویدہ ہو کر۔ شریعت موسوی کی حدود سے نکل گئے، شہوت رانی کو ہی مقصود بنا لیا اور
عورتوں کو کمزور سمجھ کر ان کے حقوق ادا نہیں کیے ان کو لونڈی اور باندی بنا کر رکھا اور ان کو
وراثت سے محروم کر دیا۔

نبی کریم ﷺ اسی لیے اکثر یہ دعا مانگا کرتے تھے۔

اللھم انی اسئالک الھدیٰ و التقیٰ و العفاف و الغنیٰ.

(مسلم)

''یعنی اے اللہ میں تجھ سے ہدایت تقویٰ، پاکدامنی اور تونگری مانگتا ہوں''

چونکہ آدمی کے گمراہ ہونے بھٹکنے اور تقویٰ و پرہیزگاری سے دور ہونے میں اس کا
دماغ ذھن دل اور اس کے جذبات راہ بنتے ہیں۔ اسی طرح افکار وخیالات نظریات وعقائد
اور اسی طرح کفر وشرک، الحاد وزندقہ ذہن ودل کی بیماریاں ہیں جو انسان کو گمراہ کر دیتی
ہیں۔ اور ان سے بچنے کے لئے اور سیدھی راہ پر آنے کے لئے ہدایت اور صحیح راہنمائی کی
ضرورت ہوتی ہے۔

دوسری راہ انسان کا اپنا عمل اور اخلاق ہے۔ اس کا معاملہ اور برتاؤ ہے اس کے
تعلقات اور روابط ہیں۔ اس راہ سے گمراہی اور بے راہ روی سے بچنے کے لئے تقویٰ کی
ضرورت ہے۔

اور ایک تیسری اور خطرناک راہ انسان کی شہوت پرستی اور خواہش نفسانی ہے جو انسان
کو گمراہ کر دیتی ہے۔ اور اس بے راہ روی کا شکار ہونے سے بچنے کیلئے پاکدامنی اور طہارت
نفس کو اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔

انسان کے گمراہ ہونے کی چوتھی راہ مال ودولت ہے۔ انسان کو شیطان اور اس کی
ذریت جو انسانوں اور جنات دونوں پر مشتمل ہے، بھی گمراہ کرتی ہے۔ وہ جہالت سے بھی
گمراہ ہوتا ہے۔ وہ آباء پرستی نفس پرستی، وطن پرستی قبر پرستی اور بت پرستی وغیرہ میں مبتلا ہو کر
بھی گمراہ ہو جاتا ہے۔

لیکن اگر غور کیا جائے تو مذکورہ راہوں میں گمراہی کے تمام اسباب اور راستے آجاتے
ہیں۔ اسی لیے نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ سے التجا کرتے تھے کہ:

''اے اللہ! مجھے پاکدامنی عطا فرما، اے اللہ مجھ غنی فرما''

یہ دعا بہت بہترین دعا ہے اسے معمول بنا لیا جائے تو انسان بہت سی برائیوں سے بچا

رہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں حقیقی تقویٰ کی دولت سے مالا مال فرمائے۔ آمین۔

اپنی تربیت خود کیجئے!

نبی کریم ﷺ کا ارشاد پاک ہے کہ ''عقل مند وہ ہے جس نے اپنے نفس کو قابو کیا اور موت کے بعد کے لئے عمل کرتا رہا۔ اور بے عقل وہ ہے جس نے اپنے من کا کہنا مانا، اس کی خواہشوں پر چلا اور پھر بھی تمنائیں (معافی کی) اللہ سے قائم کیں'' (ترمذی)

حدیث مبارکہ میں نبی کریم ﷺ فکر آخرت رکھنے کی تعلیم فرمارہے ہیں۔ کہ فکر آخرت رکھو اور دنیا میں آخرت کے لیے اعمال کرو۔ اور حقیقت تو یہ ہے کہ یہ حدیث انسان کو انسان بننے کی راہ دکھارہی ہے۔ کہ آدمی خود ہی احساس وادراک کرے۔ اور اپنی تربیت خود کرے۔

یقیناً انسان سازی دنیا کا مشکل ترین عمل ہے، دنیا میں بے شمار چیزیں ایسی ہیں جن کو انسان خود بناتا ہے سنوارتا ہے درست کرتا ہے، لیکن چونکہ انسان ارادہ واختیار کا مالک ہے، عقل وشعور اور ادراک واحساس رکھتا ہے، اسی لیے اس کی تربیت کرنے والے معلمین و مربی اسی حد تک کامیاب ہوسکتے ہیں جس حد تک وہ خود اپنے ارادہ واختیار اور اپنی عقل و شعور کی قوتوں کے ساتھ اپنی تربیت میں تعاون کرے۔

انسان جیسی باشعور و بااختیار مخلوق کی تربیت اس وقت تک ممکن نہیں جب تک وہ خود تعاون نہ کرے، اس لیے سب سے بہتر اصول ''اپنی تربیت آپ'' کا اصول ہے۔ انسان اپنی تربیت کے مقاصد متعین کرے، ان مقاصد کے پیش نظر اپنی تربیت کرے خلوص و للٰہیت کے ساتھ اپنی تربیت میں لگ جائے اور پھر صبح وشام زندگی بھر اپنا جائزہ لیتا رہے اور کوشش بھی جاری رکھے یقیناً اس کے خلوص اور اس کی کوششوں کے مطابق اسے کامیابی ملے گی۔ اور توفیقات حاصل ہوگی۔

اپنی تربیت میں جائزہ اور محاسبہ کو بنیادی حیثیت حاصل ہے اور جائزہ اور محاسبہ میں

جس چیز کو بنیادی حیثیت مقام حاصل ہے وہ ہے خدا کا تصور اور اس بات کا احساس کہ اللہ تعالیٰ حاضر و ناظر ہے وہ دیکھ رہا ہے، سن رہا ہے۔ انسان کی تمام محنت وکوشش اور تمام کارکردگی اللہ کی نگاہ میں ہے۔ انسان کی تمام چلت پھرت وہ دیکھتا ہے انسان کہیں بھی ہو وہ اس کے ساتھ رہتا ہے۔

وہ دلوں کے خیالات نگاہوں کی چوری، دماغوں کے وسوسے، دلوں کی جذبات نیتوں اور ارادوں کی سچائی تک کو بھانپ لیتا ہے اللہ تعالیٰ کے متعلق یہ عقیدہ کہ ہم اور ہماری زندگی کی حرکات وسکنات سب اللہ تعالیٰ کے سامنے عیاں ہیں، اپنی تربیت اور جائزہ میں بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔

نبی کریم ﷺ سے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے پوچھا کہ اخبرنی عن الاحسان۔ کہ احسان کے متعلق بتائیے۔ فرمایا کہ تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو کہ گویا تم اسے دیکھ رہے ہو اور اگر تم اسے نہیں دیکھ رہے تو وہ بہر حال تم کو دیکھ رہا ہے'' (بخاری شریف)

یعنی احسان یہ ہے کہ خدا کی محبت اور شکر گزاری کے جذبے سے سرشار ہوکر خوشنودی رب کے کاموں میں زیادہ سے زیادہ بڑھ چڑھ کر رضا کارانہ طور پر حصہ لینا اور یہ تصور کرکے کہ گویا خدا کو ہم دیکھ رہے ہیں۔ یا کم از کم خدا ہم کو دیکھ رہا ہے۔

اور یہ عبادت صرف نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ تک محدود نہیں بلکہ عقائد، عبادات معاملات اخلاق معاشرت، معاش، سیاست واجتماعیت، ہر ایک میں بندۂ رب بن کر رہنا، ہر ایک میں اطاعت وفرمانبرداری کرنا ہر ایک میں شکر گزاری کی روش اختیار کرنا۔ ہر ایک میں ایمان کے مطابق عمل کرنا۔ اس طرح بندہ بن کر رہنے کا نام احسان ہے۔

لہٰذا ہم خود اپنی تربیت پر توجہ دیں ان معاملات کو سامنے رکھتے ہوئے زندگی کو گزاریں تو یقیناً ہم دنیا کے کامیاب ترین انسانوں میں سے ہونگے اور اخروی نجات کا امکان بھی قوی ہوجائے گا۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے عطا فرمادے۔ اللہ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

صبر واستقامت

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ''جو شخص صبر اختیار کرنا چاہے اللہ تعالیٰ اس کو صبر عطا فرمائے گا۔ اور کسی کو صبر سے زیادہ بہترین ''عطاء'' اور زیادہ وسیع عطا نہیں ملی'' (متفق علیہ)

حدیث مبارکہ میں نبی کریم ﷺ ہمارے مشکلات اور پریشانیوں کے پیش آنے کی صورت میں صبر اختیار کرنے کی تعلیم فرمارہے ہیں۔

صبر کسے کہتے ہیں آج کل ہماری ہاں تو صبر کے معنی نہایت غلط معروف ہوگئے ہیں۔ لوگ مجبوری کو صبر کہتے ہیں۔ اکثر لوگوں کی زبان سے سنا جاتا ہے کہ جناب کیا کریں مجبور ہیں صبر کرتے ہیں۔ گویا صبر کو مجبوری کا نام دے دیا گیا ہے۔

حالانکہ عربی میں صبر کا مطلب ہے، بہادر ہونا جری ہونا مضبوط ہونا، کفالت کرنا، کفیل فراہم کرنا۔ اور بھی دیگر معنی آتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صبر کا مطلب ہے اسلام کو سمجھنے اسے قبول کرنے اپنی زندگیوں کو اسلام کے سانچے میں ڈھالنے، اس کی دعوت دینے جہاد کرنے تبلیغ کرنے اور اسلام کو قائم کرنے کے لئے جدوجہد کرنے کی راہ میں جو مصائب ومشکلات آئیں ان سے نہ گھبرانا اور اسلام پر ڈٹے رہنا ان کو برداشت کرنا اور ثابت قدم رہنا۔ اعلائے کلمۃ اللہ اور غلبہ دین کی خاطر بڑھتے رہنا ہی صبر ہے، اطاعتوں پر ڈٹنا صبر، گناہوں کے مقابلے میں ثابت قدم رہنا بھی صبر ہے مصائب کا مقابلہ کرنے کے لئے ڈٹے رہنا بھی صبر ہے غرض یہ کہ شیاطین انس وجن کے سامنے ہتھیار نہ ڈالنا اور استقامت کا ثبوت دینا بھی صبر ہے۔ (گویا صبر استقامت اور برداشت کا نام ہے) نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

الصبر ضیاء (مسلم) صبر ضیاء (روشنی ہے)

یعنی اشاعت اسلام اور تبلیغ دین اور جہاد فی سبیل اللہ میں بے شمار ایسے مواقع آتے ہیں جہاں آدمی تاریکیوں اور ظلمتوں میں بھٹکنے لگتا ہے۔ ایسے تمام مواقع پر مصائب و

پریشانیوں میں ظلم وستم کو برداشت کرنا اور راہ حق پر جمے رہنا ایک ایسا عمل ہے جس سے روشنی حاصل ہوتی ہے دل ودماغ کو ایک نور حاصل ہوتا ہے۔ سیرت وکردار وعمل واخلاق ہر ایک کو صبر سے نور وبرکت حاصل ہوتی ہے۔

شیطان کی خواہش یہ ہے کہ انسان نفسانی خواہشات شہوت پرستی کا غلام بن کر ذلیل وخوار ہوجائے اور زر زمین کے بھنور میں پھنس کر دنیوی چین وسکون اور اخروی راحت وآرام سے محروم ہوجائے ان برائیوں سے محفوظ رہنے کے لئے بندہ اگر اللہ تعالیٰ سے کوئی قلعہ اور پناہ گاہ مانگتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے صبر کا قلعہ اور صبر کی پناہ گاہ عطا کردیتا ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''مسلم یعنی اللہ کے وفادار بندے کو ایمان واسلام کی راہ میں جو کچھ بھی تھکن بیماری رنج وملال اور غم وصدمہ پہنچتا ہے یہاںتک کہ کانٹا بھی چبھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے عوض اس کی خطاؤں کو معاف فرمادیتے ہیں'' (متفق علیہ)

حدیث مبارکہ سے ہمیں صبر کا ایک اور رخ معلوم ہوتا ہے۔ اور صبر کی فضیلت معلوم ہوتی ہے کہ اگر آدمی مسلمانہ زندگی میں پہنچنے والے ہر چھوٹے سے چھوٹے اور بڑے سے بڑے دکھ پر صبر کرے اور استقامت کا ثبوت دے تو اس کی خطاؤں اور قصوروں کو مٹادیا جاتا ہے مومن کی زندگی اطاعت خدا واتباع رسول ﷺ کا آئینہ دار ہوتی ہے۔ دعوت دین کی کوششوں اور جدوجہد کی زندگی ہوتی ہے۔ اور اس کی زندگی کے تمام لمحات راہ خدا میں گزرتے ہیں۔

اس لئے اسے جو کچھ بھی تکلیف وپریشانی، رنج وغم نقصان وگھاٹا آتا ہے وہ راہ خدا میں پہنچتا ہے، اس لیے اس کو نہ صرف اجر وثواب پورا پورا ملتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو بھی معاف فرمادیتے ہیں۔ اور اس کو برائیوں سے پاک کردیتے ہیں۔

حضرت صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مومن کا معاملہ بھی عجیب ہے اس کا معاملہ پورا کا پورا بہتر ہی بہتر ہے اور یہ بات صرف مومن کے لئے ہے۔ اگر اس کو آرام وسکھ خوشحالی، سکون واطمینان راحت وعیش نصیب ہوتو

وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے۔ تو یہ شکر گزاری اس کے لیے خیر و برکت اور بھلائی کا ذریعہ ثابت ہوتی ہے۔ اور اگر مومن کو تکلیف دکھ، بدحالی بے چینی پریشانی، رنج والم پہنچے تو وہ صبر کرتا ہے اور صبر ہی اس کے لیے بہتر اور باعث اجر و ثواب ہے'' (مسلم)

حدیث مبارکہ سے صبر کا ایک پہلو یہ بھی سامنے آتا ہے کہ ایمان کی راہ میں مومن کے لیے ہر طرح سے بھلائی ہی بھلائی ہے۔

کوئی بھی مومن انفرادی یا اجتماعی طور پر جب ایمان کے تقاضے پورے کرتا ہے، تقویٰ، احسان اور نصرت خداوندی کی شاہراہ پر گامزن ہوتا ہے تو اس کی زندگی اہل ایمان کے لئے فلاح و خیر کا نمونہ ہوتی ہے مومن جہاں بھی ہوگا وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریگا کیونکہ اس کے ایمان کا تقاضہ یہی ہے کہ وہ ہر حال میں اللہ کا شکر ادا کرے۔

اور اگر دوسری صورت میں صبر و برداشت کی روش، اختیار کریگا اور چیخنے چلانے اور ماتم کرنے کے بجائے صبر و استقامت کا ثبوت دیگا تو ان دونوں صورتوں میں وہ اجر کا مستحق ہوگا اور دونوں حالتیں اس کے لیے باعث خیر و برکت ہوں گی۔

لہٰذا ہر آدمی کو خصوصاً مومن کو حق کی راہ پر چلنا اور اس پر ڈٹ جانا چاہئے نیک عمل کرنے اور راہ حق میں جو تھکن اور تکلیف ہو اسے برداشت کرے، اچھے حال میں ہو تو شکر ادا کرے۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

صلح وصفائی کرنا و کروانا بہتر ہے

ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے سنا کہ ''جو شخص لوگوں کے درمیان صلح کرائے وہ جھوٹا نہیں ہے (اگر چہ) کوئی بھلی بات ادھر کی ادھر کہدے'' (متفق علیہ)

حدیث مبارکہ میں نبی کریم ﷺ ہمیں لوگوں کے درمیان کے کشیدہ تعلقات کو خوشگوار بنانے کی کوشش کرنے کی تعلیم دے رہے ہیں کہ آپس کے تعلقات کو بہتر بناؤ اور صلح وصفائی کے لیے کوئی بھی اقدام کرو یہ بہتر ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ھے:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَ اَخَوَیْكُمْ'' (سورۃ الحجرات)

''یعنی ایمان والے تو بھائی بھائی ہیں تو اپنے دونوں بھائیوں میں صلح و صفائی کرادو''

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

لَا خَیْرَ فِیْ كَثِیْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍۭ بَیْنَ النَّاسِ ''ان کی آپس کی سرگوشیوں (کانا پھوسی) میں کوئی بھلائی نہیں۔ ہاں اگر جس شخص نے کسی صدقہ کا حکم دیا یا بھلائی کا یا لوگوں کے درمیان صلح کرانے کا تو ایسے خفیہ مشورے (کانا پھوسی) میں خیر ہی خیر ہے''

آیات مبارکہ سے ہمیں دو باتیں معلوم ہوئیں کہ خفیہ طور پر مشورے کرنے کو عام طور پر ناپسند کیا جاتا ہے مگر اس کے ذریعے اگر بھلائی کرنے اور صلح وصفائی کرانے کی صورت طے کی جائے اور اس کے تحت اچھے احکامات دیئے جائیں اور آپس میں صلح کرانے کی کوشش کی جائے تو یہ پسندیدہ عمل ہے۔

دوسری بات کہ اللہ تعالیٰ نے یہ واضح فرمایا کہ مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں آپس میں بھائی بھائی اور بہنیں بہنیں ہیں۔ اس لیے ان کے درمیان آپس میں بھائیوں کی طرح صلح و صفائی اور میل ملاپ رہنا چاہئے۔ ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے چاہیں اور ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی اور خیر خواہی کا برتاؤ کرنا چاہئے۔

ایمان کا تقاضا ہے کہ اگر بشری کمزوری یا شیطان کی شرارت سے یا خواہشات نفسانی سے یا دشمنوں کے ورغلانے سے یا دنیاوی معاملات میں پھنس جانے کی وجہ سے آپس میں ناچاقی ہو جائے تو کوشش کر کے آپس میں صلح وصفائی اور میل ملاپ کر لینا چاہئے۔

ذرا غور کیجئے گا کہ اسلام نے جھوٹ بولنا حرام قرار دیا ہے اور قرآن کریم نے جھوٹے پر اللہ کی لعنت ہونے کا ذکر کیا ہے۔ .... لیکن صلح وصفائی اور میل ملاپ اور آپس کی

اصلاح اسقدر اہم ہے کہ اس کے لئے ایسے الفاظ جو بظاہر جھوٹ معلوم ہوتے ہوں یا خلاف واقعہ بات ہو مگر اس جھوٹ کے ذریعے سے اگر بگڑے ہوئے دماغوں اور ٹوٹے ہوئے دلوں کو ملایا اور صحیح کیا جا سکتا ہو تو اس کی اسلام نے اجازت دی ہے۔

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جھوٹ میں جو خرابیاں پائی جاتی ہیں وہ یہاں موجود نہیں اس لیے اس کی اجازت دی گئی ہے۔

شیخ سعدیؒ نے فرمایا: ''ایسے سچ سے جس کی وجہ سے خرابیاں پیدا ہوں وہ جھوٹ بہتر ہے جس سے بھلائی مقصود ہو''

اسی لیے اگر میاں بیوی کے درمیان ناچاقی ہو تو ان کے درمیان صلح کروانے کے لئے اگر جھوٹ بولا جائے یا میاں اسے راضی کرنے کے لئے اس کی جھوٹی تعریف و توصیف کرے تو چونکہ اس میں ایک اچھے کام کو کیا جا رہا ہے لہٰذا یہ جائز ہے وگرنہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ مومن سب کچھ کرسکتا ہے مگر جھوٹ نہیں بول سکتا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں امن وصلح کا پیامبر بنائے اور عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

اتباع نبوی ﷺ ہی نجات کا راستہ ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''مجھے اسی پر رہنے دو۔ جس پر میں نے تم کو چھوڑا تھا۔ کیونکہ جو لوگ تم سے پہلے تھے وہ کثرت سوال اور اپنے نبیوں سے اختلاف کرنے کی وجہ سے ہلاک ہوگئے، میں جس چیز سے منع کردوں تم اس سے باز رہو اور کوئی حکم دوں تو اسے اپنی استطاعت کے مطابق بجالاؤ'' (متفق علیہ)

حدیث مبارکہ میں نبی کریم ﷺ ہمیں اپنی اطاعت اور پیروی کرنے کی تعلیم فرما رہے ہیں کہ جس طرح بھی ممکن ہو میری اطاعت کرو اور فضول سوالات سے گریز کرو کیونکہ سوالات کے ذریعے تم اپنے اوپر تنگی پیدا کرلو گے۔

اسلام اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کا نام ہے اور یہ اطاعت ظاہر وباطن ہر حال میں کرنی ہے۔ ہر شعبہ زندگی میں کرنی ہے، گھر بازار، سیاست معاشرت علم وفن اور

خوشی وغم غرضیکہ زندگی کا کوئی شعبہ اطاعت سے مستثنیٰ نہیں ہے۔ اور اس اطاعت کی اس کے سوا کوئی عملی شکل نہیں ہے کہ اللہ کے آخری رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی اتباع کی جائے۔

اتباع نبوی ﷺ سے روگردانی کر کے کسی اور کی اتباع کرنے میں دنیا و آخرت دونوں کا نقصان ہے۔ جو عمل قرآن وسنت اور اجماع وقیاس سے ثابت نہ ہو وہ گمراہی کا راستہ ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لے جانے والی ہے۔

نئے نئے خیالات اور عقیدے نئے نئے اعمال اور رسوم نئے نئے طور طریقے جو اصول شریعت سے ثابت نہ ہوں ان سے دین وشریعت کا حلیہ بگڑ جاتا ہے......... اتباع نبوی ﷺ وہ کسوٹی ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ انسان کی زندگی میں کس قدر اطاعت وفرماں برداری کی کیفیت پائی جاتی ہے اور اس کی زندگی میں بغاوت وسرکشی کے جراثیم کس حد تک داخل ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

''لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَ الْيَوْمَ الْاٰخِرَ'' (الممتحنہ)

یقیناً تمہارے لئے اللہ کے رسول ﷺ کی زندگی بہترین نمونہ ہے اور ہر اس شخص کے لیے بھی جو اللہ اور آخرت سے توقعات رکھتا ہے۔

آیت مبارکہ سے ہمیں پتہ چلا کہ اگر ہم اللہ تعالیٰ سے اور آخرت سے کچھ توقعات رکھتے ہیں مثلاً یہ کہ اللہ تعالیٰ ہم سے خوش ہوجائیں جہنم سے چھٹکارا دے دیں اور جنت عطا فرمادیں تو ان توقعات کے پورا ہونے کا طریقہ یہ ہے کہ اپنی زندگی ہم رسول اللہ ﷺ کی زندگی کے مطابق بنالیں۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

''مَنْ يُطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ'' (النساء)

''کہ جس نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی''

اس آیت میں صراحتاً سنت نبوی کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے ایک اور مقام پر ارشاد ربانی ہے:

"قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ وَ یَغْفِرْلَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ" (البقرہ)

"یعنی (اے نبیؐ) آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تم سے محبت کریگا اور تمہارے گناہ بخش دیگا"

یہ تمام آیات اس بات کی وضاحت کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی پیروی واتباع ہر حال میں کرنی ہے جس چیز سے آپؐ نے روک دیا اس سے باز رہنا ہے اور جس کا حکم فرمایا ہے اس کو ہر حال میں کرنا ہے اور یہی ہماری دنیاوی اور اخروی نجات کا سبب بن سکتا ہے۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ کی زندگی قرآن کے مطابق تھی۔ نبی ﷺ کی سنت اور قرآن میں ہم آہنگی ہے کوئی ٹکراؤ اور تضاد نہیں اس لئے اللہ کے رسول کی اتباع ہی میں نجات مضمر ہے۔

اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

توبہ اور اس کی فضیلت واہمیت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

"واللہ انی لا استغفر اللہ و اتوب الیہ فی الیوم اکثر من سبعین مرۃ"

"اللہ کی قسم میں یقیناً اللہ سے استغفار کرتا ہوں اور اس کی طرف پلٹتا ہوں (توبہ کرتا ہوں) روزانہ ستر بار سے زیادہ"

نبی کریم ﷺ ہمیں اس حدیث مبارکہ میں اللہ تعالیٰ سے استغفار ومغفرت مانگنے کی تعلیم فرما رہے ہیں۔ اور اپنا عمل ظاہر فرما کر ترغیب دے رہے ہیں کہ میں تو وہ شخص ہوں

جس کے لیے اللہ نے فرمایا

"لیغفر لک اللہ ماتقدم من ذنبک و ماتاخر" (الفتح)

ترجمہ اللہ نے بخش دیئے آپ ﷺ اگلے اور پچھلے تمام گناہ

"اللہ تعالیٰ نے میرے تو اگلے پچھلے گناہ معاف فرما دیے (اگرچہ آنحضور ﷺ نے کوئی گناہ کیا بھی نہیں) جب میں اللہ سے روزانہ ستر سے زیادہ مرتبہ توبہ کرتا ہوں تو تم بھی کرو"

حدیث مبارکہ میں آنحضور ﷺ نے قسم کھا کر اپنا عمل ظاہر فرمایا حالانکہ آپ کی تو ہر بات سچی ہوتی ہے قسم کے ذریعے سے آپ نے اس کی تاکید کیوں ظاہر فرمائی۔

اصل میں صحابہ اکرام رضی اللہ عنہم حضور نبی کریم ﷺ پر جان چھڑکتے تھے۔ اور آپؐ بغیر قسم کھائے بھی کوئی بات فرماتے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سمعنا واطعنا وآمنا وصدقنا۔ ہم نے سنا، اطاعت کی، ایمان لے آئے، تصدیق کی کہتے اور بے چوں و چراں قبول کر لیتے تھے۔ مگر آنحضور ﷺ نے لوگوں کے دلوں میں محض توبہ واستغفار کی اہمیت بتلانے کے لئے قسم کھائی اور تاکیدی الفاظ فرمائے۔

اور بظاہر تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے اور ان کے سامنے یہ الفاظ فرمائے۔ لیکن حقیقت میں حضور ﷺ صحابہ کرام کو مخاطب فرما کر قیامت تک آنے والے انسانوں کو مخاطب فرما رہے ہیں۔ جس طرح قرآن مجید تمام دنیا کے قیامت تک آنے والے انسانوں کے لئے سرچشمہ ہدایت ہے اسی طرح جناب نبی کریم ﷺ کی احادیث بھی سرچشمۂ ہدایت ہیں۔

حضرت اغر بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم نے فرمایا "اے لوگو اللہ کی طرف پلٹو یعنی توبہ کرو اور اس سے مغفرت چاہو کیونکہ میں روزانہ سو بار توبہ کرتا ہوں" (مسلم)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یقیناً اللہ تعالیٰ اپنا ہاتھ رات میں پھیلاتا ہے تاکہ دن میں گناہ کرنے والا توبہ کرے۔ اور دن میں اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ رات میں گناہ کرنے والا توبہ کرے اس کا سلسلہ مغرب سے سورج طلوع ہونے تک چلتا رہتا ہے" (مسلم شریف)

اس حدیث مبارکہ سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہر وقت توبہ قبول کرنے کے لئے تیار رہتے ہیں۔ اور وہ گنہگاروں کو زیادہ سے زیادہ معاف کرنا چاہتے ہیں۔ اس لیے بندے کو چاہئے کہ وہ مایوس نہ ہو اور جلد از جلد اللہ تعالیٰ سے زیادہ سے زیادہ توبہ واستغفار کرے اور گنہگارانہ زندگی کو چھوڑ کر پاکباز زندگی گزارے۔ تا کہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کے غیض وغضب سے محفوظ رہے۔

لیکن اس حدیث سے یہ مفہوم بھی نہ لیا جائے کہ اللہ تعالیٰ جب رات کے گناہ صبح اور صبح کے گناہ رات کو معافی مانگنے سے معاف کر دیتے ہیں تو دن بھر خوب عیش کرو رات بھر خوب مزے اڑاؤ اور معافی مانگ لو۔ گناہ پر اصرار کرنا اور گناہ پر قائم رہتے ہوئے توبہ کرنے سے توبہ قبول نہیں ہوتی ہے۔ توبہ کی لازمی شرط یہ ہے کہ گناہوں کو چھوڑ دیا جائے اور آئندہ نہ کرنے کا عہد کیا جائے۔ (توبہ کے فضائل اور سچی توبہ کے حوالے سے علمی ابحاث اور واقعات کا مطالعہ کرنے کے لئے ہماری کتاب ''سچی توبہ کیجئے'' ملاحظہ فرمائیں)

اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

طریقۂ بندگی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ پر یہ آیت اتری کہ:

''لِلّٰہ مَافِی السَّمٰوٰتِ'' (بقرہ آخری رکوع)

یعنی اللہ ہی کے لیے ہے جو کچھ زمین وآسمانوں میں ہے اور اگر تم ظاہر کرو، جو کچھ تمہارے نفسوں میں ہے یا چھپاؤ، اللہ اس پر تم سے محاسبہ کریگا اور حساب لے گا۔

تو یہ بات اصحاب رسول اللہ ﷺ پر بہت گراں گزری اور وہ رسول اللہ ﷺ کے قدموں میں آ کر بیٹھ گئے اور عرض کرنے لگے۔

اے اللہ کے رسول! ہم کو ان اعمال کی تکلیف دی گئی، جو ہماری بساط اور سکت کے مطابق تھے۔ نماز، روزہ، جہاد اور صدقہ وغیرہ...... لیکن اب آپ پر یہ آیت اتری ہے جس کی ہم طاقت نہیں رکھتے۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا تم اس طرح کہنا چاہتے ہو جس طرح تم سے پہلے دو کتابوں پر ایمان رکھنے والوں نے کہا تھا کہ ''ہم نے سنا اور ہم نے نافرمانی کی'' بلکہ تم یوں کہو:

''سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا''

کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی اے ہمارے رب ہم تیری بخشش کے طلب گار ہیں۔ اور تیری ہی طرف لوٹ کر پہنچنا ہے۔ اور حاضر ہونا ہے۔

تو جب لوگوں نے اسے تسلیم کر لیا اور زبانوں سے بھی ''ہم نے سنا اور اطاعت کی'' کہنے لگے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ آیت نازل ہوئی:

''اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَا اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّه وَالْمُؤْمِنُوْن'' (بقرہ آخری رکوع)

یعنی رسول ﷺ ایمان لے آیا اس پر امیر جو کچھ اس کی جانب نازل ہوا اس کے رب کی طرف سے۔ اور ایمان والے بھی مان گئے۔ ہر ایک ایمان لے آیا، اللہ پر اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر۔ ہم تفریق نہیں کرتے، اس کے رسولوں میں سے کسی کے درمیان اور انہوں نے کہا کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی۔

جب انہوں نے یہ تسلیم کر لیا تو اللہ کی طرف سے

''لَا یُکَلِّفُ اللّٰہ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا'' آیت نازل ہوئی۔ (مسلم)

درحقیقت شان بندگی اور شان اطاعت کا تقاضا تو یہ ہے کہ مالک حقیقی جس حالت میں رکھے اور جو حکم بھی اس کا ہو۔ اس پر بندوں کو ذہن ودماغ کی وسعتوں اور قلب وروح کی گہرائیوں سے بسر وچشم عمل کرنا چاہئے اور نبی کریم ﷺ حدیث مبارکہ میں اسی بات کا ادب اور تعلیم ارشاد فرما رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

''اِنَّمَا کَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذَا دُعُوْا اِلَی اللّٰہ وَ رَسُوْلِه'' (الآیہ)

یعنی ایمان والوں کا قول تو یہ ہے کہ جب ان کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا

جائے تو وہ کہیں "سمعنا و اطعنا" کہ ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی اور ایسے لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سچے مومن اور عملی مسلمان تھے وہ صرف گفتار کے نہیں کردار کے بھی غازی تھے۔ وہ صرف ظاہری اطاعت نہیں کرتے تھے، بلکہ اللہ اور رسول اللہ ﷺ سے بھی شدید محبت رکھتے تھے اور اللہ کی اطاعت اور رسول اللہ ﷺ کی پیروی میں جان چھڑکتے تھے اور اپنا جسم و جان نچھاور کرتے تھے مگر انسان تھے اور عقل سے کام لیتے تھے ان کا احساس زندہ تھا وہ سمجھتے تھے کہ کون سا کام ان کے بس کا ہے اور کس کام کی ان میں سکت ہے وہ اللہ کی پکڑ سے بہت ڈرتے تھے اور ان کو آخرت کے محاسبے کا کھٹکا ہر وقت رہتا تھا۔

اسی لیے ان کی زندگیاں گھریلو ہوں یا باہر کی معاملات ہوں یا عبادات معاشرت ہو یا سیاست ہر چیز میں اللہ کی اطاعت و بندگی کا حق ادا کرنے کی کوشش کرتے تھے کہ لوگ جب انہیں دیکھتے تو خود زبان سے بے ساختہ کہہ اٹھتے ہاں یہی تو شان بندگی ہے اور یہی بندگی رب کا طریقہ ہے۔

اللہ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

دُنیا سے اُمیدیں کم لگائیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرامؓ اور اولیائے عظام کے ارشادات و واقعات کی روشنی میں دُنیا سے لمبی اُمیدیں لگانے کی مذمت

اُردو ترجمہ: قصر الامل

مؤلف
ابن ابی الدُنیاؒ

مترجمین
مولانا ثناء اللہ محمود ، مولانا ثناء اللہ اکبر

بیت العلوم
۲۰۔ نابھہ روڈ، پرانی انارکلی لاہور۔ فون: ۵۲۳۸۳۰۳

دیگر شہروں میں بیت العلوم کے اسٹاکسٹ

﴿ملتان﴾	﴿کراچی﴾	﴿راولپنڈی﴾
بخاری اکیڈمی مہربان کالونی ملتان	ادارۃ الانور بنوری ٹاؤن کراچی	الخلیل پبلشنگ ہاؤس راولپنڈی
کتب خانہ مجیدیہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان	بیت القلم گلشن اقبال کراچی	﴿اسلام آباد﴾
بیکن بکس گلگشت کالونی ملتان	کتب خانہ مظہری گلشن اقبال کراچی	مسٹر بکس سپر مارکیٹ اسلام آباد
کتاب نگر حسن آرکیڈ ملتان	دار القرآن اردو بازار کراچی	المسعود بکس F-8 مرکز اسلام آباد
فاروقی کتب خانہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان	مرکز القرآن اردو بازار کراچی	سعید بک بینک F-7 مرکز اسلام آباد
اسلامی کتب خانہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان	عباسی کتب خانہ اردو بازار کراچی	پیر بک سنٹر آبپارہ مارکیٹ اسلام آباد
دار الحدیث بیرون بوہڑ گیٹ ملتان	ادارۃ الانوار بنوری ٹاؤن کراچی	﴿پشاور﴾
﴿ڈیرہ غازی خان﴾	علمی کتاب گھر اردو بازار کراچی	یونیورسٹی بک ڈپو خیبر بازار پشاور
مکتبہ زکریا بلاک نمبر ۱۰ ڈیرہ غازی خان	﴿کوئٹہ﴾	مکتبہ سرحد خیبر بازار پشاور
﴿بہاول پور﴾	مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ	لندن بک کمپنی صدر بازار پشاور
کتابستان شاہی بازار بہاولپور	﴿سرگودھا﴾	﴿سیالکوٹ﴾
بیت الکتب سرائیکی چوک بہاولپور	اسلامی کتب خانہ پھولوں والی گلی سرگودھا	بنگش بک ڈپو اردو بازار سیالکوٹ
﴿سکھر﴾	﴿گوجرانوالہ﴾	﴿اکوڑہ خٹک﴾
کتاب مرکز فریئر روڈ سکھر	والی کتاب گھر اردو بازار گوجرانوالہ	مکتبہ علمیہ اکوڑہ خٹک
﴿حیدرآباد﴾	مکتبہ نعمانیہ اردو بازار گوجرانوالہ	مکتبہ رحیمیہ اکوڑہ خٹک
بیت القرآن چھوٹی گلی حیدرآباد	﴿راولپنڈی﴾	﴿فیصل آباد﴾
حاجی امداد اللہ اکیڈمی جیل روڈ حیدرآباد	کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی	مکتبۃ العارفی ستیانہ روڈ فیصل آباد
امداد الغرباء کورٹ روڈ حیدرآباد	فیڈرل لاء ہاؤس چاندنی چوک راولپنڈی	ملک سنز کارخانہ بازار فیصل آباد
بھنائی بک ڈپو کورٹ روڈ حیدرآباد	اسلامی کتاب گھر خیابان سرسید راولپنڈی	مکتبہ اہلحدیث امین پور بازار فیصل آباد
﴿کراچی﴾	بک سنٹر ۳۲ حیدر روڈ راولپنڈی	اقراء بک ڈپو امین پور بازار فیصل آباد
ویلکم بک پورٹ اردو بازار کراچی	علی بک شاپ اقبال روڈ راولپنڈی	مکتبہ قاسمیہ امین پور بازار فیصل آباد